

سلسلہ

فقہ الحدیث

7

کتاب الصیام

من یرى الباب خير أيقظ في الصلاة
اللہ تعالیٰ جن کے ساتھ جلالی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے جنت میں فقاہت عطا فرماتے ہیں

روزوں کی کتاب

از تحقیق و افادلت:

علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ

تالیف و تخریج:

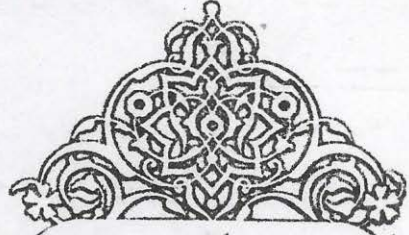
ماؤظ عمران ایوب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

کتاب الضیاء
روزوں کی کتاب



COPY RIGHT

Published by
at 12, 13, 14, 15, 16, 17, 18, 19, 20, 21, 22, 23, 24, 25, 26, 27, 28, 29, 30, 31, 32, 33, 34, 35, 36, 37, 38, 39, 40, 41, 42, 43, 44, 45, 46, 47, 48, 49, 50, 51, 52, 53, 54, 55, 56, 57, 58, 59, 60, 61, 62, 63, 64, 65, 66, 67, 68, 69, 70, 71, 72, 73, 74, 75, 76, 77, 78, 79, 80, 81, 82, 83, 84, 85, 86, 87, 88, 89, 90, 91, 92, 93, 94, 95, 96, 97, 98, 99, 100



نام کتاب

کتاب الصیغہ

روزوں کی کتاب

تالیف و تصحیح

حافظ عمران ایوب لاہوری ر.ح.م.

تحقیق و افادات :

محمد العزیز الہ آبادی

تاریخ اشاعت

نومبر ۲۰۱۰ء

مطبوعہ

این۔ کے۔ پبلیکیشنز



الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ ننگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973, 26985534



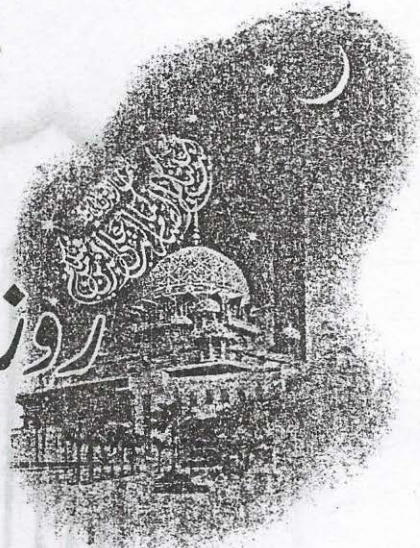
COPY RIGHT

(All rights reserved)

Exclusive rights by:

Al-Kitab International, New Delhi-25. No part of this publication may be translated, reproduced, distributed in any form or by any means or stored in a data base retrieval system, without the prior written permission of the publisher.

مَنْ يَرْزُقِ اللَّهَ بِمَخْيَرٍ أَيْفَقَهُمْ فِي الدِّينِ رِزْقًا
 اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں اسے دین میں تقاضت عطا فرماتے ہیں،



کتاب الصیك روزوں کی کتاب

تالیف و تخریج

حافظ عمران ایوب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

تحقیق و افادات :

محمد العوضی رحمۃ اللہ علیہ علی ناصر الدین رحمۃ اللہ علیہ



فکر پبلیکیشنز

لاہور (پاکستان)



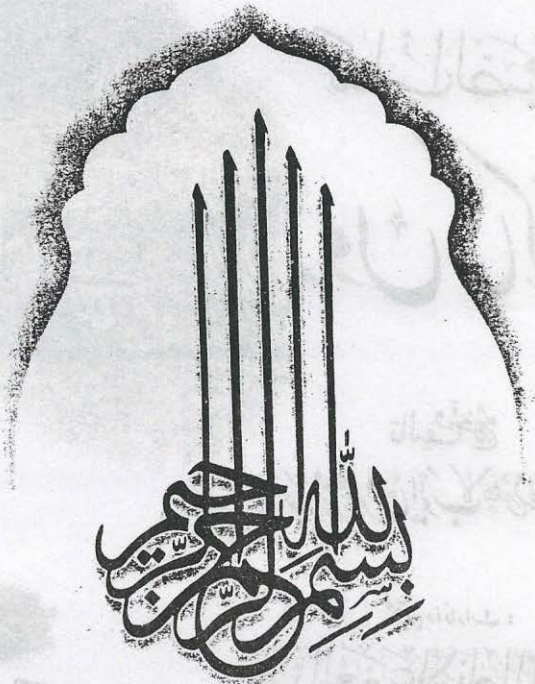
الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

Ph. 26986973, 26985534

مکتبہ
دعوت
۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ



شرع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیش لفظ

صیام رمضان اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک رکن ہیں اور اُمہ اسلامیہ کے تمام افراد پر فرض ہیں۔ ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت قرآن و سنت اور اجماع اُمت کے ساتھ ثابت ہے۔ بعض اہل علم و فتویٰ حضرات نے عہد روزے چھوڑنے والے کو کافر و مرتد بھی قرار دیا ہے۔ ترک روزہ کے گناہ کا اندازہ رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد گرامی سے ہی لگایا جاسکتا ہے کہ ”جس نے عہد اہل عذر ایک دن کا روزہ چھوڑا وہ تاحیات بھی روزے رکھتا رہے تب بھی اس کا بدلہ نہیں ادا کر سکتا۔“ رمضان کے روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور اسی سال 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا معرکہ غزوہ بدر الکبریٰ برپا ہوا۔ ماہ رمضان میں ہی قدر کی رات قرآن نازل ہوا۔

سال کے تمام مہینوں میں ماہ رمضان کو جو فضیلت و برتری اور تفوق و امتیاز حاصل ہے وہ کسی دوسرے مہینے کو حاصل نہیں۔ یہ مہینہ نزول سعادت کی یادگار ہے۔ خدا پرستوں کا سرچشمہ ہے۔ صبر و تحمل اور ایثار نفس کا معلم ہے۔ اس میں جنت کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ جہنم کے تمام دروازے بند کر دیے جاتے ہیں۔ شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ مغفرت و رحمت کی برسات ہوتی ہے۔ عصیان کاروں کو راہ نجات ملتی ہے۔ فسق و فجور میں کمی اور اعمال صالحہ میں کثرت ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن، ذکر و اذکار اور مجالس تبلیغ شب و روز ہوتی ہیں۔ اہل ثروت و دولت حضرات رضائے الہی کے لیے فرض زکوٰۃ کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ لوگ قیام اللیل یعنی نماز تراویح میں شرکت کرتے ہیں۔ بارگاہ الہی میں سربسجود ہو کر دعا و مناجات کرتے ہیں تو بہ واستغفار کرتے ہیں اور اپنی بدکرداریوں اور سیاہ کاریوں کو معاف کرا کے جنت نعیم کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

لیکن ماہ رمضان کے اس روح پرور موسم میں بھی کچھ بد نصیب شریک پیدا کیے ہوتے ہیں جن کے شیطانی اعمال اور افعال خبیثہ میں رائی برابر بھی تبدیلی نہیں آتی۔ انوار و تجلیات کے اس مہینے میں بھی فسق و فجور کی تاریکی میں مستغرق اور بیکسی خواہشات کی تکمیل میں منہمک نظر آتے ہیں۔ رمضان کے دوران شرب خمر اور زنا و بدکاری جیسے

حرام افعال سے انجام دیتے ہیں۔ عبادت الہی سے یوں تہی دامن ہو چکے ہیں کہ انہیں اگر ایک لمحہ بھی انابت و رجوع الی اللہ میں گزارنے کے لیے کہا جائے تو انہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کسی سخت عذاب میں گرفتار کر دیے گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن پر رمضان جیسے بابرکت مہینے میں بھی رحمتیں نہیں بلکہ آسانی لعنتیں برسی ہیں۔ ان کے لیے برکت و جنت کے نہیں بلکہ غضب و عذاب کے دروازے صدا کھل رہے ہیں۔

یہ تو ان لوگوں کا حال تھا جو رمضان میں روزوں کے حکم کو کلی طور پر پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اور جو روزہ دار ہوتے ہیں ان میں سے بھی شاید ہی کچھ لوگ مراد کو سمجھتے ہوں وگرنہ اکثر تو دوران روزہ بھی ماہ رمضان کی قدروں کو پامال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ کھانے پینے سے روزہ رکھا ہے لیکن غیبت جیسی لعنت کے ذریعے اپنے مردہ بھائیوں کا خون اور گوشت کھایا جا رہا ہے۔ روزہ رکھا ہے لیکن جھوٹ، فریب، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے میں کوئی کسر روا نہیں رکھی جا رہی۔ دوران روزہ فلمیں، ڈرامے اور بے ہودہ فحش قسم کے پروگرام دیکھ کر ٹائم پاس کیا جا رہا ہے۔ سگریٹ نوشی اور نسوار کے ذریعے روزہ پکا کیا جا رہا ہے۔ خواتین روزے کی حالت میں بے حجاب میک اپ کر کے، خوشبو لگا کر سڑکوں، بازاروں اور شو پیگ سنٹرز میں غیر محرموں کے ساتھ برسر عام شعائر اسلام کا مذاق اڑاتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

خبردار! ایسے روزے کا کوئی فائدہ نہیں جو ہمیں پرہیز گاری کا سبق نہ دے جو ہمارے اندر تقویٰ و طہارت پیدا نہ کرے جو ہمیں صبر و پرہیز اور تکالیف و مصائب میں تحمل و برداشت کا عادی نہ بنائے جو ہمارے اندر نیکیوں کا جوش اور گناہوں سے بچنے کی قوت و صلاحیت پیدا نہ کرے اور جو ہماری کبھی خواہشات کو کچلنے میں مدد و معاون ثابت نہ ہو۔ بلکہ ایسا روزہ محض بھوک پیاس کا عذاب ہی ہے اس کے سوا اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا بھی ارشاد ہے کہ ”کتنے ہی روزہ دار ہیں جنہیں ان کے روزے سے بھوک اور پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا۔“

فرضیت عیام کی اصل حکمت انسانوں کو صبر و پرہیز کی مشق کرانا ہے جیسا کہ روزوں کے حکم کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے خود جامع مانع انداز میں فرمادیا کہ ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ یعنی روزوں کی فرضیت کا مقصد یہ ہے کہ تم تقویٰ و پرہیز اور صبر و تحمل کے خوگر بن جاؤ کیونکہ یہی پرہیز تمہاری نجات کا باعث ہے۔ ڈاکٹر حضرات کا یہ قول کہ (Prevention is better than cure) ”پرہیز علاج سے بہتر ہے۔“ ہم سب نے سنا ہے اور جو پرہیز ڈاکٹر بتلاتے ہیں ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ اس سے احتراز کریں۔ اور اگر کوئی پرہیز نہ کرے اور پھر بیمار ہو جائے تو اسے نہ صرف بد مزہ و کمزوری ادویات اپنے حلق سے نیچے اتارنا پڑتی ہیں بلکہ بعض اوقات تو علاج کی غرض سے اس کے اعضاء بدن کو چیز اچھاڑنا تک جاتا ہے۔

بعینہ رمضان بھی ہمیں پرہیز سکھانے آیا ہے۔ جیسے ہم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے پر حلال و پاک اشیاء سے دن

بہر قطع تعلق و بیزار رہتے ہیں اسی طرح اس کے منع کردہ تمام برے اعمال و سینات سے اجتناب کریں۔ لیکن اگر ہم اس پر ہیزی کی پالیسی کو نہیں اپنائیں گے تو جنت میں داخلے کے لیے علاج کروانا پڑے گا اور تصور کیجیے کیا وہ علاج کوئی برداشت کر پائے گا؟ کہ نرم و نازک انسان کو اپنی بد پرہیزی کا انجام بگھٹنے کے لیے اُس آگ میں ڈبو دیا جائے گا جو درجہ حرارت میں دنیاوی آگ سے سترگنا زیادہ سخت ہے۔ کھانے کے لیے گند اخون، ذرخون سے نکلنے والی پیپ، کانٹے دار جھاڑیاں اور پینے کو اُبلتا کھولتا ہوا پانی پیش کیا جائے گا۔ علاج کے بطور سب سے ہلکی سزا یہ ہوگی کہ انسان کو آگ کے جوتے پہنانے جائیں گے جن کی حرارت اس قدر شدید ہوگی کہ ان کی وجہ سے اس شخص کا دماغ یوں جوش مارے گا جیسے ہندیا چولہے پر جوش مارتی ہے۔ ساری زندگی عیش و آرام اور ناز و نعم میں رہنے والا صرف ایک مرتبہ آگ میں غوطہ کھانے کے بعد کہے گا اللہ کی قسم! میں نے دنیا میں کبھی کوئی بھلائی اور نعمت نہیں دیکھی۔ آگ نے بعض لوگوں کو کٹھنوں تک، بعض کو گھٹنوں تک، بعض کو کمر تک اور بعض کو گردن تک گھیر رکھا ہو گا۔ جہنمی کو اس قدر موٹا اور چوڑا کر دیا جائے گا کہ اس کے دونوں کندھوں کا درمیانی فاصلہ تیز رفتار سوار کے لیے تین دن کی مسافت ہوگی، اس کی داڑھ اُحد پہاڑ کے برابر ہوگی اور اس کی جلد کی موٹائی تین دن کی مسافت کے برابر ہوگی۔ یہ وہ علاج ہے جس کے بعد دنیا میں بد پرہیزی کرنے والا انسان جنت میں داخل ہو سکے گا بشرطیکہ مشرک نہ ہو۔ اب خود ہی سوچئے! کہ پرہیز بہتر ہے یا علاج؟

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ”قربانیوں کا گوشت اور خون اللہ تعالیٰ کو نہیں پہنچتا بلکہ تمہارے دلوں کا تقویٰ پہنچتا ہے۔“ جب قربانیوں کا گوشت اللہ کو نہیں پہنچتا تو ایسی بھوک پیاس کیسے پہنچے گی جس میں تقویٰ پرہیز شامل نہ ہو۔ بس یہی مقصد روزہ اور حکمت رمضان ہے جس نے اسے پالیا وہ جنت رفیع میں بلند درجات کا مالک بن گیا اور جس نے اسے نظر انداز کر دیا وہ ناکام و نامراد ہو گیا۔ [اعاذ اللہ منہ]

زیر نظر کتاب ”کتاب الصیام“ میں ہم نے مسائل روزہ پر مفصل بحث کرنے کی کوشش کی ہے۔ ”سلسلہ فقہ الحدیث“ کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث پر شیخ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق لگائی گئی ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔ قارئین کی سہولت کے لیے اس کتاب کی ابتداء میں بھی وہ ضروری اصطلاحات درج کر دی گئی ہیں جنہیں کتاب میں استعمال کیا گیا ہے۔ اردو عبارت نہایت سہل رکھنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ عام آدمی بھی اس سے بآسانی مستفید ہو سکے۔

اس واقعہ یہ ہے کہ کوئی بھی چیز بنانے والا جب پوری محنت و مشقت اور تگ و دو سے کوئی چیز بنا لیتا ہے تو سمجھتا ہے کہ اس سے بہتر اور کوئی چیز نہیں لیکن جب دوسروں کی نائدانہ نظر اس چیز پر پڑتی ہے تو مختلف قسم کے نقائص سامنے آتے ہیں جو بناتے وقت اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتے۔ اسی طرح کتاب ہذا کو بھی ہر قسم کے نقص سے پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے لیکن اگر قارئین پھر بھی اس میں علمی یا فنی حوالے سے کوئی نقص و سقم دیکھیں تو ضرور مطلع کریں تاکہ اس کی جلد از جلد تصحیح کی جاسکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو قبول عطا فرمائے اسے لوگوں کی ہدایت کا سرچشمہ بنائے اور راقم الحروف اور اس کے اہل و عیال اور تمام معاونین کے لیے باعث نجات بنائے۔ (آمین)

”وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب“

حافظ عمران ایوب لاہوری

کتبہ بتاریخ : 21 ستمبر 2004ء

بمطابق : 5 شعبان 1425ھ

فہرست

صفحہ نمبر	عنوانات
22	چند ضروری اصطلاحات بترتیب حروف تہجی
25	مقدمہ
26	روزے کب فرض ہوئے
26	روزے کی حکمت
29	روزے کے فوائد
31	عمد اُبلنا عذر روزہ چھوڑنے کا حکم
32	وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام
33	ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام
33	روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے
34	روزے کے برابر کوئی چیز نہیں
34	کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟
35	رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور
36	جوشادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

36	بے نماز کے روزے کا حکم	✽
40	صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم	✽

چاند دیکھنے کا بیان

43	ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے	✽
43	چاند دیکھنے کی دعا	✽
44	ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیندار مسلمان کی گواہی کافی ہے	✽
46	کیا ہلال شوال دیکھنے کے متعلق ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی؟	✽
47	اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہئیں	✽
48	مشکوٰۃ دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
48	اگر صرف ایک علاقے والے چاند دیکھیں	✽
49	اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے	✽
50	اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں	✽
51	ماہ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی	✽
52	اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے	✽

روزوں کی فرضیت کا بیان

53	رمضان کے روزے واجب ہیں	✽
55	روزہ ارکان اسلام میں سے ایک ہے	✽
55	روزے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے	✽

56	اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے	✽
57	ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت	✽

روزوں کی فضیلت کا بیان

60	روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے	✽
60	روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے	✽
61	روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوگا	✽
62	روزہ دار کے گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں	✽
63	رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں	✽
63	رمضان میں شیطان جکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟	✽
65	روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے	✽
66	روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے	✽
67	ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں	✽
67	روزِ قیامت روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا	✽
68	روزہ خیر کا دروازہ ہے	✽
68	ہزار مہینوں سے بہتر راتِ شب قدر ماہ رمضان میں ہی ہے	✽
69	نزولِ قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے	✽
70	رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے	✽
71	روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے	✽
72	افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں	✽

روزوں کے آداب کا بیان

73	روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے	✽
74	اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو	✽
74	نفل روزے کی نیت	✽
75	ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے	✽
76	نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے	✽
76	سحری کھانے میں برکت ہے	✽
77	سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے	✽
78	سحری کی فضیلت	✽
79	سحری کا وقت	✽
81	سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے	✽
83	کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت	✽
83	اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے	✽
83	روزے کے آداب	✽
84	روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے	✽
85	افطاری کا وقت	✽
87	اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو وہ کیا کرے؟	✽
91	افطاری کے وقت دعا کی قبولیت	✽
91	روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟	✽

92	افطاری کی دعا	✽
93	روزہ کھلوانے کا اجر	✽
93	روزہ افطار کرانے والے کو یہ دعائیں	✽

روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان

95	مبالغے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا	✽
97	تیل لگانا اور کنگھی کرنا	✽
98	خوشبو لگانا	✽
98	گرمی کی وجہ سے غسل کرنا	✽
99	حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا	✽
100	سینگی یا پچھنے لگوانا	✽
103	سرمد لگانا	✽
105	بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اُس کے لیے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو	✽
109	مسواک کرنا	✽
111	دورانِ روزہ ٹوٹھ پیسٹ کے استعمال کا حکم	✽
111	ہنڈیا کا زائقہ چکھنا	✽
112	تھوک نگلنا	✽
112	اگر روزہ دار کے حلق میں کبھی چلی جائے	✽
113	ناک میں دوا ڈالنا	✽
113	مہندی لگانا اور میک اپ کرنا	✽

روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

114	روزے میں وصال کرنا	✿
116	جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا	✿
117	لغو رفت اور جہالت کی باتیں کرنا	✿
118	مباحثہ سے ناک میں پانی چڑھانا	✿
118	جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا	✿

روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان

120	جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✿
120	اگر کوئی بھول کر کھاپی لے	✿
122	جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✿
123	جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہوگا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟	✿
124	اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے	✿
124	عمداً توڑنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✿
125	جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پختہ بار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے	✿
126	کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟	✿
126	کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے	✿
127	اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے	✿
127	اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے	✿

128	اگر ہم بستری کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟	✽
129	دوران روزہ احتلام اور منی کا حکم	✽
129	حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے	✽
130	کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟	✽
131	کیا دوران روزہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽
132	کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟	✽
133	کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟	✽
133	کیا نکیسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟	✽
133	کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟	✽
134	کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟	✽
134	کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽
134	کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟	✽

روزوں کی قضاء کا بیان

135	جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضاء یا ضروری ہے	✽
135	مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے	✽
140	کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟	✽
140	حاملہ اور مرضہ کے روزے کا حکم	✽
140	اگر مرنے والے پر قضاء کے روزے ہوں	✽
143	میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم	✽

144	ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی وہ کیا کرے؟	✽
146	رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟	✽
148	رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے	✽
149	کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضا دے گا؟	✽
150	حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضا دے	✽
151	حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟	✽
153	نفل روزوں کی قضا ادا کرنا ضروری نہیں	✽
155	اگر کوئی کا فر ماہ رمضان میں مسلمان ہو	✽
155	اکیلے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضا کا کیا حکم ہے؟	✽

نفل روزوں کا بیان

156	شوال کے چھ روزے	✽
157	کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟	✽
157	ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سو مواری اور جمعرات کا روزہ	✽
158	عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟	✽
159	یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ	✽
159	حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ	✽
161	ماہ محرم کے روزے	✽
161	یوم عاشوراء کا روزہ	✽
162	یوم عاشوراء کے روزے کی ابتدا اور مقصد	✽

163	یوم عاشورا کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟	✽
164	یوم عاشوراء میں کھانے پکانا، خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کیسا ہے؟	✽
165	ماہ شعبان کے روزے	✽
166	نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے	✽
166	سوموار اور جمعرات کا روزہ	✽
168	ایام بیض کے روزے	✽
170	ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا	✽
170	راہ جہاد میں روزہ رکھنا	✽
171	ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ	✽
172	نفل روزہ انسان جب چاہے افطار کر سکتا ہے	✽
174	عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفل روزہ رکھنا جائز نہیں	✽
176	حرام مہینوں اور ماہِ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں	✽
177	نفل روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں	✽
177	کیا فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھے جاسکتے ہیں؟	✽

جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

178	عمیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے	✽
179	عمیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم	✽
179	ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے	✽
180	حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم	✽

181	استقبالِ رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا	✽
181	بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا	✽
181	خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی نطفی روزہ نہ رکھے	✽
183	ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
184	جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
185	فرض روزے کے علاوہ صرف ہفتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے	✽
186	مشکوٰۃ دن روزہ رکھنا	✽
186	روزے میں وصال کرنا	✽

نماز تراویح کا بیان

187	نماز تراویح کی فضیلت	✽
187	نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ	✽
190	عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں	✽
191	نماز تراویح کا وقت	✽
192	نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد	✽
194	نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے	✽
194	قیامِ رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت	✽
194	تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں	✽
195	نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟	✽
195	مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟	✽

196

چند ضروری مسائل

اعتکاف کا بیان

197	اعتکاف کے لیے نیت	✽
197	اعتکاف کا حکم	✽
199	ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے	✽
200	اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے	✽
201	اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں	✽
201	اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے	✽
202	کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟	✽
203	خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں	✽
204	خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی	✽
204	خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم	✽
204	آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے	✽
205	اعتکاف کرنے والا معتکف میں کب داخل ہو؟	✽
205	اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے	✽
207	اعتکاف کی کم از کم مدت	✽
207	اعتکاف کی جگہ میں چار پائی اور بستر بھی رکھا جاسکتا ہے	✽
208	دوران اعتکاف معتکف کے لیے کیا مستحب ہے؟	✽
208	بیوی کا مسجد میں آنا شوہر کے سر میں کنگھی کرنا	✽

209	اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھو سکتا ہے	✽
209	اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے	✽
209	کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟	✽
210	اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے	✽
210	دوران اعتکاف ممنوع افعال	✽
211	اعتکاف باطل کر دینے والے افعال	✽

شب قدر کا بیان

214	شب قدر کی فضیلت	✽
214	قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے	✽
215	قدر کی رات کونسی ہے؟	✽
217	شب قدر نامعلوم ہونے کا سبب	✽
218	شب قدر کی علامات	✽
218	شب قدر کی مخصوص دعا	✽
219	قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت	✽

فضائل قرآن کا بیان

220	قرآن کے ایک حرف کے بولے دس نیکیوں کا اجر	✽
220	قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا	✽
221	تلاوت قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں	✽

222	صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے	✽
222	قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا	✽
222	حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا	✽
223	قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے	✽
223	قرآن تو مومن کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے	✽
223	قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت	✽

متفرق مسائل کا بیان

226	صدقۃ الفطر کے مسائل	✽
226	عیدین کے مسائل	✽
228	قربانی کے مسائل	✽



چند ضروری اصطلاحات بہ ترتیب حروف تہجی

(1)	اجتہاد	شرعی احکام کے علم کی تلاش میں ایک مجتہد کا استنباط احکام کے طریقے سے اپنی بھرپور ذہنی کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے۔
(2)	اجماع	اجماع سے مراد نبی ﷺ کی وفات کے بعد کسی خاص دور میں (امت مسلمہ کے) تمام مجتہدین کا کسی دلیل کے ساتھ کسی شرعی حکم پر متفق ہو جانا ہے۔
(3)	بخسان	قرآن سنت یا اجماع کی کسی نوئی دلیل کی وجہ سے قیاس کو چھوڑ دینا۔ اس کے علاوہ بھی اس کی مختلف تعریفیں کی گئی ہیں۔
(4)	اصحاب	شرعی دلیل نہ ملنے پر مجتہد کا اصل کو پکڑ لینا اصحاب کہلاتا ہے۔ واضح رہے کہ تمام نفع بخش اشیاء میں اصل اباحت ہے اور تمام ضرر رساں اشیاء میں اصل حرمت ہے۔
(5)	اصل	اصول کا واحد ہے اور اس کے پانچ معانی ہیں۔ (1) دلیل (2) قاعدہ (3) بنیاد (4) راجح بات (5) حالت مستحضر۔
(6)	امام	کسی بھی فن کا معروف عالم جیسے فن حدیث میں امام بخاری اور فن فقہ میں امام ابوحنیفہ۔
(7)	آحاد	خبر واحد کی جمع ہے۔ اس سے مراد ایسی حدیث ہے جس کے راویوں کی تعداد متواتر حدیث کے راویوں سے کم ہو۔
(8)	آثار	ایسے اقوال اور افعال جو صحابہ کرام اور تابعین کی طرف منقول ہوں۔
(9)	اطراف	وہ کتاب جس میں ہر حدیث کا ایسا حصہ لکھا گیا ہو جو باقی حدیث پر دلالت کرتا ہو مثلاً تخریج الاشراف از امام مزنی وغیرہ۔
(10)	اجزاء	اجزاء تخریج کی جمع ہے۔ اور جزء اس چھوٹی کتاب کو کہتے ہیں جس میں ایک خاص موضوع سے متعلق بالاتیجاب احادیث جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہو مثلاً جزء رفع الیدین از امام بخاری وغیرہ۔
(11)	اربعین	حدیث کی وہ کتاب جس میں کسی بھی موضوع سے متعلق چالیس احادیث ہوں۔
(12)	باب	کتاب کا وہ حصہ جس میں ایک ہی نوع سے متعلق مسائل بیان کیے گئے ہوں۔
(13)	تعارض	ایک ہی مسئلہ میں دو مخالف احادیث کا جمع ہو جانا تعارض کہلاتا ہے۔
(14)	ترجیح	یا ہم مخالف دلائل میں سے کسی ایک کو ثبوت کے لیے زیادہ مناسب قرار دے دینا ترجیح کہلاتا ہے۔
(15)	جائز	ایسا شرعی حکم جس کے کرنے اور چھوڑنے میں اختیار ہو۔ مباح اور طلال بھی اسی کو کہتے ہیں۔
(16)	جامع	حدیث کی وہ کتاب جس میں مکمل اسلامی معلومات مثلاً عقائد، عبادات، معاملات، تفسیر، سیرت، مناقب، فتن اور روزِ محشر کے احوال وغیرہ سب جمع کر دیا گیا ہو۔
(17)	حدیث	ایسا قول، فعل اور تقریر جس کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کی گئی ہو۔ سنت کی بھی یہی تعریف ہے۔ یاد رہے کہ تقریر سے مراد آپ ﷺ کی طرف سے کسی کام کی اجازت ہے۔
(18)	حسن	جس حدیث کے راوی حافظے کے اعتبار سے صحیح حدیث کے راویوں سے کم درجے کے ہوں۔
(19)	حرام	شارع علیہ السلام نے جس کام سے لازمی طور پر بچنے کا حکم دیا ہو نیز اس کے کرنے میں گناہ ہو جبکہ اس سے اجتناب میں ثواب ہو۔
(20)	خبر	خبر کے متعلق تین اقوال ہیں۔ (1) خبر حدیث کا ہی دوسرا نام ہے۔ (2) حدیث وہ ہے جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور خبر وہ ہے جو کسی اور سے منقول ہو۔ (3) خبر حدیث سے عام ہے یعنی اس روایت کو بھی کہتے ہیں جو نبی ﷺ سے منقول ہو اور اس کو بھی کہتے ہیں جو کسی اور سے منقول ہو۔

(21)	راج	ایسی رائے جو دیگر آراء کے بالمقابل زیادہ صحیح اور اقرب الی الحق ہو۔
(22)	سنن	حدیث کی وہ کتب جن میں صرف احکام کی احادیث جمع کی گئی ہوں مثلاً سنن نسائی، سنن ابن ماجہ اور سنن ابی داؤد وغیرہ۔
(23)	سد الذرائع	ان مباح کاموں سے روک دینا کہ جن کے ذریعے ایسی ممنوع چیز کے ارتکاب کا واضح اندیشہ ہو جو سدا و خرابی پر مشتمل ہو۔
(24)	شریعت	قرآن و سنت کی صورت میں اللہ تعالیٰ کے مقرر کیے ہوئے احکامات۔
(25)	شارع	شریعت بنانے والا یعنی اللہ تعالیٰ اور مجازی طور پر اللہ کے رسول ﷺ پر بھی اس کا اطلاق کیا جاتا ہے۔
(26)	شاذ	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ایک ثقہ راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی ہو۔
(27)	صحیح	جس حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے تمام راوی ثقہ و یانت دار اور قوت حافظہ کے مالک ہوں۔ نیز اس حدیث میں شذوذ اور کوئی خفیہ خرابی بھی نہ ہو۔
(28)	صحیحین	صحیح احادیث کی دو کتابیں یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم۔
(29)	صحاح ستہ	معروف حدیث کی چھ کتب یعنی بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ۔
(30)	ضعیف	ایسی حدیث جس میں نہ تو صحیح حدیث کی صفات پائی جائیں اور نہ ہی سن حدیث کی۔
(31)	عرف	عرف سے مراد ایسا قول یا فعل ہے جس سے معاشرہ مانوس ہو یا اس کا عادی ہو یا اس کا ان میں رواج ہو۔
(32)	علت	علم فقہ میں علت سے مراد وہ چیز ہے جسے شارع علیہ السلام نے کسی حکم کے وجود اور عدم میں علامت مقرر کیا ہو جیسے نشہ حرمت شراب کی علت ہے۔
(33)	علت	علم حدیث میں علت سے مراد ایسا خفیہ سبب ہے جو حدیث کی صحت کو نقصان پہنچاتا ہو اور اسے صرف فن حدیث کے ماہر علماء ہی سمجھتے ہوں۔
(34)	فقہ	ایسا علم جس میں ان شرعی احکام سے بحث ہوتی ہو جن کا تعلق عمل سے ہے اور جن کو تفصیلی دلائل سے حاصل کیا جاتا ہے۔
(35)	فقیہ	علم فقہ جاننے والا بہت سمجھ دار شخص۔
(36)	فصل	باب کا ایسا جزء جس میں ایک خاص موضوع سے متعلقہ مسائل مذکور ہوں۔
(37)	فرض	شارع علیہ السلام نے جس کام کو لازمی طور پر کرنے کا حکم دیا ہو نیز اسے کرنے پر ثواب اور نہ کرنے پر گناہ ہو مثلاً نماز روزہ وغیرہ۔
(38)	قیاس	قیاس یہ ہے کہ فرع (ایسا مسئلہ جس کے متعلق کتاب و سنت میں حکم موجود نہ ہو) کو حکم میں اصل (ایسا حکم جو کتاب و سنت میں موجود ہو) کے ساتھ اس وجہ سے ملا لینا کہ ان دونوں کے درمیان علت مشترک ہے۔
(39)	کتاب	کتاب مستقل حیثیت کے حامل مسائل کے مجموعے کو کہتے ہیں، خواہ وہ کئی انواع پر مشتمل ہو یا نہ ہو مثلاً کتاب الطہارۃ وغیرہ۔
(40)	مستحب	ایسا کام جسے کرنے میں ثواب ہو جبکہ اسے چھوڑنے میں گناہ نہ ہو مثلاً سواک وغیرہ۔ یاد رہے کہ علم فقہ میں مندوب، نفل اور سنت اسی کو کہتے ہیں۔
(41)	سکرہ	جس کام کو نہ کرنا اسے کرنے سے بہتر ہو اور اس سے بچنے پر ثواب ہو جبکہ اسے کرنے پر گناہ نہ ہو مثلاً کثرت سوال وغیرہ۔
(42)	مجتہد	جس شخص میں اجتہاد کا ملکہ موجود ہو یعنی اس میں فقہی مآخذ سے شریعت کے عملی احکام مستنبط کرنے کی پوری قدرت موجود ہو۔

(43)	مصالح مرسلہ	یہ ایسی مصلحت ہے کہ جس کے متعلق شارع بلائے سے کوئی ایسی دلیل نہ ملتی ہو جو اس کے معتبر ہونے یا اسے لغو کرنے پر دلالت کرتی ہو۔
(44)	موقف	کسی مسئلہ میں کسی عالم کی ذاتی رائے جسے اس نے دلائل کے ذریعے اختیار کیا ہو۔
(45)	مسک	اس کی بھی وہی تعریف ہے جو موقف کی ہے لیکن یہ لفظ مختلف مکاتب فکر کی نمائندگی کے لیے معروف ہو چکا ہے مثلاً حنفی مسک وغیرہ۔
(46)	مذہب	لغوی طور پر اس کی بھی وہی تعریف ہے جو مسک کی ہے لیکن عوام میں یہ لفظ بن (جیسے مذہب عیسائیت وغیرہ) اور فرقہ (جیسے حنفی مذہب وغیرہ) کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔
(47)	مراجع	وہ کتابیں جن سے کسی کتاب کی تیاری میں استفادہ کیا گیا ہو۔
(48)	متواتر	وہ حدیث جسے بیان کرنے والے راویوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہو کہ ان سب کا جھوٹ پر جمع ہو جانا عقلاً محال ہو۔
(49)	مرفوع	جس حدیث کو نبی ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(51)	موقوف	جس حدیث کو صحابی کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(52)	مقطوع	جس حدیث کو تابعی یا اس سے کم درجے کے کسی شخص کی طرف منسوب کیا گیا ہو خواہ اس کی سند متصل ہو یا نہ۔
(53)	موضوع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کسی من گھڑت خبر کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا گیا ہو۔
(54)	مرسل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں کوئی تابعی صحابی کے واسطے کے بغیر رسول اللہ ﷺ سے روایت کرے۔
(55)	معلق	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس میں ابتدائے سند سے ایک یا سارے راوی ساقط ہوں۔
(56)	معطل	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کے درمیان سے اکٹھے دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں۔
(57)	منقطع	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کی سند کی بھی جسے منقطع ہو یعنی متصل نہ ہو۔
(58)	متروک	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کے کسی راوی پر جھوٹ کی تہمت ہو۔
(59)	منکر	ضعیف حدیث کی وہ قسم جس کا کوئی راوی ناسبق، بدعتی، بہت زیادہ غلطیاں کرنے والا یا بہت زیادہ غفلت برتنے والا ہو۔
(60)	مشد	حدیث کی وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی احادیث کو الگ الگ جمع کیا گیا ہو مثلاً مسند شافعی وغیرہ۔
(61)	مستدرک	ایسی کتاب جس میں کسی محدث کی شرائط کے مطابق ان احادیث کو جمع کیا گیا ہو جنہیں اس محدث نے اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا مثلاً مستدرک حاکم وغیرہ۔
(62)	مستخرج	ایسی کتاب جس میں مصنف نے کسی دوسری کتاب کی احادیث کو اپنی سند سے روایت کیا ہو مثلاً مستخرج ابویوسف الاصبہانی وغیرہ۔
(63)	مجم	ایسی کتاب جس میں مصنف نے اپنے اساتذہ کے ناموں کی ترتیب سے احادیث جمع کی ہوں مثلاً مجمع کبیر از طبرانی وغیرہ۔
(64)	نسخ	بعد میں نازل ہونے والی دلیل کے ذریعے پہلے نازل شدہ حکم کو ختم کر دینا فتح کہلاتا ہے۔
(65)	واجب	واجب کی تعریف وہی ہے جو فرض کی ہے جمہور فقہاء کے نزدیک ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ البتہ حنفی فقہاء اس میں یہ فرق کرتے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مُقَدِّمَةٌ

لعوی وضاحت: لَفْظِ صِيَامِ بَابِ صَامَ يَصُومُ (نصر) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”روزہ رکھنا اور رُک جانا (یعنی کھانے پینے بولنے، جماع کرنے یا چلنے سے رُک جانا سب اس میں شامل ہیں)۔“ (۱)

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں حضرت مریم علیہا السلام کے متعلق خبر دی ہے کہ ﴿ اِنْسِي نَذْرَتِ لِسِرِّ حُمْنِ صَوْمًا ﴾ [مریم: ۲۶] ”بے شک میں نے رُحْمٰن کے لیے روزے کی نذر مانی ہے۔“ اور روزے سے ان کی مراد کلام سے خاموشی تھی۔ جیسا کہ اسی آیت کا اگلا حصہ اس کی وضاحت کرتا ہے کہ ﴿ فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴾ ”میں (نے) روزہ رکھا ہے لہذا میں (آج) کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔“ (۲)

شرعی تعریف: (حافظ ابن حجر، امام نووی) مخصوص شرائط کے ساتھ مخصوص ایام میں، مخصوص اشیاء (یعنی کھانے پینے، فسق و فجور کے ارتکاب اور دن میں جماع کرنے) سے رُک جانا روزہ ہے۔

(حنا بلہ) مخصوص اشیاء سے رُک جانا روزہ ہے۔

(مالکیہ) سارا دن (یعنی طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ایک خاص) نیت کے ساتھ بیٹ اور شرمگاہ کی شہوت و خواہش سے رُک رہنا روزہ ہے۔

(حنفیہ) مخصوص اسماک کا نام روزہ ہے اور وہ یہ ہے کہ مخصوص صفت کے ساتھ تین روزہ توڑنے والی اشیاء سے رُک رہنا۔

(شافعیہ) مخصوص نیت کے ساتھ ایسے مکمل دن میں جو روزے کے قابل ہو (یعنی اس میں روزہ ممنوع نہ ہو مثلاً

(۱) [القاموس المحيط (ص ۱۰۲۰/۱) المنجد (ص ۴۷۶) غریب الحدیث (۳۲۵/۱)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲/۲۶۸)]

عیدین، ایام تشریق اور شکر کا دن وغیرہ) روزہ توڑنے والی چیز سے رُکے رہنا روزہ ہے۔ (۱)
 (ابن کثیر) روزہ خالص اللہ عزوجل کی (رضامندی کی) نیت کے ساتھ کھانے پینے اور جماع و ہم بستری سے
 رکنے کا نام ہے۔ (۲)

روزے کب فرض ہوئے

روزے دو ہجری میں فرض کیے گئے اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں نو برس ماہ رمضان کے روزے رکھے۔
 امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ

رسول اکرم ﷺ نے نو رمضان المبارک کے روزے رکھے، اس لیے کہ ہجرت کے دوسرے سال
 شعبان میں رمضان المبارک کے روزے فرض ہوئے تھے اور نبی کریم ﷺ گیارہ ہجری ربیع الاول کے مہینے
 میں فوت ہوئے تھے۔ (۳)

امام شوکانیؒ رقمطراز ہیں کہ

رمضان کے روزے دوسری صدی ہجری میں فرض کیے گئے۔ (۴)

روزے کی حکمت

اولاً ہمیں یہ علم ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے مختلف اچھے اچھے نام ہیں۔ ان میں سے ایک نام حکیم بھی ہے
 جو کہ حکمت اور حکم سے مشتق ہے۔ چونکہ حکم بھی اللہ تعالیٰ کا ہی ہے لہذا اس کے تمام احکام بھی نہایت پر حکمت
 ہیں۔ تمام احکامات کے پر حکمت ہونے کے باوجود بعض اوقات ہمیں اس کی حکمت کا علم ہوتا ہے اور بعض اوقات
 ہماری عقلیں اس کی حکمت کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ کچھ حکمتوں کا ہمیں علم ہوتا
 ہے اور بہت ساری حکمتیں ہم پر مخفی ہی رہتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ فرض کرتے ہوئے اس کی حکمت کا بھی ذکر فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾

[البقرة: ۱۸۴]

(۱) [فتح الباری (۵۹۲/۴) شرح مسلم للنووی (۲۰۰/۴) سبیل السلام (۸۵۹/۲) مغنی المحتاج (۴۲۰/۱)]

[المجموع (۲۴۷/۶) الشرح الكبير بحاشية الدسوقي (۵۰۹/۱) المغنی (۱۸۶/۶) الکافی (۳۵۲/۱)]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۵/۱)]

(۳) [المجموع (۲۵۰/۶)]

(۴) [نبیل الأوطار (۱۵۱/۳)]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے“ تاکہ تم پر ہیروز گار بن جاؤ۔“

اس آیت سے معلوم ہوا کہ روزے کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ و پرہیزگاری حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔ اہل علم نے روزے کی مشروعیت کی مختلف حکمتیں بیان کی ہیں جو سب کی سب تقویٰ کی ہی خصلتیں ہیں، روزہ دار کو متنبہ کرنے کی غرض سے ان میں سے چند ایک کا بیان حسب ذیل ہے:

(1) روزہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ روزہ نام ہے کھانا پینا ترک کرنے کا اور کھانا پینا اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔ لہذا اس سے کچھ دیر کے لیے رک جانا اس کی قدر و قیمت معلوم کرتا ہے۔ پھر انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے پر راغب ہوتا ہے۔

(2) روزے سے شہوات پر قابو پایا جاتا ہے۔ کیونکہ جب انسان سیر ہو اور اس کا پیٹ بھرا ہوا ہو تو اسے شہوت کی تمنا ہوتی ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو خواہشات و شہوات سے اجتناب کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔“

(3) روزہ حرام اشیاء سے اجتناب کا ذریعہ ہے کیونکہ انسان جب رضائے الہی کے حصول کے لیے حلال اشیاء ترک کر دینے پر تیار ہو جاتا ہے تو حرام اشیاء ترک کر دینے پر بالاولیٰ تیار ہوگا۔ اس طرح روزہ انسان کے لیے حرام کاموں سے بچنے کا وسیلہ بنتا ہے۔

(4) روزہ انسان کو اس ایمان و یقین پر تیار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر لمحہ اس کی نگہبانی و نگرانی کر رہا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان قدرت و طاقت کے باوجود اپنی خواہشات اور حلال اشیاء ترک کر دیتا ہے کیونکہ اسے یہ یقین محکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے۔

(5) روزہ فقراء و مساکین پر شفقت و رحمت اور نرمی کرنے کا باعث ہے۔ کیونکہ جب انسان کچھ دیر کے لیے بھوکا رہتا ہے تو پھر اسے ان لوگوں کی حالت کا احساس ہوتا ہے جنہیں ہر وقت کھانا نصیب نہیں ہوتا۔ اس طرح وہ شخص غرباء کی اعانت ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

(6) روزہ شیطان کو غم و غصہ دلانے اور اس کی کمزوری ثابت کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ روزے سے شیطان کے وسوسے بھی کم ہو جاتے ہیں، جس بنا پر معاصی اور گناہ و جرائم بھی کم ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان انسان

میں خون کی طرح گردش کرتا ہے تو روزے کی وجہ سے یہ گردش والی جگہیں تنگ پڑ جاتی ہیں جس سے وہ کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نفور بھی کم ہوتا ہے۔

(ابن تیمیہؒ) بلاشبہ کھانے پینے کی وجہ سے خون پیدا ہوتا ہے اس لیے جب کھایا یا پیا جائے تو شیطان کی گردش کی جگہوں میں وسعت پیدا ہو جاتی ہے جو کہ خون ہے۔ اور جب روزہ رکھا جائے تو شیطان کی گردش والی جگہیں تنگ ہو جاتی ہیں جس کی وجہ سے دل اچھائی اور بھلائی کے کاموں پر آمادہ ہوتا ہے اور برائی کے کام ترک کر دیتا ہے۔ (۱)

(7) روزے کے ذریعے مسلمان کثرت کے ساتھ اطاعت کے کام بجالانے کا عادی بن جاتا ہے۔ کیونکہ روزہ دار دوران روزہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دیتا ہے لہذا وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔
(8) روزہ انسان میں دنیاوی خواہشات و لذات سے زہد پیدا کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس موجود اجر و ثواب حاصل کرنے کی رغبت پیدا کر دیتا ہے۔

مندرجہ بالا سطور میں روزے کی چند ایک حکمتیں بیان کی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت ساری روزے کی حکمتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں روزے کے مقاصد کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (۲)
(شیخ ابن عثیمینؒ) جب ہم اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پڑھتے ہیں کہ ”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے“ تاکہ تم پر ہیبرگار بن جاؤ۔“ تو ہمیں روزوں کی فرضیت کی حکمت کا علم ہوتا ہے کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ ہے۔ تقویٰ محرمات کو ترک کرنے کا نام ہے اور تقویٰ کا اطلاق منظورات کو ترک کرنے اور مامور بہ اشیاء پر عمل کرنے پر ہوتا ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مصلحت، ان کے نفوس کی تہذیب اور انہیں بشری کمال تک پہنچانے کے لیے ماہ رمضان کے روزے فرض کیے ہیں۔ روزے میں کھانے پینے وغیرہ جیسی اشیاء سے رکتا ہے۔ اس سے خواہشات کے برخلاف نفس کی مشق ہوتی ہے دوران روزہ ممنوع شہوات پر غلبہ پانے کے لیے تعاون ملتا ہے اور یہ چیز نفس کو اخلاق فاضلہ اپنانے کے لیے تیار کرتی ہے۔ (۴)

(۱) [ملخصاً: مجموع الفتاویٰ (۲۵/۲۴۶)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تفسیر سعدی (ص ۱۱۶/۱) حاشیہ ابن قاسم علی الروض المرعب (۳۴۴/۱۳)]

[الموسوعة الفقیة (۲۸/۹)]

(۳) [فتاویٰ أركان الإسلام (ص ۴۵۱)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۸۶/۱۰)]

روزے کے فوائد

(ابن شہین) روزے میں اجتماعی فوائد بھی ہیں مثلاً لوگوں میں شعور پیدا ہوتا ہے کہ وہ ایک امت ہیں وہ (سب) ایک وقت میں کھاتے ہیں اور ایک ہی وقت میں روزہ رکھتے ہیں۔ روزے سے امیر آدمی کو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا احساس ہوتا ہے اور پھر وہ فقیر سے نرم رویہ اختیار کرتا ہے۔ (۱)

روزے کے اخروی فوائد و فضائل تو آئندہ باب ”روزوں کی فضیلت کا بیان“ کے تحت آئیں گے۔ تاہم اس کے دنیاوی و مادی فوائد کے متعلق ایک روایت میں ہے کہ ﴿صوموا تصحوا﴾ ”روزے رکھو تندرست ہو جاؤ گے۔“ (۲)

عصر حاضر کی جدید سائنسی تحقیق یہ کہتی ہے کہ جسم انسانی پر سال بھر میں لازماً کچھ وقت ایسا آنا چاہیے جس میں اس کا معدہ کچھ دیر فارغ رہے۔ کیونکہ مسلسل کھاتے رہنے سے معدے میں مختلف قسم کی رطوبتیں پیدا ہو جاتی ہیں جو آہستہ آہستہ زہر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ لیکن روزے سے یہ رطوبتیں اور ان سے پیدا ہونے والے کئی مہلک امراض ختم ہو جاتے ہیں اور نظام انہضام پہلے سے قوی تر ہو جاتا ہے۔

روزہ جہاں جسمانی زندگی کو نئی روح اور توانائی بخشتا ہے وہاں اس سے بے شمار معاشی پریشانیاں بھی دور ہوتی ہیں۔ کیونکہ جب امراض کم ہوں گے تو ہسپتال بھی کم ہوں گے اور ہسپتالوں کا کم ہونا پُر سکون معاشرے کی علامت ہے۔ بعض اہل علم کا یہ بھی کہنا ہے کہ جسم کو گرم اور متحرک رکھنے کے لیے زیادہ سے زیادہ روزے رکھنا انتہائی مفید ہے۔ روزہ شوگر ڈول اور معدے کے مریضوں کے لیے نہایت مفید ہے اور مشہور ماہر نفسیات سگمنڈ ٹرائیڈ کا کہنا ہے کہ روزے سے دماغی اور نفسیاتی امراض کا کلی خاتمہ ہو جاتا ہے۔ (۳)

ڈاکٹر عبدالحمید دیان (Abdul-Hamid Dian) اور ڈاکٹر احمد قاراقرز (Ahmad Qara Quz)

اپنے ایک آرٹیکل "Medicine in the Glorious Qur'an" میں لکھتے ہیں کہ

Fasting has been found to be an effective treatment for physical, psychological and emotional disorders of human. It helps a person to firm up his will, cultivate and refine his taste and manners.

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۱۷/۲)]

(۲) [الدر المنثور للسيوطی (۱۸۲/۱) الترغیب والترہیب للمنذری (۸۳/۲) یہ روایت حسن درجہ کی ہے۔] [الترغیب والترہیب محقق (۹۰/۲)] امام بیہقی نے کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [مجمع

الزوائد (۱۸۰/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: سنت نبوی اور جدید سائنس (۱۶۲/۱)]

Strengthen his conviction of doing good, avoid controversy, petulance and rashness, which all contribute towards a sane and healthy personality. Besides promotion, resistance and ability to face hardships and endurance, fasting reflects on outward physical appearance by cutting out gluttony and getting rid of excess fat. The benefits of fasting on health do not stop there but are instrumental in alleviating a number of physical diseases, including those of the digestive systems, such as chronic stomachache, inflammation of the colon, liver diseases, indigestion, and conditions such as obesity, arteriosclerosis, high blood pressure, asthma, diphtheria and many other maladies. Fasting hastens the destruction of the decaying tissues of the body by means of hunger, and then builds new tissues through nutrition.

”روزہ انسان کی جسمانی، نفسیاتی اور جذباتی بیماریوں کے لیے موثر علاج ہے۔ یہ آدمی کی مستقل مزاجی کو بڑھاتا ہے اس کی تربیت کرتا ہے اور اس کی پسند اور عادات کو شاندار بنانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ روزہ انسان کو طاقتور بناتا ہے اور اس کے اچھے اعمال کو پختہ عزم دیتا ہے۔ تاکہ وہ لڑائی و فسادات کے کاموں، پڑھنے پڑھنے اور جلد بازی کے کاموں سے اجتناب کر سکے۔ یہ تمام چیزیں مل کر اس کو ہوشیار اور صحت مند انسان بناتی ہیں۔ علاوہ ازیں روزہ اس کی ترقی، قوت، مدافعت اور قابلیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کرتا ہے تاکہ وہ مشکل حالات کا سامنا کر سکے۔ روزہ انسان کو کم کھانے کا عادی بناتا ہے اور اس کے موٹاپے کو کنٹرول کرتا ہے جس سے اس کی شکل و شہادت میں نکھار پیدا ہو جاتا ہے۔“

روزے کی وجہ سے انسان کی صحت پر جو اثرات و فوائد مرتب ہوتے ہیں وہ یہیں ختم نہیں ہوتے بلکہ روزہ انسان کو بہت سی مہلک بیماریوں سے بھی محفوظ رکھتا ہے جن میں اہم و قابل ذکر نظام انہضام کی بیماریاں ہیں مثلاً معدے کا پرانا درد، معدے کی جلن، جگر کی بیماریاں، بدہضمی وغیرہ۔ علاوہ ازیں موٹاپا، بلڈ پریشر، دمہ، خناق اور ان جیسی دیگر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ روزے کی حالت میں بھوک کی وجہ سے انسان کے جسم میں موجود خون کے خراب خلیوں کے ٹوٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے اور ان کی جگہ خون کے نئے خلیے بنا شروع ہو جاتے ہیں۔“

ڈاکٹر شاہد اطہر (Shahid Athar) جو کہ امریکہ کی ایک یونیورسٹی ”انڈیانا یونیورسٹی سکول آف میڈیسن“ کے ایسوسی ایٹ پروفیسر ہیں وہ فوائد رمضان کے متعلق اپنے ایک آرٹیکل:

"The Spiritual and Health Benefits of Ramadan Fasting"

میں لکھتے ہیں کہ

Ramadan fasting would be an ideal recommendation for the treatment of mild to moderate and stable. In 1994 the first International Congress on "Health and Ramadan", held in Casablanca, entered 50 extensive studies on the medical ethics of fasting. While improvement in many medical conditions was noted; however, in no way did fasting worsen any patients' health. There are psychological effects of fasting as well. There is a peace and tranquility for those who fast during the month of Ramadan. Personal hostility is at a minimum, and the crime rate decreases.

”روزہ اُن لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو نرم مزاج، اعتدال پسند اور مثالی بنا چاہتے ہیں۔ 1994ء میں ایک بین الاقوامی کانفرنس ”رمضان اور صحت“ جو کہ ”کاسابلانکہ“ میں منعقد ہوئی۔ اس میں طبی حوالے سے روزے کی وسعت و پھیلاؤ کے بارے میں 150 اہم نکات پر روشنی ڈالی گئی۔ جس سے نظام طب کے حوالے سے بہت سے اچھے اثرات سامنے آئے حتیٰ کہ یہ چیز بھی سامنے آئی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے کسی بھی طریقے سے نقصان دہ نہیں ہے۔ جو لوگ روزہ رکھتے ہیں وہ اس میں سکون اور صبر و تحمل کا درس لیتے ہیں۔ روزہ کی حالت میں انسان کی نفسانی بیماریاں کم ہو جاتی ہیں اور انسان کئی اور دوسرے جرموں سے بچ جاتا ہے۔“

ڈاکٹر عزیز ی (Azizi) اور ڈاکٹر بیہنام (Behnam) جو کہ ”ایس، بی یونیورسٹی آف میڈیکل سائنس تہران (ایران)“ کے ”اینڈوکرائن ریسرچ سنٹر“ میں میڈیکل پروفیسر ہیں۔ وہ اپنے ایک آرٹیکل ”Ramadan Fasting and Diabetes“ میں بیان کرتے ہیں کہ

The bulk of literature indicates that fasting in Ramadan is safe for the majority of diabetics patients with proper education and diabetic management.

”اکثر و بیشتر مشاہدات کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ روزہ مریضوں کے لیے بہت مفید ہے بالخصوص شوگر کے مریضوں کے لیے۔“

عبدالاعذر روزہ چھوڑنے کا حکم

(ابن حجر ہیثمی) ایام رمضان میں سے کسی دن میں جماع وغیرہ کے ذریعے بلاعذر روزہ چھوڑنا یا روزہ توڑنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۱)

انہوں نے جن روایات سے استدلال کیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے

روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دین اسلام کی تین بنیادیں ہیں ﴿من ترك واحدة منهن فهو بها كافر حلال الدم، شهادة أن لا إله إلا الله، والصلاة المكتوبة، وصوم رمضان﴾ جس نے ان میں سے کسی ایک کو بھی اس کا انکار کرتے ہوئے چھوڑ دیا اسے قتل کرنا جائز ہے ”کلمہ کی شہادت“ فرض نماز اور رمضان کے روزے۔“ (۱)

علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ ”اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا، ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔“ (۲)

وقت افطار سے قبل جان بوجھ کر روزہ افطار کرنے والوں کا خوفناک انجام

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ﴿بينما أنا نائم أتاني رجلان فأخذوا بضبعي فأتيا بي جبلا وعرا فقالا: اصعد، فقلت: إني لا أطيقه، فقالا: إنا سنسهل لك فصعدت حتى إذا كنت في سواء الجبل إذا بأصوات شديدة، قلت: ما هذه الأصوات؟ قالوا: هذا عواء أهل النار، ثم انطلق بي فإذا أنا بقوم معلقين بعراقيهم مشققه أشداقهم تسيل أشداقهم دما، قال: قلت: من هؤلاء؟ قال: الذين يفترون قبل تحلة صومهم﴾

”ایک دفعہ میں سویا ہوا تھا کہ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے میرے دونوں بازوؤں کو پکڑا اور مجھے ایک پہاڑ پر لائے۔ اور ان دونوں نے کہا: اس پر چڑھو۔ میں نے کہا: میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا: ہم آپ کے لیے اسے آسان کر دیتے ہیں۔ پھر میں چڑھا حتیٰ کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا۔ وہاں میں نے سخت قسم کی آوازیں سنیں۔ میں نے دریافت کیا یہ آوازیں کسی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ یہ جہنمیوں کی چیخ و پکار ہے۔ پھر وہ مجھے لے کر کچھ آگے چلے۔ وہاں میں نے کچھ ایسے اُلٹے لٹکے ہوئے لوگ دیکھے جن کے منہ چیرے گئے تھے اور ان سے خون بہہ رہا تھا۔ میں نے کہا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو وقت افطار سے پہلے روزہ افطار کر لیا کرتے تھے۔“ (۳)

(۱) [مسند ابی یعلیٰ (۲۳۴۹/۴) حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔]

(۲) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث ۱۹۳۵) کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان]

(۳) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۰۵) کتاب الصوم: باب الترهیب من إفتار شیء من رمضان من غیر عذر

ابن خزیمہ (۱۹۸۶) ابن حبان (۷۴۴۸)]

(البانیؒ) یہ اس شخص کی سزا ہے جو روزہ رکھنے کے بعد افطاری سے قبل عدا یعنی جان بوجھ کر روزہ افطار کر دے۔ تو اب بتائیں کہ جو بالکل ہی روزہ نہ رکھے اس کی سزا کیا ہوگی؟ ہم اللہ تعالیٰ سے دنیا و آخرت کی بھلائی کے طلب گار ہیں۔ (۱)

ماہ رمضان پانے کے باوجود مغفرت حاصل نہ کرنے والے کا انجام

جس شخص کی زندگی میں ماہ رمضان آیا لیکن وہ اس میں اپنی بخشش نہ کر سکا وہ آگ میں جائے گا اور اس کے لیے ہلاکت و بربادی ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَعِدَ الْمَنْبِرَ فَقَالَ: آمِينَ - آمِينَ - آمِينَ - قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! إِنَّكَ صَعِدْتَ الْمَنْبِرَ فَقُلْتَ: آمِينَ - آمِينَ - آمِينَ - فَقَالَ إِنَّ جَبْرِيلَ أَنْانِي فَقَالَ: مَنْ أَدْرَكَ شَهْرَ رَمَضَانَ فَلَمْ يَغْفِرْ لَهُ فَدْخَلَ النَّارَ فَأَبْعَدَهُ اللَّهُ قُلَّ آمِينَ - فَقُلْتَ: آمِينَ﴾

”نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے اور کہا: آمین، آمین، آمین۔ صحابہ نے دریافت کیا اے اللہ کے رسول! آپ منبر پر چڑھے اور آپ نے کہا: آمین، آمین، آمین (اس کی کیا وجہ ہے؟)۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا: جس شخص کی زندگی میں رمضان المبارک کا مہینہ آیا اور وہ اس میں اپنی بخشش نہ کروا سکا تو وہ آگ میں داخل ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے آپ آمین کہیے۔ تو میں نے آمین کہہ دیا۔“ (۲)

روزہ جہنم سے بچنے کے لیے ڈھال ہے

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿الصِّيَامُ حَنْتَةٌ وَحَصْنٌ حَصِينٌ مِنَ النَّارِ﴾

”روزے (جہنم کی) آگ سے بچنے کے لیے ڈھال اور مضبوط قلعہ ہیں۔“ (۳)

(2) حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الصِّيَامُ حَنْتَةٌ يَسْتَجِنُ بِهَا الْعَبْدُ مِنَ النَّارِ﴾

(۱) [موارد الظمان للالبانی (۱۵۰۹)]

(۲) [حسن صحيح : صحيح الترغيب (۹۹۷) كتاب الصوم : باب الترغيب في صيام رمضان احتسابا وقيام

ليله سيما ليلة القدر ، ابن خزيمة (۱۸۸۸) ابن حبان (۲۳۷۸-الموارد)]

(۳) [حسن لغيره : صحيح الترغيب (۹۸۰) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا ، احمد (۴۰۲/۲)

بيهقي في شعب الإيمان (۳۵۷۱)]

”روزے ایسی ڈھال ہیں جن کے ذریعے آدمی (جہنم کی) آگ سے بچ سکتا ہے۔“ (۱)

روزے کے برابر کوئی چیز نہیں

حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿قلت يا رسول الله! مرنى بعمل قال: عليك بالصوم، فإنه لا عدل له، قلت يا رسول الله!

مرنبى بعمل قال: عليك بالصوم، فإنه لا عدل له، قلت يا رسول الله! مرنى بعمل، قال: عليك

بالصوم فإنه لا مثل له﴾

”میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ پھر میں نے کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں۔ میں نے پھر کہا اے اللہ کے رسول! مجھے کسی عمل کا حکم دیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا روزے رکھا کرو کیونکہ اس کی مثل کوئی چیز نہیں۔“ (۲)

کیا بچے روزہ رکھ سکتے ہیں؟

نابالغ بچوں پر روزہ فرض نہیں لیکن اگر ان کے والدین انہیں بچپن میں ہی مشق کرانے کے لیے اور عادی بنانے کے لیے اپنے ساتھ روزہ رکھواتے ہیں تو یہ بہتر ہے۔

حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ

﴿أرسل النبي ﷺ غداة عاشوراء إلى قري الأنصار: من أصبح مفطرا فليتم بقية يومه ومن

أصبح صائما فليصم، قالت: فكننا نصومه بعد ونصوم صبياننا ونجعل لهم اللعبة من العهن، فإذا

بكى أحدهم على الطعام أعطيناه ذاك حتى يكون عند الإفطار﴾

”عاشوراء کی صبح کو نبی کریم ﷺ نے انصار کے محلوں میں کھلا بھیجا کہ صبح جس نے کھاپی لیا ہو وہ دن کا باقی

حصہ (روزہ داروں کی طرح) پورا کرے اور جس نے کچھ کھایا یا نہ ہو وہ روزے سے رہے۔ ربیع نے کہا کہ پھر

بعد میں بھی (یعنی رمضان کے روزے کی فرضیت کے بعد) ہم اس دن روزہ رکھتے اور اپنے بچوں سے بھی

رکھواتے تھے۔ انہیں ہم اون کا ایک کھلونا دے کر بہلائے رکھتے۔ جب کوئی کھانے کے لیے روتا تو وہی دے

(۱) [حسن لغیرہ: صحیح الترغیب (۹۸۱) کتاب الصوم: باب الترغیب فی الصوم مطلقا، احمد (۳۹۶/۳)

بیہقی فی شعب الإيمان (۲۵۷۰)]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب (۹۸۶) کتاب الصوم: باب الترغیب فی الصوم مطلقا، ابن حزم (۱۸۸۸)

ابن حبان (۲۳۷۸۔الموارد)]

دیتے تھے کہ افطاری کا وقت ہو جاتا۔“ (۱)

(ابن حجر) اس حدیث میں دلیل ہے کہ بطور مشق بچوں سے روزہ رکھوانا مشروع ہے اگرچہ اس عمر میں وہ شرع کے مکلف نہیں ہیں۔ (۲)

(نووی) اس حدیث میں (دلیل ہے) کہ بچوں کو اطاعت کے کاموں کی مشق کرانا اور انہیں عبادات کی عادت ڈالنا (مستحب ہے) لیکن وہ مکلف نہیں ہوں گے۔ (۳)

(شیخ ابن شمیم) اگر کوئی بچہ ابھی بالغ نہ ہوا ہو تو اس پر روزے لازم نہیں لیکن اگر وہ بغیر کسی مشقت کے روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو تو پھر اسے روزے کا حکم دیا جاسکتا ہے اور صحابہ کرام بھی بچوں کو روزے رکھوایا کرتے تھے۔ (۴)

رمضان میں سخاوت اور قرآن کا دور

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير وكان أجود ما يكون، في رمضان حين يلقاه جبريل و كان جبريل عليه السلام يلقاه كل ليلة في رمضان حتى ينسلخ يعرض عليه النبي ﷺ القرآن فإذا لقيه جبريل عليه السلام كان أجود بالخير من الريح المرسلة﴾

”نبی کریم ﷺ سخاوت اور خیر کے معاملے میں سب سے زیادہ سخی تھے اور آپ ﷺ کی سخاوت اس وقت اور زیادہ بڑھ جاتی تھی جب جبرئیل علیہ السلام آپ سے رمضان میں ملاقات کرتے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے رمضان کی ہر رات میں ملتے تھے کہ رمضان گزر جاتا۔ نبی کریم ﷺ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن کا دور کرتے تھے۔ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ سے ملنے لگتے تو آپ چلتے ہوئے بھی زیادہ بھلائی پہنچانے میں سخی ہو جایا کرتے تھے۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۱۹۶۰) کتاب الصوم: باب صوم الصبیان، مسلم (۱۱۳۶) ابن حبان (۳۶۲۰) طبرانی کبیر

(۷۰۰/۲۴) شرح السنة للبلغوی (۱۷۸۳) بیہقی (۲۸۸/۴) احمد (۲۷۰۹۳)]

(۲) [فتح الباری (۲۰۱/۴)]

(۳) [شرح مسلم للنووی (۴۶۹/۴)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۶۲/۲)]

(۵) [بخاری (۱۹۰۲) کتاب الصوم: باب أجود ما كان النبي ﷺ يكون في رمضان، مسلم (۲۳۰۸)

کتاب الفضائل: باب كان النبي ﷺ أجود الناس بالخير من الريح المرسلة، ترمذی فی الشمائل (۳۴۷) نسائی

فی السنن الکبری (۷۹۹۳/۵) ابن حبان (۳۴۴۰) ابن ابی شیبہ (۱۰۲/۹) ابن خزیمہ (۱۸۸۹)]

(نوویؒ) اس حدیث سے پتہ چلا کہ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ سخاوت کرنا مستحب ہے۔ (۱)

(سید سابقؒ) سخاوت اور قرآن کا دور ہر وقت مستحب ہے لیکن رمضان میں زیادہ مؤکد ہے۔ (۲)

جوشادی کی طاقت نہیں رکھتا وہ روزے رکھے

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ يا معشر الشباب من استطاع منكم الباءة فليتزوج فإنه أغض للبصر وأحصن للفرج ومن

لم يستطع فعليه بالصوم فإنه له وجاء ﴾

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے نکاح کرنے کی استطاعت ہو اسے نکاح کرنا چاہیے کیونکہ

نکاح نظر کو جھکانے والا اور شرمگاہ کو محفوظ رکھنے والا ہے اور جسے استطاعت نہ ہو اس کے لیے روزے کا اہتمام و

التزام ضروری ہے اس لیے کہ روزہ اس کے لیے ڈھال ہے۔“ (۳)

(ابن حجرؒ) اس حدیث میں یہ اشارہ موجود ہے کہ روزے سے اصل میں مطلوب شہوت کو توڑنا ہے۔ (۴)

بے نماز کے روزے کا حکم

بے نماز کا روزہ صحیح نہیں کیونکہ شریعت میں ثابت ہے کہ جان بوجھ کر دائمی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے

جیسا کہ مندرجہ ذیل دلائل سے یہ بات ثابت ہوتی ہے:

(۱) مشرکین کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ﴾ [التوبة: ۱۱]

”اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں۔“

اس آیت سے از خود یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو تمہارے دینی بھائی نہیں ہیں اور

یہاں یہ بات بھی یاد رہے کہ دینی بھائی چارہ صرف اسلام سے خارج ہونے سے ہی ختم ہوتا ہے۔

(۲) ﴿ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴾ [الروم: ۳۱]

(۱) [شرح مسلم (۴۰۹/۷)]

(۲) [فقہ السنة (۴۰۵/۱)]

(۳) [بخاری (۵۰۶۵) کتاب النکاح: باب قول النبی: من استطاع الباءة فليتزوج..... مسلم (۱۴۰۰) ابو

داؤد (۳۰۴۶) نسائی (۱۷۱/۴) ابن ماجہ (۱۸۴۵) دارمی (۱۳۲/۲) أحمد (۳۷۸/۱) طیبالسی

(۳۰۳/۱) أبو یعلیٰ (۵۱۱۰)]

(۴) [فتح الباری (تحت الحدیث: ۵۰۶۵)]

”نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔“ اس آیت کا یقیناً مفہوم یہی ہے کہ جو نماز چھوڑ دیتا ہے وہ مشرکوں میں سے ہے۔“

(3) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

﴿ بین الرجل و بین الکفر والشک ترک الصلاة ﴾

”کفر وشرک اور (مسلمان) بندے کے درمیان فرق نماز کا چھوڑ دینا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ بین العبد و بین الکفر والإیمان الصلاة فإذا ترکها فقد أشرك ﴾

”بندے اور کفر وایمان کے درمیان (فرق کرنے والی) نماز ہے پس جب اس نے اسے ترک کر دیا تو اس

نے شرک کیا۔“ (۲)

(5) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ العهد الذی بیننا و بینهم الصلاة فمن ترکها فقد کفر ﴾

”ہمارے اور کافروں کے درمیان عہد نماز ہے جس نے اسے چھوڑ دیا اس نے کفر کیا۔“ (۳)

(6) حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ ولا تترك صلاة مكتوبة متعمدا فمن نرکھا متعمدا فقد برئت منه الذمة ﴾

”تم فرض نماز جان بوجھ کر نہ چھوڑو پس جس شخص نے فرض نماز جان بوجھ کر چھوڑ دی تو اس سے امن وامان

کا ذمہ ختم ہو گیا۔“ (۴)

(7) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

(۱) [مسلم (۸۲) کتاب الإیمان : باب بیان إطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاة، أحمد (۳۷۰/۱۳) دارمی

(۲۸۰/۱) أبو داود (۴۶۷۸) ترمذی (۲۶۱۸) ابن ماجہ (۱۰۷۸) الحلیة لأبی نعیم (۲۵۶/۱) بیہقی

[۳۶۶/۳]

(۲) [صحیح : شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة للالکائی (۸۲۲/۴)] اس کی سند صحیح مسلم کی شرط پر صحیح ہے نیز

امام منذرئی نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التربیع والترہیب (۳۷۹/۱)]

(۳) [صحیح : صحیح ابن ماجہ (۸۸۴) المشکاة (۵۷۴) نقد التاج (۷۱) تخریج الإیمان لابن أبی شیبہ (۶ :)

ترمذی (۲۶۲۱) کتاب الإیمان : باب ما جاء فی ترک الصلاة، أحمد (۳۴۶/۵) نسائی (۲۳۱/۱) ابن ماجہ

(۱۰۷۹) حاکم (۶/۱) ابن أبی شیبہ (۳۴۱/۱) دارقطنی (۵۲/۲) بیہقی (۳۶۶/۳) التمهید لابن عبدالبر

[۲۲۴/۷]

(۴) [حسن : المشکاة (۵۸۰) ابن ماجہ (۴۰۳۴) کتاب الفتن : باب الصبر علی البلاء]

﴿من حافظ علیہا كانت له نورا و برہانا و نجاتہ یوم القیمۃ و من لم یحافظ علیہا لم تکن له نورا و لا برہانا و لا نجاتہ و کان یوم القیمۃ مع قارون و فرعون و ہامان و أبی بن خلف﴾
 ”جس شخص نے نماز کی حفاظت کی تو نماز اس کے لیے روشنی و دلیل اور قیامت کے دن نجات کا باعث ہوگی اور جس شخص نے نماز کی حفاظت نہ کی تو نماز اس کے لیے روشنی و دلیل اور نجات کا باعث نہیں ہوگی بلکہ وہ شخص قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔“ (۱)

(8) حضرت عبداللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿کان أصحاب رسول اللہ لا یرون شیئا من الأعمال ترکہ کفر غیر الصلاة﴾
 ”رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نماز کے علاوہ اعمال میں سے کسی چیز کو چھوڑنا بھی کفر نہیں سمجھتے تھے۔“ (۲)

(9) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

﴿لا حظ فی الإسلام لمن ترک الصلاة﴾ ”نماز چھوڑنے والے کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں۔“ (۳)
 (جمہور، مالک، شافعی) وجوب کا اعتقاد رکھتے ہوئے محض تساہل و تکاسل کے باعث اگر نماز چھوڑ دے تو وہ کافر نہیں ہوگا بلکہ فاسق ہو جائے گا، اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ شادی شدہ زانی کی طرح اسے بطور حد قتل کر دیا جائے گا نیز اسے تلوار کے ساتھ قتل کیا جائے گا۔

(احتناف) ایسا شخص نہ کافر ہوگا اور نہ ہی اسے قتل کیا جائے گا بلکہ تعزیراً اسے کچھ سزا دی جائے گی اور اس وقت تک قید کر دیا جائے گا جب تک کہ وہ نماز نہ پڑھنے لگے۔

(احمد) بے نماز کو اس کے کفر کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ (۴)

(راجع) جان بوجھ کر دائی طور پر نماز چھوڑ دینے والا کافر ہے اور اگر استطاعت ہو تو اسے قتل کیا جائے گا جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) [جید: أحمد (۱۶۹/۲) دارمی (۳۰۱/۲) مجمع البحرین (۵۲۸) موارد (۲۵۴) مشکل الآثار

(۲/۴) [۲۲۹/۴] شیخ البانی رقمطرازہن کہ امام منذری نے اس حدیث کی سند صحیح کہا ہے۔ [المشکاة (۵۷۸)]

(۲) [صحیح: المشکاة (۵۷۹) ترمذی (۲۶۲۲) کتاب الإیمان: باب ما جاء فی ترک الصلاة؛ حاکم

(۷/۱)

(۳) [موطا (۷۴) کتاب الطہارة: باب العمل فیمن غلبه الدہ من جرح أو رعاف]

(۴) [الأم (۴۲۴/۱) الحاوی (۵۲۵/۲) روضة الطالیبن (۶۶۸/۱) المغنی (۳۵۱/۳) الإنصاف فی معرفة

الراجح من الخلاف (۴۰۱/۱) القواہین الفقہیة (ص ۴۲) بدایة المجتہد (۸۷/۱) الشرح الصغیر

(۲۳۸/۱) مغنی المحتاج (۳۲۷/۱) المیزب (۵۱/۱) کشاف الفناع (۲۶۳/۱)]

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿أمرت أن أقاتل الناس حتى يشهدوا أن لا إله إلا الله وأن محمداً رسول الله ويقيموا الصلاة ويؤتوا الزكوة﴾

”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں اس وقت تک لوگوں سے قتال کرتا رہوں جب تک کہ وہ اس بات کی گواہی نہ دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں۔“ (۱)

(۲) اسی حدیث کے پیش نظر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منکرین زکوٰۃ کے خلاف قتال کیا۔ (۲)

(شوکانی رحمۃ اللہ علیہ) حق بات یہی ہے کہ ایسا شخص کافر ہے اور قتل کا مستحق ہے۔ (۳)

(نووی رحمۃ اللہ علیہ) اگر کوئی شخص نماز چھوڑ دے اس کے اور کفر کے درمیان کوئی حائل باقی نہیں رہ جاتا۔ (۴)

(شعقیلی رحمۃ اللہ علیہ) بے نماز کافر ہے۔ (۵)

(عبدالرحمن مبارکیوری رحمۃ اللہ علیہ) ایسے لوگ اور کافر برابر ہیں۔ (۶)

(ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ) جو شخص نماز چھوڑ دے پھر اس چھوڑنے پر مصر و قائم رہے اور پھر ایسی حالت میں ہی فوت ہو جائے تو وہ کافر فوت ہوا ہے۔ (۷)

(ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ) انہوں نے ایسے لوگوں پر اظہارِ تہجد کیا ہے کہ جو دُجوب نماز کا اعتقاد رکھنے کے باوجود اسے چھوڑنے والوں کو کافر نہیں سمجھتے۔ (۸)

(شیخ ابن جبرین رحمۃ اللہ علیہ) جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی اس پر کفر کا یہی حکم لگایا جائے گا۔ (۹)

(۱) [بخاری (۲۵) کتاب الإیمان : باب فان تابوا وأقاموا الصلاة وآتوا الزكوة..... مسلم (۲۲) دارقطنی

(۲۳۲/۱) بیہقی (۹۲/۳) ابن حبان (۱۷۴) الحلبي لأبي نعيم (۳۰۶/۳) حاکم (۳۸۷/۱) دارقطنی

(۲۳۱/۱) شرح معانی الآثار (۲۱۳/۳) أحمد (۳۴۵/۲) ابن الجارود (۱۰۳۲) مسند شافعی (۱۳/۱)

ابن ماجہ (۳۹۲۷)]

(۲) [نسائی (۷-۷۶) أبو يعلى (۶۸) ابن خزيمة (۲۴۴۷) حاکم (۳۶۸/۱) مجمع الزوائد (۳۰/۱)]

(۳) [نیل الأوطار (۴۲۴/۱)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۱۷۸/۴)]

(۵) [أضواء البيان (۳۱۱/۴)]

(۶) [تحفة الأحمدي (۴۰۷/۷)]

(۷) [الصارم المسلول (۵۵۴) مجموع الفتاوى (۹۷/۲۰)]

(۸) [کتاب الصلاة (ص/۶۲)]

(۹) [الفتاوى الإسلامية (۲۹۶/۱)]

(سعودی مجلس افتاء) جو شخص سستی و کوتاہی سے (عمداً یا عذراً) نماز چھوڑ دیتا ہے علماء کے اقوال میں سے صحیح یہی ہے کہ وہ کافر ہو جاتا ہے۔ (۱)

جب یہ بات ثابت ہے کہ بے نماز کافر ہے تو اس کی کوئی عبادت بھی قبول نہیں اور چونکہ روزہ بھی عبادت ہے اس لیے روزہ بھی قبول نہیں ہوگا۔

(شیخ ابن شمیمؒ) نماز چھوڑ دینے والا کافر و مرتد ہے لہذا اس کی کوئی عبادت قبول نہیں نہ روزہ نہ صدقہ اور نہ ہی کوئی اور عمل۔ (۲)

صرف رمضان میں نمازیں پڑھنے والوں کے روزوں کا حکم

(سعودی مجلس افتاء) نماز ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہے اور یہ شہادتین کے بعد سب سے اہم رکن ہے اور فرض عین ہے۔ جس نے اس کے وجوب کا انکار کرتے ہوئے اسے چھوڑا یا سستی و کوتاہی کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا یقیناً اس نے کفر کیا۔ اور جو لوگ رمضان میں روزے رکھتے ہیں اور صرف رمضان میں ہی نماز ادا کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ انتہائی بدترین وہ قوم ہے جو اللہ تعالیٰ کو صرف رمضان میں ہی پہچانتی ہے۔ ایسے لوگوں کے روزے درست نہیں ہیں جو رمضان کے علاوہ نماز چھوڑے رکھتے ہیں بلکہ یہ لوگ اس کے ساتھ کفر اکبر کرنے والے ہیں اگرچہ وہ نماز کے وجوب کا انکار نہیں کرتے، علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہی ہے۔ (۳)



(۱) [فتاویٰ اسلامیة (۳۱۱، ۱-۳۱۲)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۸، ۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العمیة والإفتاء (۱۴۰۱/۱۰)]

کتاب الصیام روزے کے مسائل

چاند دیکھنے کا بیان	باب رؤیة الهلال
روزوں کی فرضیت کا بیان	باب فرضیة الصیام
روزوں کی فضیلت کا بیان	باب فضل الصیام
روزوں کے آداب کا بیان	باب آداب الصیام
روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان	باب ما یباح للصائم
روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان	باب ما یحرم للصائم
روزہ توڑنے والی اشیا کا بیان	باب ما یبطل الصوم
روزوں کی قضاء کا بیان	باب قضاء الصیام
نقلی روزوں کا بیان	باب صیام التطوع
جن ایام کے روزے ممنوع ہیں	باب الأيام المنہی عن صیامها
نماز تراویح کا بیان	باب صلاة التراويح
اعتکاف کا بیان	باب الاعتکاف
شب قدر کا بیان	باب لیلة القدر
فضائل قرآن کا بیان	باب فضائل القرآن
متفرق مسائل کا بیان	باب المسائل المتفرقة

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں۔“

حدیث نبوی ہے کہ

﴿لِخُلُوفِ فَمِ الصَّائِمِ أَطِيبَ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمَسْكِ﴾

”روزہ دار کے منہ کی بدبو اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“

[بخاری (۱۸۹۴) کتاب الصوم: باب فضل الصوم]

چاند دیکھنے کا بیان

باب رؤیة الهلال

ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھنا چاہیے

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروہ ﴾

”جب تم (ماہ رمضان کا) چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب تم (عید کا) چاند دیکھ لو تو روزہ چھوڑ دو۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ صوموا الرؤیة وأفطروا الرؤیة ﴾

”(ماہ رمضان کا) چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور (ماہ شوال کا) چاند دیکھ کر روزہ چھوڑ دو۔“ (۲)

چاند دیکھنے کی دعا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كان رسول الله ﷺ إذا رأى الهلال قال الله أكبر اللهم أهله علينا بالآمن والإيمان

والسلامة والإسلام والتوفيق لما يحب ربنا ويرضى ربنا وربك الله ﴾

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو یہ دعا پڑھتے تھے ”اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ أَهْلَهُ عَلَيْنَا بِالْأَمْنِ وَالْإِيمَانِ

وَالسَّلَامَةِ وَالْإِسْلَامِ وَالتَّوْفِيقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضَى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللَّهُ“

”اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو اسے ہم پر امن و ایمان اور سلامتی و اسلام کے ساتھ طلوع فرما اور اس

(۱) [بخاری (۱۹۰۶) کتاب الصوم: باب قول النبی: إذا رأیتم الهلال فصوموا.....، مسلم (۱۰۸۰) کتاب

الصیام: باب وجوب صوم رمضان لرؤیة هلال، نسائی (۱۳۴/۴) کتاب الصیام: باب ذکر الاختلاف

علی الزهری، ابن ماجہ (۱۶۵۴) کتاب الصیام: باب ما جاء فی صوموا الرؤیة وأفطروا الرؤیة، أحمد

(۱۴۵/۲) طیالسی (۸۶۶) بیہقی (۲۰۴/۴) ابن خزیمہ (۱۹۰۵) مؤطا (۲۸۶/۱) کتاب الصیام: باب

ما جاء فی رؤیة الهلال للصوم والفطر فی رمضان]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبی: إذا رأیتم الهلال فصوموا.....، مسلم (۱۰۸۱) کتاب

الصوم: باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال، نسائی (۱۳۳/۴) کتاب الصیام: باب إكمال شعبان

ثلاثین إذا كان غیم، أحمد (۴۱۵/۲) دارمی (۳/۲) کتاب الصوم: باب الصوم لرؤیة الهلال، دارقطنی

(۶۲/۳) کتاب الصیام، بیہقی (۲۰۵/۴) کتاب الصیام: باب الصوم لرؤیة الهلال، طبرانی صغیر

(۶۰/۱) مشکل الآثار (۲۰۹/۱)]

چیز کی توفیق کے ساتھ جس کو تو پسند کرتا ہے، اے ہمارے رب! اور جس سے تو راضی ہوتا ہے۔ اے چاند! ہمارا اور تمہارا رب اللہ ہے۔“ (۱)

ماہ رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانتدار مسلمان کی گواہی کافی ہے

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ ترأى الناس الهلال فأخبرت النبی أنى رأيتہ فصام وأمر الناس بصيامہ ﴾
 ”لوگوں نے چاند دیکھنا شروع کیا تو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔“ (۲)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أن أعرابیا جاء إلى النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال إنى رأیت الهلال فقال أ تشهد أن لا إله إلا الله؟ قال نعم، قال أ تشهد أن محمدا رسول الله؟ قال نعم، قال فأذن فى الناس یا بلال! أن یصوموا غدا ﴾
 ”ایک دیہاتی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر کہا کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں؟ اس نے کہا ”ہاں“۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا: کیا تو شہادت دیتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ تو اس نے کہا ”ہاں“۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کر دو آئندہ کل روزہ رکھیں۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ روزہ رکھنے کے لیے ایک عادل شخص کی شہادت بھی قبول کی جائے گی جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی شہادت قبول فرمائی۔

(۱) [صحیح: دارمی (۳۳۶/۱) کتاب الصوم: باب ما یقال عند رؤیة الهلال، صحیح ترمذی، ترمذی

(۲۴۵۱) کتاب الدعوات: باب ما یقول عند رؤیة الهلال]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۵۲) کتاب الصوم: باب فی شہادة الواحد علی رؤیة هلال رمضان: أبو

داود (۲۳۴۲) دارمی (۴۱۲) دارقطنی (۱۵۶/۲) حاکم (۴۲۳/۱) ابن حبان (۸۷۱)۔ الموارد) بیہقی

(۲۱۸/۴) امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ابن حبان نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۵۰۷) ایضا، ضعیف ترمذی (۱۰۸) ضعیف ابن ماجہ (۳۶۴) إرواء الغلیل

(۹۰۷) المشکاة (۱۹۷۸) أبو داود (۲۳۴۰) ترمذی (۶۷۶) نسائی (۱۳۲/۴) ابن ماجہ (۱۶۵۲)

دارمی (۵۱۲) ابن الساری (۳۸۰) دارقطنی (۱۵۸/۲) حاکم (۴۲۴/۱) بیہقی (۲۱۱/۴) ابن خزيمة

(۱۹۲۳) مشکک الآثار (۲۰/۱۱) امام حاکم اور امام ذہبی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور اس طرح امام ابن

خزیمہ اور امام ابن حبان نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔]

(احمدؒ) اسی کے قائل ہیں۔ امام ابن مبارکؒ اور ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ (مالکؒ، ثوریؒ) صرف دو آدمیوں کی شہادت قبول کی جائے گی۔ امام اوزاعیؒ، امام لیثؒ اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت میں یہی قول مروی ہے۔

(احناف) اگر آسمان صاف ہو تو ایک بڑی جماعت کا گواہی دینا ضروری ہے لیکن اگر بادل وغیرہ کی وجہ سے آسمان پوشیدہ ہو تو پھر ایک بالغ، عاقل، عادل، مسلمان کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔ (۱)

ایک سے زیادہ گواہوں کی شہادت ضروری قرار دینے والے حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حدیث نبوی ہے کہ

﴿فإن شهد شاهدان مسلمان فصوموا وأفطروا﴾

”اگر دو مسلمان گواہ شہادت دیں تو روزہ رکھو اور (دو کی گواہی کے ساتھ) روزہ رکھنا چھوڑ دو۔“ (۲)

(2) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿فإن لم نره وشهد شاهد عدل نسكننا بشفه اذنه﴾

”اگر ہم چاند نہ دیکھ سکیں اور دو دیندار گواہ (چاند دیکھنے کی) شہادت دے دیں تو ہم ان کی شہادت کی وجہ

سے روزہ رکھ لیں گے۔“ (۳)

ان احادیث میں محل شہادہ یہ مفہوم مخالف ہے کہ اگر دو گواہ شہادت نہ دیں تو روزہ نہ رکھا جائے حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ مفہوم اور منطوق کے باہم تعارض کے وقت منطوق کو ترجیح دی جاتی ہے لہذا یہاں بھی منطوق یعنی گذشتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کو ترجیح دیتے ہوئے اکیلے شخص کی گواہی قبول کی جائے گی۔ علاوہ ازیں خبر واحد کی حجیت کے تمام دلائل بھی اس کے مؤید ہیں۔

”نوویؒ“ اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(۱) [نبیل الأوطار (۱۵۲/۳) الفقه الإسلامی وأدلته (۱۶۵۱/۳) الأم (۱۲۴/۲) شرح المہذب (۲۸۳/۶)

الکافی لابن عبد البر (ص: ۱۱۹) الخرشی (۲۳۵/۲) المغنی (۴۱۶/۴) کشاف الفناع (۳۰۴/۲) سبل

السلام (۲۱۶/۲)]

(۲) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۰۹) (۱۶۱/۴) نسائی (۱۳۲/۴) (۲۱۱/۶) کتاب الصیام: باب قبول شہادۃ

الرجل الواحد، أحمد (۳۲۱/۴)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۵۰) کتاب الصوم: باب شہادۃ رجلین علی رؤیۃ ہلال شوال، أبو داود

(۲۳۳۸) دار قطنی (۱۶۷/۲) بیہقی (۲۴۷/۴)]

(۴) [شرح مسلم (۲۰۷/۴)]

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۱)

(ابن بازؒ) رمضان کے چاند کے متعلق ایک دیانت دار مسلمان کی گواہی کافی ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) چاند دیکھنے کے متعلق ایک دیانت دار مسلمان کی گواہی قبول کی جائے گی۔ (۳)

کیا ہلال شوال دیکھنے کے متعلق ایک آدمی کی گواہی قبول کی جائے گی؟

یا نہیں اس مسئلے میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے۔ (۴)

(نوویؒ) تمام علماء کے نزدیک ہلال شوال کے متعلق ایک عادل شخص کی شہادت قابل قبول نہیں۔ سوائے امام

ابو ثور کے، صرف انہوں نے اسے جائز کہا ہے۔ (۵)

امام نوویؒ کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ

﴿اختلف الناس فی آخر یوم من رمضان فقدم اعرابیان فشهدا عند النبی ﷺ بالاله لاهل

الہلال أمس عشیة فأمر رسول اللہ ﷺ الناس أن یفطروا﴾

”لوگوں کے مابین ماہ رمضان کے آخری دن میں اختلاف ہو گیا تو دو عربیہا توں نے نبی کریم ﷺ کے پاس

حاضر ہو کر شہادت دی کہ اللہ کی قسم گذشتہ شب چاند طلوع ہو چکا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو روزہ چھوڑ

دینے کا حکم دیا۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ

﴿و أن یغدو الی مصلاہم﴾

”رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو اگلے روز عید گاہ کی طرف (نماز عید) کے لیے جانے کا کہا۔“ (۶)

(شوکانیؒ) مجرد کسی واقعہ میں (آپ ﷺ کا) دو آدمیوں کی گواہی قبول کر لینا اس بات کا ثبوت نہیں ہے

کہ ایک کی (شہادت) قبول نہیں کی جائے گی (یعنی ماہ شوال کے چاند کے متعلق بھی ایک آدمی کی گواہی قبول

(۱) [السیل الجرار (۱۱۴/۲)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۰/۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۹۴/۱۰)]

(۴) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: الأم (۹۴/۲) المجموع (۲۳۹/۶) تحفة الفقہاء (۵۳۰/۱) فتح القدر

(۲۵۰/۲)]

(۵) [شرح مسلم (۲۰۲/۴)]

(۶) [صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۵۱) کتاب الصوم: باب شہادة رجلین علی رؤیة ہلال شوال، ابو داود

(۲۳۳۹) أحمد (۳۱۴/۴) بیہقی (۲۵۰/۴)]

کی جائے گی)۔ (۱)

(راجح) امام شوکانیؒ کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

اگر چاند نظر نہ آسکے تو ماہ شعبان کے دن مکمل ہونے پر روزے رکھنے چاہئیں

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿صوموا لرؤیتہ و أفطروا لرؤیتہ فإن غبی علیکم فأكملوا عدة شعبان ثلاثین﴾

”چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو لیکن اگر مطلع ابراؤد ہونے کے باعث چاند چھپ جائے تو پھر تم شعبان کے تیس (30) دن پورے کر لو۔“ (۲)

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الشہر تسع وعشرون لیلة فلا تصوموا حتی ترؤہ فإن غم علیکم فأكملوا العدة ثلاثین﴾

”مہینہ کبھی آتیس (29) راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے (آتیس پورے ہو جانے پر) جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ شروع نہ کرو اور اگر ابراہر ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کر لو۔“ (۳)

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿کان رسول اللہ ﷺ یتحفظ من شعبان ما لا یتحفظ من غیرہ ثم یصوم لرؤیة رمضان فإن

غم علیہ عد ثلاثین یوما ثم صام﴾

”رسول اللہ ﷺ جس طرح ماہ شعبان کے ایام تکلف کے ساتھ شمار کرتے تھے اس طرح کسی اور ماہ کے نہیں کرتے تھے۔ پھر ماہ رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھتے تھے اور اگر آپ پر مطلع ابراؤد ہو جاتا تو (ماہ شعبان کے) تیس دن شمار کر لیتے پھر روزہ رکھتے۔“ (۴)

(۱) [نیل الأوطار (۱۵۳/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبی: إذا رأیتم الهلال فصوموا.....‘ مسلم (۱۰۸۱) کتاب

الصوم: باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الهلال‘ نسائی (۱۳۳/۴) کتاب الصیام: باب إكمال شعبان ثلاثین إذا كان غیم‘ أحمد (۴۱۵/۲) دارمی (۳/۲) کتاب الصوم: باب الصوم لرؤیة الهلال‘ دارقطنی

(۶۲/۳) کتاب الصیام‘ بیہقی (۲۰۵/۴) کتاب الصیام: باب الصوم لرؤیة الهلال‘ طبرانی صغیر

(۶۰/۱) مشکل الآثار (۲۰۹/۱)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۷) کتاب الصیام: باب قول النبی إذا رأیتم الهلال فصوموا وإذا رأیتمہ فافطروا‘ مؤطا

(۲۸۶/۱) کتاب الصیام: باب ما جاء فی رؤیة الهلال‘ بیہقی (۲۰۵/۴)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (تحت الحدیث / ۹۰۲) (۸-۷/۳)‘ ہدایة الرواة (۳۱۹/۲) ابو داؤد (۲۳۲۵)

کتاب الصوم: باب إذا غمی الشہر]

مشکوک دن میں روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿من صام اليوم الذي يشك فيه فقد عصى أبا القاسم﴾

”جس نے مشکوک دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہما کی نافرمانی کی۔“ (۱)

مشکوک دن سے مراد ماہ شعبان کا تیسواں روز ہے یعنی جب اس رات ابر آلودگی کچھ باعث چاند نظر نہ آئے

اور یہ شک ہو جائے کہ آیا رمضان ہے یا نہیں؟ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) صحیح سنت مشکوک دن کے روزے کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ (۳)

اگر صرف ایک علاقے والے چاند دیکھیں

جب ایک علاقے والے چاند دیکھ لیں تو اسکے گرد و نواح کے علاقوں میں رہائش پذیر لوگوں پر بھی روزے

فرض ہو جائیں گے۔

جیسا کہ گذشتہ احادیث میں مذکور ہے کہ نبی کریم رضی اللہ عنہ نے بعض صحابہ کی شہادت قبول کی اور اسی پر اکتفاء

کرتے ہوئے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ (۴)

(ابن قدامہ) جب ایک علاقے کے رہائشی چاند دیکھ لیں تو تمام علاقوں (کے رہائشیوں) پر روزہ لازم ہو

جاتا ہے۔ (۵)

تاہم کریم کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر علاقے کے رہائشی الگ الگ چاند دیکھیں گے جیسا کہ اس

میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کریم کی بات (کہ میں نے شب جمعہ چاند دیکھا ہے) نہ مانتے ہوئے کہا

(۱) [بخاری تعلیقا (قبل الحدیث ۶/ ۱۹۰) کتاب الصوم: باب إذا رأيت الهلال..... أبو داود (۱۳۴)

ترمذی (۶۸۶) نسائی (۱۰۳/۴) ابن ماجہ (۱۶۴۵) دارمی (۲/۲) دارقطنی (۱۰۷/۲) حاکم

(۴۲۳/۱) بیہقی (۲۰۸/۴) ابن حبان (۸۷۸-الموارد) امام ترمذی نے حسن صحیح کہا ہے۔ امام دارقطنی نے کہا

ہے کہ اس کی سند صحیح ہے اور اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی

نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۲) [سبل السلام (۸۶۱/۲)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۱۷۷)]

(۴) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۵۲) کتاب الصوم: باب فی شهادة الواحد علی رؤیة هلال رمضان

أبو داود (۲۳۴۲)]

(۵) [المغنی (۳۲۸/۴)]

ہم نے تو چاند بروز ہفتہ دیکھا ہے۔

﴿ فلا نزال نصوص حتى نكمل ثلاثين أو نراه فقلت أو لا نكتفي برؤية معاوية وصيامه ؟ فقال

لا ؛ هكذا أمرنا رسول الله ﷺ ﴾

”لہذا ہم اس وقت تک روزے رکھتے رہیں گے جب تک کہ تیس پورے نہ کر لیں یا ہم (دوبارہ) چاند نہ دیکھ لیں۔ پھر کریب نے کہا کہ کیا آپ کے لیے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا چاند دیکھ لینا اور روزہ رکھ لینا کافی نہیں ہے؟ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نہیں۔ اسی طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا ہے۔“ (۱)

شیخ البانی ”رقطراز ہیں کہ ”بلاشبہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ایسے شخص کے متعلق ہے جس نے اپنے شہر میں چاند دیکھ کر روزہ رکھ لیا۔ پھر دورانِ رمضان اسے خبر ملی کہ لوگوں نے دوسرے شہر میں اس سے ایک دن پہلے چاند دیکھ لیا تھا تو ایسی صورت میں وہ شخص اپنے شہر والوں کے ساتھ تیس روزوں کی تکمیل تک یا اپنا چاند دیکھ لینے تک روزے رکھے گا۔ اس طرح اشکال ختم ہو جائے گا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ کی حدیث اپنے عموم پر ہی باقی رہے گی کہ جس میں ہر ایسا شخص شامل ہے جسے کسی بھی شہر یا صوبے سے بغیر کسی مسافت کی تحدید کے چاند دیکھنے کی اطلاع ملی جیسا کہ امام ابن تیمیہؒ نے [فتاویٰ (۱۰۷۱۲۵)] میں فرمایا ہے۔ (۲)

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ درمیانِ رمضان کی بات ہے ابتداً رمضان کی نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کریب نے مدینہ کے نواحی علاقوں میں چاند نہیں دیکھا تھا بلکہ شام میں دیکھا تھا جو کہ الگ ریاست و ملک تھا۔

بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر دو علاقوں کے درمیان مسافت قریب ہوگی تو مطالع مختلف نہیں ہوں گے جیسا کہ بغداد اور بصرہ وغیرہ۔ ان دونوں علاقوں کے رہائشیوں پر محض ان میں سے کسی ایک علاقے میں چاند دیکھ لینے سے روزے لازم ہو جائیں گے۔ اور اگر دو علاقوں کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو مثلاً عراق اور حجاز اور شام وغیرہ تو پھر ہر علاقے والے اپنے دیکھے (ہوئے چاند) کا اعتبار کریں گے۔ (۳)

اگر رمضان کی پہلی رات کا چاند چھوٹا یا بڑا نظر آئے تو پریشان نہیں ہونا چاہیے

حضرت ابوالخیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [مسلم (۱۰۸۷) کتاب الصیام : باب بیان أن لكل بلد رؤيتهم..... أبو داود (۲۳۳۲) کتاب الصوم : باب إذراوی الهلال فی بلد قبل الآخرین بليلة : ترمذی (۶۸۹) کتاب الصوم : باب ما جاء لكل بلد رؤيتهم ؛ نسائی (۱۳۱/۴) کتاب الصیام : باب اختلاف أهل الأفاق فی الرؤیة]

(۲) [تمام المنة (ص/۳۹۸)]

(۳) [المغنی (۴/۳۲۸)]

﴿خرجنا للعمرة فلما نزلنا ببطن نخلة ترائينا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلاث وقال بعض القوم هو ابن ليلتين فلقينا ابن عباس فقلنا إنا رأينا الهلال فقال بعض القوم هو ابن ثلاث وقال بعض القوم هو ابن ليلتين فقال أى ليلة رأيتموه؟ قلنا ليلة كذا وكذا فقال: إن رسول الله ﷺ قال إن الله مده للرؤية فهو لليلة رأيتموه﴾

”ہم عمرہ کرنے نکلے، جب ہم بطن نخلہ مقام میں اترے تو ہم نے چاند دیکھا۔ بعض نے کہا یہ تو تیسری رات کا ہے اور بعض نے کہا دوسری رات کا ہے۔ پس ہم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ملے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہم نے چاند دیکھا تو بعض نے کہا کہ یہ تیسری رات کا ہے جبکہ بعض نے کہا کہ دوسری رات کا ہے۔ انہوں نے دریافت کیا تم نے کس رات چاند دیکھا؟ ہم نے بتایا کہ فلاں رات دیکھا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ سے تمہارے دیکھنے کے لیے بڑا کر دیتے ہیں لہذا وہ اسی رات کا چاند ہے جس رات تم نے اسے دیکھا تھا۔“ (۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دیکھنے کے لیے ماہ رمضان کی پہلی رات کے چاند کو بڑا کر دیتے ہیں لہذا اگر پہلی رات کا چاند کچھ زیادہ دیر تک باقی رہے یا کچھ بڑا محسوس ہو تو شک و شبہ کا شکار نہیں ہونا چاہیے۔

اگر تیس دنوں تک شوال کا چاند نظر نہ آئے تو تیس روزے رکھ لینے چاہیں

(۱) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تصوموا حتى تروا الهلال ولا تفطروا حتى تروه فإن غم عليكم فاقدروا له، وفي رواية مسلم فاقدروا له ثلاثين﴾

”جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب (عید) کا چاند دیکھ لو تو افطار کرو لیکن اگر مطلع ابر آلود ہو تو اس کے لیے اندازہ لگا لو۔“ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ”پھر اس کے لیے تیس دن کی گنتی کا اندازہ رکھو۔“ (۲)

(۱) [مسلم (۱۰۸۸) کتاب الصیام: باب بیان أنه لا اعتبار بکبر الهلال وصغره، ابن خزیمہ (۱۹۱۹) طبالیسی (۲۷۲۱) ابن ابی شیبہ (۲۱۱۳-۲۲) طبرانی کبیر (۱۲۶۸۷) بیہقی (۲۰۶/۴)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۶) کتاب الصوم: باب قول النبی: إذا رأيتم الهلال فصوموا..... مسلم (۱۰۸۰) کتاب الصیام: باب وجوب صوم رمضان لرؤية هلال، نسائی (۱۳۴/۴) کتاب الصیام: باب ذکر الاختلاف علی الزهري، ابن ماجه (۱۶۵۴) کتاب الصیام: باب ما جاء في صوموا لرؤية وأفطروا لرؤية، أحمد (۱۴۵/۲) طبالیسی (۸۶۶) بیہقی (۲۰۴/۴) ابن خزیمہ (۱۹۰۵) موطا (۲۸۶/۱) کتاب الصیام: باب ما جاء في رؤية الهلال للصوم والفطر في رمضان]

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا رَأَيْتُمُ الْهَالَالَ فَصُومُوا وَإِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَأَفْطَرُوا فَإِنَّ غَمَ عَلَيْكُمْ فَصُومُوا ثَلَاثِينَ يَوْمًا﴾
 ”جب تم چاند دیکھ لو تو روزہ رکھو اور جب اسے (یعنی عید کا چاند) دیکھ لو تو افطار کرو لیکن اگر مطلع ابرا آلود ہو
 تو تیس دن کے روزے رکھ لو۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لَا تَقْدَمُوا الشَّهْرَ بِصِيَامِ يَوْمٍ وَلَا يَوْمِينَ إِلَّا أَنْ يَكُونَ شَيْءٌ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ وَلَا تَصُومُوا حَتَّى
 تَرَوْهُ ثُمَّ صُومُوا حَتَّى تَرَوْهُ فَإِنْ حَالَ دُونَهُ غَمَامَةٌ فَأَتَمُّوا الْعِدَّةَ ثَلَاثِينَ ثُمَّ أَفْطَرُوا﴾
 ”تم ماہ رمضان سے پہلے ایک یا دو دن روزہ نہ رکھو الا کہ تم میں سے کوئی پہلے سے روزے رکھتا آ رہا ہو۔ اور تم
 اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھ لو۔ پھر روزے رکھو حتیٰ کہ (پھر) تم اسے دیکھ لو۔ اگر چاند کے
 سامنے کوئی بدلی حائل ہو جائے تو تم تیس دن کی گنتی پوری کرو اور پھر افطار کر لو۔“ (۲)

ماہ رمضان کا کوئی دن کم ہو جائے تو اجر میں کمی نہیں ہوتی

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿شَهْرَانِ لَا يَنْقُصَانِ شَهْرًا عِيدَ رَمَضَانَ وَذُو الْحِجَّةِ﴾

”دونوں مہینے ناقص نہیں رہتے۔ مراد رمضان اور ذی الحجہ کے دونوں مہینے ہیں۔“ (۳)

امام بخاریؒ نے اس بات کی تشریح میں کہ عید کے دونوں ماہ کم نہیں ہوتے، امام اسحاق بن راہویہؒ کا قول نقل
 فرمایا ہے کہ ((وإن كان ناقصا فهو تمام)) ”اگر یہ کم بھی ہوں پھر بھی (اجر کے اعتبار سے) پورے تیس
 دن کے برابر ہوتے ہیں۔“ (۴)

(۱) [مسلم (۱۰۸۱) کتاب الصیام: باب صوم رمضان لرؤية الهلال، نسائی (۱۳۳/۴) کتاب الصیام: باب

إكمال شعبان ثلاثين إذا كان غيم، احمد (۲۶۳/۲) طیالسی (۲۳۰۶) بیہقی (۲۰۶/۴)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۴۱) کتاب الصوم: باب من قال فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين، أبو داود

(۲۳۲۷) ترمذی (۶۸۸) نسائی (۱۳۶/۴) دارقطنی (۱۵۸/۲) حاکم (۴۲۵/۱) ابن خزيمة (۱۹۱۲)

ابن أبي شيبة (۲۰/۳) طیالسی (۸۶۸۔ منحة]

(۳) [بخاری (۱۹۱۲) کتاب الصیام: باب شهر اعيد لا ينقصان، مسلم (۱۰۸۹) کتاب الصیام: باب بیان

معنى قوله ﷺ: شهر اعيد لا ينقصان، ابو داود (۲۳۲۳) ترمذی (۶۹۲) ابن ماجه (۱۶۵۹) ابن حبان

(۳۲۵) شرح السنة للبيهقي (۱۷۱۷) بیہقی (۲۵۰/۴) طیالسی (۸۶۳)]

(۴) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۱۲) کتاب الصیام]

اگرچہ اس حدیث کے اور بھی معانی و مطالب بیان کیے گئے ہیں لیکن سب سے زیادہ صحیح مطلب وہی ہے جسے امام اسحاق بن راہویہ نے بیان کیا ہے۔

امام نوویؒ بیان کرتے ہیں کہ

((الأصح أن معناه لا ينقص أجرهما والثواب المرتب عليهما وإن نقص عددهما))

”اس حدیث کا سب سے زیادہ صحیح معنی یہ ہے کہ ان دونوں (مہینوں) کا اجر کم نہیں ہوتا، ان پر ثواب

(مکمل) ملتا ہے اگرچہ ان کا عدد کم ہی ہو جائے۔“ (۱)

اگر رمضان 28 دن کا ہو جائے

(ابن بازؒ) مشہور و معروف اور صحیح احادیث میں رسول اللہ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ مہینہ 29 دنوں سے کم کا نہیں ہوتا اور اگر 28 روزوں کے بعد شرعی دلائل کے ساتھ یہ ثابت ہو جائے کہ ماہ شوال شروع ہو گیا ہے تو پھر یہ بات متعین ہو جائے گی کہ انہوں نے رمضان کا پہلا روزہ چھوڑ دیا ہے لہذا ان پر اس روزے کی قضاء لازم ہے۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مہینہ 28 دنوں کا ہو اور صرف مہینہ 29 دنوں کا یا 30 دنوں کا ہوتا ہے۔ (۲)



(۱) [شرح مسلمہ للنووی (۴: ۴۲۳)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۴/۲)]

روزوں کی فرضیت کا بیان

باب فرضیۃ الصیام

رمضان کے روزے واجب ہیں

جیسا کہ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾

[البقرة: ۱۸۴]

”اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے، تاکہ تم پر ہیز

گار بن جاؤ۔“

(2) ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَن

شَهَدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق

و باطل کی تیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔“

(3) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَن أَعْرَابِيَا جَاءَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ ثَائِرِ الرَّأْسِ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَخْبِرْنِي مَاذَا فَرَضَ اللَّهُ

عَلَىٰ مِنَ الصَّلَاةِ؟ فَقَالَ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ فَقَالَ أَخْبِرْنِي مَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الصِّيَامِ؟

فَقَالَ شَهْرُ رَمَضَانَ إِلَّا أَنْ تَطْوَعَ شَيْئًا فَقَالَ أَخْبِرْنِي بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ مِنَ الزَّكَاةِ؟ فَقَالَ فَأَخْبِرْهُ

رَسُولَ اللَّهِ ﷺ شَرَائِعَ الْإِسْلَامِ قَالَ وَالَّذِي أَكْرَمَكُ لَا أَنْطَوِعَ شَيْئًا وَلَا أَنْقُصَ بِمَا فَرَضَ اللَّهُ عَلَيَّ

شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ أَوْ دَخَلَ الْجَنَّةَ إِنْ صَدَقَ﴾

”ایک دیہاتی پریشان حال بال بکھرے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے

دریافت کیا اے اللہ کے رسول! بتائیے مجھ پر اللہ تعالیٰ نے کتنی نمازیں فرض کی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ پانچ

نمازیں یہ اور بات ہے کہ تم اپنی طرف سے نفل پڑھ لو۔ پھر اس نے کہا بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کتنے روزے فرض

کیے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ماہ رمضان کے روزے اور بات ہے کہ تم خود اپنے طور پر کچھ نفل روزے اور بھی رکھ

لو۔ پھر اس نے پوچھا اور بتائیے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر زکوٰۃ کس طرح فرض کی ہے؟ آپ ﷺ نے اسے اسلامی

شریعت کی باتیں بتادیں۔ جب اس دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو عزت دی! نہ میں اس میں اس

سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فرض کیا ہے کچھ زیادتی کروں گا اور نہ ہی کمی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے سچ کہا ہے تو یہ کامیاب ہو گیا یا (آپ ﷺ نے فرمایا) اگر اس نے سچ کہا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔“ (۱)

اس حدیث سے واضح طور پر ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور یہی ثابت کرنے کے لیے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو یہاں نقل فرمایا ہے۔

(۴) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا رَأَيْتُمُوهُ فَصُومُوا﴾

”جب تم اسے (یعنی ہلال رمضان کو) دیکھ لو تو روزے رکھو۔“ (۲)

(۵) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿صُومُوا الرُّؤْيَةَ﴾

”اسے (یعنی ہلال رمضان) کو دیکھ کر روزے رکھو۔“ (۳)

ماہ رمضان کے روزوں کی فرضیت پر اجماع ہے۔ (۴)

(قرطبیؒ) روزہ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ نے واجب کیا ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ (۵)

(شوکانیؒ) روزوں کا وجوب بالاجماع ثابت ہے۔ (۶)

(ابن قدامہؒ) ماہ رمضان کے روزوں کے وجوب پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔ (۷)

(۱) [بخاری (۱۸۹۱) کتاب الصیام: باب وجوب صوم رمضان (۴۶) کتاب الإیمان: باب الزکاة من الإسلام، مؤطا (۹۴) کتاب قصر الصلاة في السفر: باب جامع الترغيب في الصلاة، مسلم (۱۱) کتاب الإیمان: باب بيان الصلوات التي هي أحد أركان الإسلام، ابو داود (۳۹۱) ابن الجارود (۱۴۴) مسند شافعی (۲۴) أبو عوانة (۳۱۰/۱) مشکل الآثار (۳۵۶/۱) بیہقی (۳۶۱/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۰۰) کتاب الصوم: باب هل يقال: رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأى كله واسعا، مسلم (۱۰۸۰) ابن ماجة (۱۶۵۴) أحمد (۱۴۵/۲) ابن حزيمة (۱۹۰۵) أبو يعلى (۵۴۴۸) مؤطا (۲۸۶/۱) طيالسی (۸۶۶) نسائی (۱۳۴/۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۹) کتاب الصوم: باب قول النبي إذا رأيتم الهلال فصوموا.....، مسلم (۱۰۸۱) نسائی (۱۳۳/۴) أحمد (۴۱۵/۲) دارمی (۳/۲) ابن الجارود (۳۷۶) دارقطنی (۱۶۲/۳) بیہقی (۲۰۵/۴)]

(۴) [المغنی (۳۲۴/۴) الفقه الإسلامي وأدلته (۱۶۲۹/۳) المجموع (۲۷۳/۶) كشاف القناع (۳۴۹/۲) بداية المجتهد (۲۷۴/۱)]

(۵) [تفسير قرطبي (۲۶۸/۲)]

(۶) [السيل الحرار (۳۰/۲)]

(۷) [المغنی لابن قدامة (۳۲۴: ۴)]

روزہ ارکانِ اسلام میں سے ایک ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ بنی الإسلام علی خمس : شهادة أن لا إله إلا الله وأن محمدا رسول الله ﷺ وإقام

الصلاة وإيتاء الزكاة والحج وصوم رمضان ﴾

”اسلام کی بنیاد پانچ اشیاء پر رکھی گئی ہے: یہ شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور یقیناً

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔“ (۱)

روزے پہلی اُمتوں پر بھی فرض تھے

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ كَتَبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامَ كَمَا كَتَبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”تم پر روزے فرض کر دیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے۔“

(قرطبی) اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ پہلے لوگوں سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کے مطابق

یہودی ہیں۔ (اُن پر) تین دن اور یومِ عاشوراء (یعنی دس محرم) کا روزہ فرض تھا۔ پھر اس اُمت میں یہ روزے ماہِ

رمضان کے روزوں کے ساتھ منسوخ کر دیے گئے۔ (۲)

(ابن کثیر) فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جیسے اس نے ان پر روزے واجب کیے ہیں اُسی طرح

ان سے پہلے لوگوں پر بھی کیے تھے۔ پس ان کے لیے اس میں بہترین اسوہ ہے اور انہیں چاہیے کہ اس فرض کی

اداگی میں اپنے سے پہلے لوگوں سے بھی زیادہ مکمل طریقے سے کوشش کریں۔ (۳)

(حسن بصری) اللہ کی قسم! اس نے ہر گذشتہ اُمت پر روزے فرض کیے تھے جیسے اس نے ہم پر مکمل ایک ماہ

روزے فرض کیے ہیں۔ (۴)

(۱) [بخاری (۸) کتاب الإیمان : باب دعائکم إیمانکم ، مسلم (۱۶) کتاب الإیمان : باب بیان أركان

الإسلام ودعائمه العظام ، ترمذی (۲۶۱۲) نسائی (۱۰۷/۸) حمیدی (۷۰۳) ابن خزيمة (۳۰۸) احمد

(۲۰۲/۱۲-۱۴۳) شرح السنة (۶۴/۱) الحلیة لأبی نعیم (۶۲/۳)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۷۱/۲)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۶/۱)]

(۴) [ایضاً]

اہل جاہلیت کے لوگ یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے

صحیح بخاری کی چند احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قبل از اسلام اور ابتدائے اسلام میں اہل جاہلیت قریش اور نبی کریم ﷺ خود یوم عاشوراء کا روزہ (فرض سمجھ کر) رکھا کرتے تھے لیکن جب ماہ رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو یوم عاشوراء کے روزے کی رخصت مل گئی یعنی اگر کوئی چاہتا تو یہ روزہ رکھ لیتا اور اگر کوئی نہ چاہتا تو یہ روزہ نہ رکھتا۔ اس ضمن میں چند احادیث مندرجہ ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ كان عاشوراء يصومهم أهل الجاهلية فلما نزل رمضان قال من شاء صامه ومن لم يشأ

لم يصمه ﴾

”اہل جاہلیت یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی

تو آپ ﷺ نے فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو نہ چاہے وہ یہ روزہ نہ رکھے۔“ (۱)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ كان عاشوراء يصام قبل رمضان فلما نزل رمضان قال من شاء صام ومن شاء أفطر ﴾

”رمضان سے پہلے عاشوراء کا روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو

آپ ﷺ نے یہ فرمادیا کہ جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“ (۲)

(3) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ دخل عليه الأشعث وهو يطعم فقال اليوم عاشوراء فقال كان يصام قبل أن ينزل رمضان

فلما نزل رمضان ترك فادن فكل ﴾

”اُن کے پاس حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ آئے اور وہ (یعنی عبداللہ رضی اللہ عنہ) کچھ کھا رہے تھے۔ انہوں

نے کہا آج تو یوم عاشوراء ہے (اور آپ کھا رہے ہیں)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ماہ رمضان

(کے روزوں کی فرضیت) نازل ہونے سے پہلے یہ روزہ رکھا جاتا تھا پھر جب ماہ رمضان (کے روزوں کی

فرضیت) نازل ہوئی تو اسے چھوڑ دیا گیا۔ قریب آؤ اور کچھ کھا لو۔“ (۳)

(4) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

(۱) [بخاری (۵۰۱) کتاب التفسیر: باب: يأبها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(۲) [بخاری (۵۰۲) کتاب التفسیر: باب: يأبها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

(۳) [بخاری (۵۰۳) کتاب التفسیر: باب: يأبها الذين آمنوا كتب عليكم الصيام]

﴿ كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية و كان النبي ﷺ يصومه فلما قدم المدينة صامه وأمر بصيامه فلما نزل رمضان كان رمضان الفريضة وترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء لم يصمه ﴾

”جاہلیت میں قریش یوم عاشوراء کا روزہ رکھا کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ نے خود بھی یہ روزہ رکھا اور (دوسرے لوگوں کو بھی) اس دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ پھر جب ماہ رمضان (کے روزوں کی فرضیت) نازل ہوئی تو رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے اور عاشوراء کا روزہ چھوڑ دیا گیا۔ لہذا جو چاہتا یہ روزہ رکھ لیتا اور جو چاہتا نہ رکھتا۔“ (۱)

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت

ابتدائے اسلام میں فرضیتِ روزہ کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی نماز عشاء ادا کر لیتا اور پھر سو جاتا تو اس پر کھانا پینا اور عورتوں سے ہم بستری کرنا حرام ہو جاتا۔ جیسا کہ امام ابن کثیرؒ نے حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل فرمایا ہے کہ (ابتداء میں) لوگوں پر جو فرض کیا گیا تھا وہ یہ تھا کہ

﴿ إذا صلى أحدهم العتمة و نام حرم عليه الطعام و الشراب و النساء ﴾

”جب ان میں سے کوئی ایک نماز عشاء ادا کر لیتا تو اس پر کھانا پینا اور عورتیں حرام ہو جاتیں۔“

مزید فرماتے ہیں کہ امام ابن ابی حاتمؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ، امام ابو الجالیہ، امام عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ، امام مجاہد، امام سعید بن جبیر، امام مقاتل بن حیان، امام ربیع بن انس اور امام عطاء خراسانی رحمہم اللہ اجمعین سے بھی یہی بات مروی ہے۔ (۲)

صحابہ کرام پر روزے کی یہ کیفیت نہایت پر مشقت اور گراں تھی لہذا اللہ تعالیٰ نے ان پر آسانی کرتے ہوئے مندرجہ ذیل آیت نازل فرمادی:

﴿ أَجَلَ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثِ إِلَى نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَهُنَّ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیا کرتے تھے۔ سو اس نے تمہیں معاف

(۱) [بخاری (۴۵۰۴) کتاب التفسیر: باب: یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۶/۱)]

کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے۔ پس اب تم ان سے ہم بستری کرو اور جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری قسمت میں (اولاد سے) لکھ دیا ہے اسے تلاش کرو۔“

جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام بہت خوش ہوئے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ صَائِمًا فَحَضَرَ الْإِفْطَارَ فَنَامَ قَبْلَ أَنْ يَفْطُرَ لَمْ يَأْكُلْ لَيْلَتَهُ وَلَا يَوْمَهُ حَتَّى يَمْسَى وَإِنْ قَيْسُ بْنُ صَرْمَةَ الْأَنْصَارِيُّ كَانَ صَائِمًا فَلَمَّا حَضَرَ الْإِفْطَارَ أَتَى أَمْرَأَتَهُ فَقَالَ لَهَا أَعِنْدِكَ طَعَامٌ؟ قَالَتْ لَا وَلَكِنْ أَنْطَلِقُ فَأَطْلُبُ لَكَ وَكَانَ يَوْمَهُ يَعْمَلُ فَعَلْبَتَهُ عَيْنَاهُ فَجَاءَتْهُ أَمْرَأَتُهُ فَلَمَّا رَأَتْهُ قَالَتْ خَبِيئَةٌ لَكَ فَلَمَّا انْتَصَفَ النَّهَارَ عَشَى عَلَيْهِ فَذَكَرَ ذَلِكَ لِلنَّبِيِّ ﷺ فَنَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ ”أَحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ“ فَفَرَحُوا بِهَا فَرَحًا شَدِيدًا وَنَزَلَتْ: ”وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ“ ﴿﴾

”حضرت محمد ﷺ کے صحابہ جب روزہ دار ہوتے اور افطار کا وقت آتا تو کوئی روزہ دار اگر افطار سے پہلے سو جاتا تو پھر اس رات میں بھی اور آنے والے دن میں بھی انہیں کھانے پینے کی اجازت نہیں تھی تا آنکہ پھر شام ہو جاتی۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی روزے سے تھے جب افطار کا وقت ہوا تو وہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس کچھ کھانا ہے؟ انہوں نے کہا اس وقت تو کچھ نہیں ہے لیکن میں جاتی ہوں، کہیں سے تلاش کر کے لاتی ہوں۔ دن بھر انہوں نے کام کیا تھا اس لیے ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب بیوی واپس آئی اور انہیں سوتا ہوا دیکھا تو کہا انسوس! تم محروم ہی رہے۔ پھر دوسرے دن وہ دوپہر کو بے ہوش ہو گئے۔ جب اس بات کا ذکر رسول اللہ ﷺ سے کیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی: ”تمہارے لیے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ہم بستری کرنا حلال کر دیا گیا ہے۔“ اس پر صحابہ بہت خوش ہوئے اور یہ آیت نازل ہوئی: ”کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ (یعنی صبح صادق) کا لے دھاگے (صبح کاذب) سے ممتاز ہو جائے۔“ (۱)

ایک اور حدیث میں ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿لَمَّا نَزَلَ صَوْمُ رَمَضَانَ كَانُوا لَا يَقْرُبُونَ النِّسَاءَ رَمَضَانَ كُلَّهُ وَكَانَ رِجَالٌ يَخُونُونَ أَنْفُسَهُمْ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى ”عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ“ ﴿﴾

(۱) [بخاری (۱۹۱۵) کتاب الصیام: باب قول اللہ تعالیٰ: احل لكم ليلة الصيام، ابو داود (۲۳۱۴) ترمذی

(۲۹۶۸) نسائی (۱۴۷/۴ - ۱۴۸) احمد (۲۹۵/۴) ابن حبان (۳۴۶۰)]

”جب رمضان کے روزوں (کا حکم) نازل ہوا تو صحابہ سارا رمضان عورتوں کے قریب نہیں جاتے تھے۔ لیکن کچھ اس خیانت میں مبتلا ہو بھی جاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی کہ ”اللہ تعالیٰ نے جان لیا۔ کہ تم چوری چھپے ایسا کر لیتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔“ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

﴿كان المسلمون في شهر رمضان إذا صلوا العشاء حرم عليهم النساء والطعام إلى مثلها

القبالة ثم إن أناسا من المسلمين أصابوا من النساء والطعام في شهر رمضان بعد العشاء منهم عمر بن خطاب فشكوا ذلك إلى رسول الله ﷺ فأنزل الله تعالیٰ ”عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْتَمِنَ بِأَشْرَوْهِنَّ“ ﴿

”ماہ رمضان میں جب مسلمان نماز عشاء ادا کر لیتے تو عورتیں اور کھانا ان پر اس کی مثل اگلے روز تک حرام ہو جاتا۔ پھر (حرمت کے باوجود) کچھ مسلمان عشاء کے بعد ماہ رمضان میں عورتوں سے ہم بستری اور کھانے کے معاملے میں خیانت کر بیٹھے۔ ان میں سے ایک حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ لوگوں نے جب رسول اللہ ﷺ سے یہ شکایت کی تو یہ آیت نازل ہوئی: ”اللہ تعالیٰ نے جان لیا ہے کہ تم چوری چھپے ایسا کرتے ہو پس اس نے تمہیں معاف کر دیا ہے اور تم سے درگزر فرمایا ہے لہذا تم اب (رمضان کی راتوں میں) ان سے مباشرت کرو۔“ (۲)



(۱) - [بخاری (۴۵۰۸) کتاب التفسیر: باب أحل لكم ليلة الصيام]

(۲) [طبری (۲۹۴۸) شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔] [التعلیق علی تفسیر ابن کثیر

روزوں کی فضیلت کا بیان

باب فضیلة الصيام

روزہ دار کے لیے رسول اللہ ﷺ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن أعرابيا أتى النبي ﷺ فقال دلنسى على عمل إذا عملت دخلت الجنة قال : تعبد الله لا تشرك به شيئا وتقيم الصلاة المكتوبة وتؤدى الزكاة المفروضة وتصوم رمضان قال : فوالذي نفسى بيده لا أزيد على هذا فلما ولى قال النبي ﷺ : من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا ﴾

”ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جب میں اسے کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ، فرض نماز قائم کر، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ اس نے کہا، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میں اس سے کچھ بھی زیادہ نہیں کروں گا۔ جب وہ آدمی واپس مڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو اہل جنت کا کوئی آدمی دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھے۔“ (۱)

روزہ داروں کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنایا گیا ہے

حضرت بل بن سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(1) ﴿ إن فى الجنة بابا يقال له الريان يدخل منه الصائمون يوم القيامة لا يدخل منه أحد غيرهم يقال أين الصائمون ؟ فيقومون لا يدخل منه أحد غيرهم فإذا دخلوا أعلق فلم يدخل منه أحد ﴾

”جنت کا ایک دروازہ ہے جسے ریان کہتے ہیں۔ قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار ہی داخل ہوں گے۔ ان کے سوا اور کوئی اس میں سے داخل نہیں ہوگا۔ پکارا جائے گا کہ روزہ دار کہاں ہیں؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے، ان کے سوا اور کوئی اندر نہیں جانے پائے گا۔ اور جب یہ لوگ اندر چلے جائیں گے تو یہ

(۱) [بخاری (۱۳۹۷) کتاب الزکاة: باب وجوب الزکاة، مسلم (۱۴) کتاب الإیمان: باب بیان الإیمان

الذی یدخل به الجنة، ابن مندہ (۱۲۸)]

روزہ بند کر دیا جائے گا، پھر اس سے کوئی اندر نہیں جا سکے گا۔“ (۱)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من أنفق زوجين في سبيل الله نودي من أبواب الجنة يا عبد الله هذا خير، فمن كان من أهل الصلاة دعى من باب الصلاة، ومن كان من أهل الجهاد دعى من باب الجهاد، ومن كان من أهل الصيام دعى من باب الريان، ومن كان من أهل الصدقة دعى من باب الصدقة، فقال أبو بكر رضي الله عنه بأبي أنت وأمي يا رسول الله ما على من دعى من تلك الأبواب من ضرورة فهل يدعى أحد من تلك الأبواب كلها؟ فقال: نعم، وأرجو أن تكون منهم﴾

”جو اللہ کے راستے میں دو چیزیں خرچ کرے گا اسے فرشتے جنت کے دروازوں سے بلائیں گے کہ اے اللہ کے بندے! یہ دروازہ اچھا ہے۔ پھر جو شخص نمازی ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو عبادت ہوگا اسے عبادت کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ دار ہوگا اسے ”باب الريان“ سے بلایا جائے گا اور جو زکوٰۃ دار کرنے والا ہوگا اسے زکوٰۃ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں اے اللہ کے رسول! جو لوگ ان دروازوں (میں سے کسی ایک دروازے) سے بلائے جائیں گے مجھے ان سے بحث نہیں۔ آپ یہ بتلائیں کہ کوئی ایسا بھی ہوگا جسے ان سب دروازوں سے بلایا جائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں اور مجھے امید ہے کہ آپ بھی ان میں سے ہوں گے۔“ (۲)

روزہ دار شہداء کے ساتھ ہوں گے

حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿جاء رجل إلى النبي ﷺ فقال يا رسول الله! أرأيت إن شهدت أن لا إله إلا الله وأنك رسول الله وصليت الصلوات الخمس وأديت الزكاة وصمت رمضان وقمته فممن أنا؟ قال: من الصديقين والشهداء﴾

”ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! اگر میں یہ شہادت دوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں اور آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں، میں پانچ نمازوں پر پڑھوں، زکوٰۃ ادا کروں،

(۱) [بخاری (۱۸۹۶) کتاب الصیام: باب الريان للصائمین، مسلم (۱۱۵۲) کتاب الصیام: باب فضل الصیام، ترمذی (۷۶۵) ابن ماجہ (۱۶۴۰) نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۵۴۴)، (۲۵۴۰) ابن ابی شیبہ (۶۰۱۳) ابن حبان (۳۴۲۰) شرح السنۃ (۱۷۰۸)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۷) کتاب الصیام: باب الريان للصائمین]

ماہ رمضان کے روزے رکھوں اور اس میں قیام بھی کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔“ (۱)

روزہ دار کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں

(1) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿من قام ليلة القدر إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه ومن صام رمضان إيماناً

واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه﴾

”جو کوئی شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور حصولِ ثواب کی نیت کے ساتھ عبادت میں کھڑا ہو اس کے تمام گذشتہ گناہ بخش دیے جاتے ہیں اور جس نے رمضان کے روزے ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے رکھے اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (۲)

(2) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ فتنہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی حدیث کسی کو یاد ہے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ

﴿فتنة الرجل في أهله وماله وجاره تكفرها الصلاة والصيام والصدقة﴾

”انسان کے لیے اس کے اہل و عیال، اس کا مال اور اس کا پڑوسی آزمائش ہیں جس کا کفارہ نماز، روزہ اور صدقہ بن جاتا ہے۔“ (۳)

مذکورہ حدیث میں نماز کے ساتھ روزے کو بھی گناہوں کا کفارہ قرار دیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ روزہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

﴿الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة ورمضان إلى رمضان مكفرات لما بينهن إذا

احتسبت الكبائر﴾

(1) [صحیح: صحيح الترغيب (۱۰۰۳) كتاب الصوم: باب الترغيب في صيام رمضان احتساباً، بزار (۲۵) ابن خزيمة (۲۲۱۲) ابن حبان في صحيحه (۳۴۲۹)]

(2) [بخاری (۱۹۰۱) كتاب الصيام: باب من صام رمضان إيماناً واحتساباً، مسلم (۷۵۹) كتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب الترغيب في قيام رمضان وهو التراويح، احمد (۷۷۹۲) ابو داود (۱۳۷۱) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجه (۱۳۲۶) ابن خزيمة (۲۲۰۲) شرح السنة (۹۸۸) بيهقي (۴۹۱/۲) نسائي في

السنن الكبرى (۱۲۹۵) (۱۲۹۶) ابن حبان (۲۵۴۶)]

(3) [بخاری (۱۸۹۵) كتاب الصيام: باب الصوم كفارة]

”پانچوں نمازیں ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک اپنے درمیان ہونے والے گناہوں کو مٹا دیتا ہے جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔“ (۱)

رمضان میں جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور جہنم کے بند کر دیے جاتے ہیں

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا جَاءَ رَمَضَانَ فَتُحْتِ ابْوَابُ الْجَنَّةِ﴾

”جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“ (۲)

(۲) ایک دوسری روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿إِذَا دَخَلَ رَمَضَانَ فَتُحْتِ ابْوَابُ السَّمَاءِ وَغُلِقَتْ ابْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلْسِلَتِ الشَّيَاطِينُ﴾

”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو آسمان کے تمام دروازے کھول دیے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیاطین کو زنجیروں میں جکڑ دیا جاتا ہے۔“

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿إِذَا كَانَ رَمَضَانَ فَتُحْتِ ابْوَابُ الرَّحْمَةِ﴾

”جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“ (۳)

رمضان میں شیطان جکڑے جانے کے باوجود گناہ کیوں ہوتے ہیں؟

شیطانوں کے جکڑے جانے کے معنی کے متعلق علماء کے کئی ایک اقوال ہیں:

(ابن حجرؒ) فرماتے ہیں کہ حلیمی نے کہا کہ یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ جس طرح وہ عام دنوں میں مسلمانوں کو گمراہ کر سکتے ہیں رمضان میں نہیں کر سکتے کیونکہ لوگ روزے میں مشغول ہوتے ہیں جو شہوات کو ختم کر دیتا ہے اور قرآن مجید کی تلاوت اور ذکر و اذکار میں مشغول رہنے کی وجہ سے گمراہ ہونے سے بچ جاتے ہیں۔

(۱) [مسلم (۲۳۳) کتاب الطہارۃ: باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة، ترمذی (۲۱۴) ابن ماجہ

(۱۰۸۶) ابن حبان (۱۷۳۳) ابن خزیمہ (۳۱۴) طیالسی (۲۴۷۰) أبو عوانة (۲۰۱۲) شرح السنة

للبنغوی (۳۴۵) بیہقی فی السنن الکبری (۱۸۷/۱۰) احمد (۸۷۲۳)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۸) کتاب الصوم: باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأى كله واسعاً]

(۳) [بخاری (۱۸۹۹) کتاب الصوم: باب هل يقال رمضان أو شهر رمضان؟ ومن رأى كله واسعاً، مسلم

(۱۰۷۹) کتاب الصیام: باب فضل شهر رمضان، نسائی فی السنن الکبری (۲۴۰۷) (۲۴۰۸) (۲۴۱۰)

(۲۴۱۰) دارمی (۱۷۷۵) ابن حبان (۳۴۳۴) ابن خزیمہ (۱۸۸۲) بیہقی (۲۰۲/۴)]

حلیسی کے علاوہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اس سے بعض شیطان مراد ہیں جو زیادہ سرکش قسم کے ہوتے ہیں صرف انہیں ہی جکڑا جاتا ہے۔

قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ یہ احتمال بھی ہے کہ اسے ظاہر اور حقیقت پر محمول کیا جائے یعنی اس سے مراد رمضان المبارک کے شروع ہونے کی علامت، اس کی حرمت کی تعظیم اور شیطانوں کا مسلمانوں کو اذیت دینے سے باز آ جاتا ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ اس میں اجر و ثواب کی کثرت کی طرف اشارہ ہو اور شیطانوں کے لوگوں کو گمراہ کرنے میں کمی کے باعث انہیں جکڑے ہوئے کہا گیا ہو۔

اس دوسرے احتمال کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں مذکور ہے کہ ”رحمت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔“

یہ بھی احتمال ہے کہ شیطانوں کو اس لیے جکڑے ہوئے کہا گیا ہو کہ وہ لوگوں کو گمراہ کرنے اور ان کے لیے شہوات کو مزین کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں۔

زین بن منیر کہتے ہیں کہ پہلا معنی زیادہ اولیٰ ہے اور الفاظ کو ظاہری معنی میں نہ لینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ (۱)

(قرطبی) اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں تو پھر ہم رمضان المبارک میں بہت ساری معاصی کا ارتکاب ہوتا ہوا کیوں دیکھتے ہیں؟ اگر واقعی شیطان جکڑے ہوئے ہوں تو پھر یہ سب کچھ نہ ہو؟

اس کا جواب یہ کہ گناہ ان روزہ داروں سے کم ہوتے ہیں جو روزہ کی شرائط پر عمل کریں اور اس کے آداب کا لحاظ رکھیں۔ یا پھر جیسا کہ بعض احادیث میں ہے کہ کچھ شیطان جو زیادہ سرکش ہوں انہیں جکڑا جاتا ہے سب

شیطانوں کو نہیں جکڑا جاتا۔ یا پھر اس کا مقصد یہ ہے کہ اس مہینے میں گناہ بہت ہی کم ہو جاتے ہیں اور حقیقت بھی ایسے ہی ہے اور اس کا مشاہدہ بھی ہوتا ہے کہ رمضان میں دوسرے مہینوں کی نسبت گناہ کچھ کم ہوتے ہیں اور پھر یہ

بھی ہے کہ شیطانوں کے جکڑے جانے سے یہ لازم نہیں ہوتا کہ برائی کا وقوع ہی نہ ہو۔ بلکہ گناہوں کے شیطانوں کے علاوہ اور بھی بہت سے اسباب ہیں مثلاً خبیث قسم کے نفس غلط و گندی عادتیں

اور انسانوں میں سے شیطان صفت لوگ۔ (۲)

(شیخ ابن عثیمین) اس طرح کی احادیث امور غیبیہ میں شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہمارا موقف یہ ہے

(۱) [فتح الباری (۱/۴۱۱)]

(۲) [أبضاً].

کہ انہیں تسبیح کرنا چاہیے اور ان کی تصدیق کرنا ضروری ہے اور ہمیں اس میں کچھ بھی کلام نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اسی میں انسان کے دین اور اس کی عاقبت کی بہتری ہے۔

اسی لیے جب عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ نے اپنے والد احمد بن حنبلؒ سے کہا کہ ماہ رمضان میں بھی انسان کو جن چٹ جاتے ہیں اور وہ ان کے چنگل میں پھنس جاتا ہے تو امام احمد بن حنبلؒ نے جواب میں کہا کہ حدیث یہی کہتی ہے اور اسی طرح حدیث میں وارد ہے، ہم اس میں کوئی کلام نہیں کر سکتے۔

پھر ظاہر یہی ہے کہ انہیں لوگوں کو گمراہ کرنے سے جکڑا جاتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ رمضان میں خیر و بھلائی کی کثرت ہوتی ہے اور اکثر لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے لگتے ہیں۔ (۱)

لہذا ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شیطانوں کا جکڑا جانا حقیقی ہے جسے اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شر و برائی کا وقوع ہی نہ ہو یا پھر لوگ گناہوں کا ارتکاب ہی نہ کریں کیونکہ جن شیطانوں کو جکڑا گیا ہے انہوں نے اپنی آزادی کے دور میں لوگوں کے دلوں کو اس قدر زنگ آلود کر دیا ہے اور انہیں گناہوں کی اس قدر عادت ڈال دی ہے کہ جو ان کے جکڑے جانے کے بعد بھی موجود رہتی ہے۔

روزہ دار کے منہ کی بو کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قال الله: كل عمل ابن آدم له إلا الصيام فإنه لي وأنا أجزي به والصيام جنة وإذا كان يوم صوم أحدكم فلا يرفث ولا يصخب فإن سابه أحد أو قاتله فليقل إني امرؤ صائم والذى نفس محمد بيده لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك للصائم فرحتان يفرحهما: إذا أفطر فرح وإذا لقي ربه فرح بصومه﴾

”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ کہ وہ خاص میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے۔ اگر کوئی روزے سے ہو تو اسے فحش گوئی نہیں کرنی چاہیے اور نہ ہی شور مچانا چاہیے۔ اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ میں ایک روزہ دار آدمی ہوں، اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پاکیزہ ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوں گی (ایک تو جب وہ افطار کرتا ہے تو خوش ہوتا ہے اور (دوسرے) جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا تو اپنے روزے کا ثواب

حاصل کر کے خوش ہوگا۔“ (۱)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ لفظ ہے:

﴿إِذَا لَقِيَ اللَّهُ فِحْزَاهُ فَرِحَ﴾

”جب وہ (روزہ دار) اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اللہ تعالیٰ اسے روزے کا اجر و ثواب عطا کرے گا تو

وہ خوش ہوگا۔“ (۲)

(قرطبی) صرف اللہ تعالیٰ نے روزے کو ہی اپنے لیے دو وجوہات کی بنا پر خاص کیا ہے حالانکہ تمام عبادات اللہ کے لیے ہی ہیں اور روزہ اُن وجوہات کی وجہ سے باقی تمام عبادات سے مختلف ہے۔

① روزہ نفس کی لذتوں اور شہوات سے روکتا ہے جبکہ دوسری عبادات اس سے نہیں روکتیں۔

② یقیناً روزہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ایک راز ہوتا ہے جسے وہ صرف اُسی کے لیے ظاہر کرتا

ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لیے خاص کیا ہے۔ (۳)

(نووی) رقمطراز ہیں کہ علماء فرماتے ہیں: روزہ دار کی وہ خوشی جو اسے اپنے رب سے ملاقات کے وقت حاصل ہوگی اس کا سبب روزے کی وہ جزا ہوگی جسے وہ دیکھے لے گا اور اللہ کی نعمت کی وہ یاد دہانی ہوگی جو اللہ تعالیٰ نے اس پر روزے کے عمل کے لیے اپنی توفیق عطا فرما کر کی ہوگی۔ اور افطار کے وقت خوشی کا سبب اس کی عبادت مکمل ہونا، اس کا روزہ فاسد کر دینے والی اشیاء سے سلامت ہونا اور جوہہ اس کے ثواب کی امید رکھتا ہے وہ ہے۔ (۴)

روزہ دار کے ہر عمل کا اجر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف قال الله عز وجل : إلا

الصوم فإنه لى وأنا أجزي به يدع شهوته وطعامه من أجلى للصائم فرحان فرحة عند فطره وفرحة

عند لقاء ربه ولخلاف فيه أطيب عند الله من ريح المسك﴾

”ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کہ سوائے روزے کے بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے

(۱) [بخاری (۱۹۰۴) کتاب الصیام: باب هل يقول إني صائم إذا شئت]

(۲) [مسلم (۱۱۵۱) کتاب الصیام: باب فضل الصیام]

(۳) [تفسیر قرطبی (۲۷۰/۲)]

(۴) [شرح مسلم (۴۸۴/۴)]

پینے کو میری رضامندی کے لیے چھوڑتا ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں حاصل ہوتی ہیں: ایک، خوشی جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری خوشی جب اس کی اس کے پروردگار سے ملاقات ہوگی۔ اور روزہ دار کے منہ کی بوائی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کستوری کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ (۱)

ماہ رمضان کی ہر رات اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا كانت أول ليلة من رمضان صفت الشيطان ومردة الجن وغلقت أبواب النار فلم يفتح منها باب وفتحت أبواب الجنة فلم يغلق منها باب ونادى مناد يا باغي الخير أقبل ويا باغي الشر أقصر ولله عتقاء من النار وذلك في كل ليلة ﴾

”جب رمضان کی پہلی رات ہوتی ہے تو شیطان اور سرکش جنوں کو جکڑ دیا جاتا ہے اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ کھلا نہیں ہوتا۔ جبکہ جنت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اس کا کوئی دروازہ بند نہیں ہوتا۔ اور آواز دینے والا آواز لگاتا ہے: خیر طلب کرنے والو! نیک کام کے لیے آگے بڑھو اور برے کام کی طلب رکھنے والو! برے کاموں سے رک جاؤ۔ اور ہر رات کو اللہ تعالیٰ (کثرت کے ساتھ لوگوں کو) جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔“ (۲)

روزِ قیامت، روزہ مومن بندے کی سفارش کرے گا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ الصيام والقرآن يشفعان للعبد، يقول الصيام أی رب! إني منعت الطعام والشهوات بالنهار فشفعني فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعني فيه، فيشفعان ﴾

”روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا: اے میرے پروردگار! میں نے اس کو دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روک رکھا، اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن

(۱) [مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام: باب حفظ اللسان للصائم، موطا (۶۸۹) احمد (۳۴۹۳) نسائی فی السنن الكبرى (۲۵۲۳) (۲۵۲۷) ابن ماجہ (۱۶۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شیبہ (۵۱۳) ابن حبان (۳۴۲۲) ابن حزمیہ (۱۸۹۶) طیالسی (۲۴۸۵) شرح السنة للبیہقی (۱۷۱۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۱) کتاب الصیام: باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ابن ماجہ (۱۶۴۲) ترمذی (۶۸۲) کتاب الصوم: باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، نسائی (۲۱۰۷)]

کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روکے رکھا اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔“ (۱)

روزہ خیر کا دروازہ ہے

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ قال له ألا أدلك على أبواب الخير؟ قلت بلى يا رسول الله قال: الصوم حنة

والصدقة تطفيء الخطيئة كما يطفىء الماء النار﴾

”بلاشبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان (معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ کیا میں تمہاری خیر کے دروازوں پر رہنمائی نہ کروں؟ میں نے کہا کیوں نہیں اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: روزہ (گناہوں کے سامنے) ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔“ (۲)

ہزار مہینوں سے بہتر رات شب قدر ماہ رمضان میں ہی ہے

(۱) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ إن هذا الشهر قد حضركم وفيه ليلة خير من ألف شهر من حرمها فقد حرم الخير كله ولا

يحرم خيرها إلا كل محروم﴾

”بلاشبہ یہ (بابرکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ أتاكم رمضان شهر مبارك فرض الله عليكم صيامه تفتح فيه أبواب السماء وتغلق فيه

(۱) [حسن صحیح : صحيح الترغيب (۹۸۴) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم هداية الرواة (۳۱۳/۲) تمام المنة (ص ۳۹۴/۱) احمد (۱۷۴/۲) حاکم (۵۵۴/۱) امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے۔

(۲) [صحیح لغیرہ : صحيح الترغيب (۹۸۳) كتاب الصوم : باب الترغيب في الصوم مطلقا وما جاء في فضله وفضل دعاء الصائم ترمذی (۲۶۱۶) كتاب الإيمان : باب ما جاء في حرمة الصلاة]

(۳) [حسن صحیح : صحيح ابن ماجه (۱۲۳۳) كتاب الصيام : باب ما جاء في فضل شهر رمضان ابن ماجه

أبواب السماء وتغلق في أبواب الجحيم وتغل فيه مردة الشياطين 'لله فيه ليلة خير من ألف شهر من حرم خيرها فقد حرم

”تمہارے پاس رمضان کا برکت والا مہینہ آ گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر اس کے روزے فرض کیے ہیں۔ اس ماہ میں دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور سرکش شیطانوں کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ اللہ کے لیے اس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس کی خیر و برکت سے محروم ہوا وہ ہر قسم کی خیر و برکت سے محروم ہوا۔“ (۱)

نزول قرآن کا شرف ماہ رمضان کو ہی حاصل ہے

(۱) ﴿ شَهْرَ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ﴾ [البقرة: ۱۸۵]

”ماہ رمضان وہ ہے جس میں قرآن اتارا گیا جو لوگوں کو ہدایت کرنے والا ہے اور جس میں ہدایت کی اور حق و باطل کی تیز کی نشانیاں ہیں تم میں سے جو شخص اس مہینے میں موجود ہو وہ اس کے روزے رکھے۔“

امام قرطبیؒ نے مذکورہ آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ

((نص في أن القرآن نزل في شهر رمضان))

”یہ آیت اس بارے میں نص ہے کہ قرآن ماہ رمضان میں نازل ہوا۔“ (۲)

امام ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

((يمدح تعالى شهر الصيام من بين سائر الشهور بأن اختاره من بينهن لإنزال القرآن العظيم فيه))

”اللہ تعالیٰ سارے مہینوں میں سے روزوں کے مہینے کی مدح و تعریف فرما رہے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام میں سے اسے قرآن عظیم نازل کرنے کے لیے پسند فرمایا ہے۔“ (۳)

(۲) ﴿ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ مُبَارَكَةٍ ﴾ [الدخان: ۳]

بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) بابرکت رات (یعنی شب قدر) میں نازل کیا۔“

(۱) [حسن لغویہ: صحیح الترغیب (۹۹۹) کتاب الصوم: باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً] احمد (۲۳۰۱۲) نسائی (۱۲۹/۴) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۶۰۰) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ [التعلیق علی تفسیر قرطبی (۲۸۸/۲)]

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۹۳/۲)]

(۳) [تفسیر ابن کثیر (۴۳۹/۱)]

(3) ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ [القدر: ۱]

بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) شب قدر میں نازل کیا۔“

ماہ رمضان میں نزول قرآن کا مطلب یہ ہے کہ مکمل قرآن رمضان میں قدر کی رات لوح محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزت میں نازل کیا گیا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام حسب ضرورت و واقعہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن لے کر محمد ﷺ پر نازل ہوتے رہے اور یہ سلسلہ تقریباً تیس (23) سال کے عرصے میں مکمل ہوا۔ اس سے کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ رمضان میں تو قرآن نازل ہی نہیں ہوا۔ بلکہ آیت اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کیونکہ لوح محفوظ سے تو ماہ رمضان میں ہی نازل ہوا تھا۔ (۱)

حضرت واہلہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أُنزِلَتْ صَحْفُ إِبْرَاهِيمَ أَوَّلَ لَيْلَةٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ، وَأُنزِلَتْ التَّوْرَةُ لَسْتُ مَضْتِ مِنْ رَمَضَانَ، وَأُنزِلَ الْإِنْجِيلَ لِثَلَاثِ عَشْرَةَ مَضْتِ مِنْ رَمَضَانَ، وَأُنزِلَ الزَّبُورُ لِثَمَانِ عَشْرَةَ خَلَّتْ مِنْ رَمَضَانَ، وَأُنزِلَ الْقُرْآنَ لِأَرْبَعِ وَعِشْرِينَ خَلَّتْ مِنْ رَمَضَانَ﴾

”صحف ابراہیم ماہ رمضان کی پہلی رات میں نازل کیے گئے۔ تورات اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے چھ (6) ایام گزر چکے تھے۔ انجیل تب نازل کی گئی جب رمضان کے تیرہ (13) ایام گزر چکے تھے۔ زبور اس وقت نازل کی گئی جب رمضان کے اٹھارہ (18) ایام گزر چکے تھے اور قرآن اس وقت نازل کیا گیا جب رمضان کے چوبیس (24) ایام گزر چکے تھے۔“ (۲)

رمضان میں عمرہ کا ثواب حج کے برابر ہو جاتا ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس ہوئے تو آپ ﷺ نے

ام سنان انصاریہ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ

﴿مَا مَنَعَكَ مِنَ الْحَجِّ؟ قَالَتْ: أَبُو فَلَانٍ - تَعْنِي زَوْجَهَا كَانْ لَهُ - نَاضِحَانِ حَجَّ عَلَيَّ أَحَدَهُمَا

وَالْآخَرَ يَسْقِي أَرْضًا لَنَا، قَالَ: فَإِنْ عَمَرَةَ فِي رَمَضَانَ تَقْضَى حَجَّةٌ أَوْ حَجَّةٌ مَعِيَ﴾

”تو حج کرنے نہیں گئی؟ انہوں نے عرض کیا کہ فلاں کے باپ یعنی میرے خاوند کے پاس دو اونٹ پانی پلانے کے تھے۔ ایک پر تو وہ خود حج پر چلے گئے اور دوسرا ہماری زمین سیراب کرتا ہے۔ آپ ﷺ نے اس پر

(۱) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: تفسیر قرطبی (۲/۲۹۳) تفسیر ابن کثیر (۱۱/۴۴۰) تفسیر أحسن البیان

ص (۷۳۱)]

(۲) [حسن: صحيح الجامع الصغير (۱۴۹۷) الصحيحة (۱۰۷۵)]

فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے۔“
صحیح مسلم کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فإذا جاء رمضان فاعتمرى فإن عمرة فيه تعدل حجة﴾

”جب رمضان آئے تو عمرہ کر لینا کیونکہ رمضان میں عمرہ (کا اجر و ثواب) حج کے برابر ہوتا ہے۔“ (۱)

اس حدیث کی شرح میں امام نوویؒ رقمطراز ہیں کہ

”رمضان میں عمرے کا حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عمرہ ثواب میں حج کے قائم مقام ہوتا ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ عمرہ ہر چیز میں حج کے برابر ہوتا ہے۔ اور بلاشبہ اگر انسان پر حج فرض ہو اور رمضان میں عمرہ کر لے تو یہ عمرہ اسے حج سے کفایت نہیں کرے گا۔“ (۲)

واضح رہے کہ یہ حدیث مکمل ماہ رمضان کو شامل ہے صرف آخری عشرے کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

روزہ دار کی دعا قبول کی جاتی ہے

(۱) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إن لله تبارك وتعالى عتقاء في كل يوم وليلة - يعني في رمضان - وإن لكل مسلم في كل يوم وليلة دعوة مستحابة﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ ماہ رمضان کے ہر دن اور رات میں (لوگوں کو جہنم سے) آزاد کرتے ہیں۔ اور (ماہ رمضان کے) ہر دن اور رات میں ہر مسلمان کے لیے ایک ایسی دعا ہے جسے قبولیت سے نوازا جاتا ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ثلاثة لا ترد دعوتهم: الإمام العادل، والصائم حتى يفطر، ودعوة المظلوم يرفعها الله دون

الغمام يوم القيامة وتفتح لها أبواب السماء ويقول بعزتي لأنصرنك ولو بعد حين﴾

”تین بندے ایسے ہیں جن کی دعا روئیں کی جاتی: عادل حکمران، روزہ دار حتیٰ کہ وہ افطار کر لے اور مظلوم کی دعا کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت بغیر بادلوں کے اٹھائیں گے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول

(۱) [بخاری (۱۸۶۳) کتاب الحج: باب حج النساء، مسلم (۱۲۵۶) کتاب الحج: باب فضل العمرة فی

رمضان، نسائی (۲۱۰۹) وفی السنن الکبریٰ (۴۲۲۳/۲) دارمی (۱۸۵۹) طبرانی کبیر (۱۱۴۱۰) ابن

ماجة (۲۹۹۳) ابن حبان (۳۷۰۰) بیہقی (۳۴۶/۴)]

(۲) [شرح مسلم (۱۴۶/۵)]

(۳) [صحیح لغیرہ: صحیح الترغیب (۱۰۰۲) کتاب الصوم: باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً، بزار

فی کشف الأستار (۹۶۲)]

دیے جائیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میری عزت کی قسم! میں ضرور تمہاری مدد کروں گا اگرچہ کچھ دیر بعد ہی کروں۔“ (۱)

(3) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةٍ مَا تَرَدُّ﴾

”بلاشبہ روزہ دار کے لیے افطاری کے وقت ایک ایسی دعا ہے جسے روئیں کیا جاتا۔“ (۲)

افطاری کے وقت اللہ تعالیٰ لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ لِلَّهِ عِنْدَ كُلِّ فِطْرٍ عِتْقَاءَ وَذَلِكَ فِي كُلِّ لَيْلَةٍ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو (جہنم سے) آزاد کرتے ہیں اور ایسا ہر رات بھی ہوتا ہے۔“ (۳)



(۱) [حسن: ترمذی (۳۵۹۸) کتاب الدعوات: باب فی العفو والعافیة، ابن ماجہ (۱۷۵۲) کتاب الصیام: باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، احمد (۳۰۵۱۲) ابن حبان (۳۴۲۸) بیہقی فی شعب الإیمان (۵۸۸)، (۷۳۵۸) شیخ عبدالرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔] التعلیق علی تفسیر ابن کثیر [(۴۴۹/۱)]

(۲) [ضعیف: ضعیف ابن ماجہ (۳۸۷) کتاب الصیام: باب فی الصائم لا ترد دعوتہ، ابن ماجہ (۱۷۵۳) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۹۰۴)] حافظ بوسیری نے زوائد میں اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکم نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [مستدرک حاکم (۴۲۲/۱)]

(۳) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۲) کتاب الصیام: باب ما جاء فی فضل شہر رمضان، صحیح الترغیب (۱۰۰۱) کتاب الصوم: باب الترغیب فی صیام رمضان احتساباً، ابن ماجہ (۱۶۴۳) احمد (۲۵۶/۵) بیہقی فی شعب الإیمان (۳۶۰۵)]

روزوں کے آداب کا بیان

باب آداب الصیام

روزہ رکھنے والے پر فجر سے پہلے نیت کرنا ضروری ہے

(۱) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿من لم یجمع الصیام قبل الفجر فلا صیام له﴾

”جس نے فجر (یعنی صبح صادق) سے پہلے پختہ نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں۔“ (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿لا صیام لمن لم یفرضه من اللیل﴾

”اس شخص کا کوئی روزہ نہیں جس نے رات سے اسے (یعنی اس کی نیت کو) پختہ نہ کیا۔“ (۲)

(شوکانی) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو نیت کرنا واجب ہے۔ (۳)

مندرجہ ذیل حدیث بھی اس کا ثبوت ہے:

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ

﴿إنما الأعمال بالنیات وإنما لكل امرئ ما نوى فمن كانت هجرته إلى دنیا یصیبها أو إلى

امرأة ینکحها فهجرته إلى ما هاجر إليه﴾

”عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس نے دنیا

حاصل کرنے کی غرض سے ہجرت کی اسے صرف دنیا ہی ملے گی اور جس نے کسی عورت سے شادی کی غرض سے

ہجرت کی اسے صرف عورت ہی ملے گی (ایسے لوگوں کو ہجرت کا اجر و ثواب نہیں ملے گا)۔“ (۴)

(۱) صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۴۳) کتاب الصوم: باب النیة فی الصیام، أبو داود (۲۴۵۴) ترمذی

(۸۳۰) نسائی (۱۹۶/۴) ابن ماجہ (۱۷۰۰) دامی (۶/۲) ابن خزیمہ (۱۹۳۳) شرح معانی الآثار

[۵۴/۲ بیہقی (۲۰۲/۴) معرفة السنن والآثار (۳۴۴/۳) أحمد (۲۸۷/۶)]

(۲) صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۲۷۹) کتاب الصیام: باب ما جاء فی فرض الصوم من اللیل والخیار فی

الصوم، إرواء الغلیل (۹۱۴) ابن ماجہ (۱۷۰۰)]

(۳) [نیل الأوطار (۱۶۳/۳)]

(۴) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحی، مسلم (۱۹۰۷) ابو داود (۲۲۰۱) ترمذی (۱۶۴۷) ابن ماجہ (۴۲۲۷)

نسائی (۵۸/۱) احمد (۲۵/۱) حمیدی (۲۸) ابن خزیمہ (۱۴۲)]

(سعودی مجلس افتاء) ماہ رمضان کے روزے کی نیت رات کو فجر سے پہلے کرنا واجب ہے۔ (۱)

اگر رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ فرض روزہ دن میں نیت کرنے سے بھی صحیح ہو جاتا ہے بشرطیکہ اسے رات کو روزہ واجب ہو جانے کا علم نہ ہو۔ جیسا کہ اگر دن کے دوران چاند نظر آنے کا ثبوت مل جائے تو انسان اس باقی دن میں روزہ رکھے گا اور اس پر کوئی قضاء لازم نہیں ہوگی خواہ اس نے (اس دن پہلے) کچھ

کھایا ہی ہو۔ (۲)

(ابن تیمیہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(شوکانی) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۴)

(البانی) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔ (۵)

(ابن باز) جسے طلوع فجر کے بعد ماہ رمضان کے شروع ہونے کا علم ہو اس پر لازم ہے کہ وہ باقی دن میں روزہ توڑنے والی اشیاء سے اجتناب کرے کیونکہ وہ روزے کا دن ہے۔ اور صحیح مقیم کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اس دن میں روزہ توڑنے والی اشیاء تناول کرے۔ اور اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اس نے فجر سے پہلے رات کے وقت اس روزے کی نیت نہیں کی اور نبی کریم ﷺ صحیح ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا: جس نے فجر سے پہلے رات کے وقت روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں۔ امام ابن قدامہ نے یہی بات المعنی میں نقل فرمائی ہے اور یہی عام

فقہاء کا قول ہے۔ (۶)

نفلی روزے کی نیت

واضح رہے کہ یہ فرض روزے کی بات ہے جبکہ نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے بھی نیت کی جاسکتی ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿دخل على النبي ﷺ ذات يوم فقال هل عندكم شيء؟ فقلنا لا قال فإني إذن صائم ثم أتانا

(۱) فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۴۴/۱۰)

(۲) الاختيارات العلمية (۶۳/۴) مجموع الفتاوى لابن تیمیة (۱۰۹/۲۵-۱۱۷-۱۱۸)

(۳) زاد المعاد (۲۳۵/۱) تهذيب السنن (۳۲۸/۳)

(۴) نبل الأوطار (۱۶۷/۴)

(۵) الصحیحة (تحت الحدیث ۲۶۲۴) نظم الفرائد (۵۱۰/۱)

(۶) فتاوى إسلامية (۱۱۶/۲)

یوما آخر فلقلنا یا رسول اللہ! أهدی لنا حیس فقال: أرینیه فلقد أصبحت صائماً فاکمل ﴿

”ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا ’کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا نہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: تب میں روزہ دار ہوں۔ پھر آپ ﷺ ایک دوسرے دن ہمارے پاس آئے تو ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بھی حلوہ دکھاؤ بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے، لیکن آپ نے (حلوہ) کھالیا۔ (۱)

(شافعی، احمد، مالک) فرض روزے کے لیے رات کو نیت کرنا ضروری ہے جب کہ نفل روزے کی نیت زوال سے پہلے تک کی جاسکتی ہے۔

(ابو حنیفہ) نصف النہار سے پہلے فرض اور نفل دونوں قسم کے روزوں کی نیت کی جاسکتی ہے تاہم قضاء اور کفاروں میں رات کو نیت کرنا ضروری ہے۔ (۲)

(راجح) پہلا موثق راجح ہے۔

(ابن قدامہ) فرض روزہ اس وقت تک صحیح نہیں ہوتا جب تک رات کو نیت نہ کی جائے جبکہ نفل روزے کی نیت دن میں (زوال سے پہلے) بھی کی جاسکتی ہے۔ (۳)

ہر روزے کے لیے الگ نیت کرنا ضروری ہے

کیونکہ روزہ عبادت ہے اور ہر مرتبہ ابتدائے عبادت سے اس کی دوبارہ نیت کرنا اس لیے ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی عبادت نیت کے بغیر نہیں ہوتی۔

(شافعی، ابو حنیفہ، ابن منذر) اسی کے قائل ہیں۔

(احمد) پورے مہینے کے لیے ایک نیت بھی کی جاسکتی ہے۔ (۴)

- (۱) [مسلم (۱۱۵۴) کتاب الصیام: باب جواز صوم النافلة بنية من النہاز قبل الزوال أبو داود (۲۴۵۵) کتاب الصوم: باب فی الرخصة فی ذلك فی النية، ترمذی (۷۲۹، ۷۳۰) کتاب الصوم: باب ما جاء فی إفتار الصائم المتطوع، نسائی (۱۹۴/۴) کتاب الصیام: باب النية فی الصیام، مسند شافعی (ص ۸۴) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۲) دار قطنی (۱۷۶/۲) بیہقی (۲۷۵/۴)]
- (۲) [المغنی (۳۳۳/۴) الأم (۱۲۶/۲) شرح المہذب (۳۰۴/۶) الإختیار (۱۲۷/۱) المبسوط (۶۲/۳) الہدایة (۱۱۸/۱) تحفة الفقہاء (۵۳۴/۱) سبل السلام (۲۱۷/۲) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۲۹۳/۳) بدایة المحتہد (۲۰۲/۱) نیل الأوطار (۲۲۰/۴)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳۳۵/۴)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۲۷/۴)]

(شوکانیؒ) ہردن کے لیے الگ نیت کرنی چاہیے۔ (۱)

(ابن قدامہؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(ابن حزمؒ) رمضان اور غیر رمضان کے روزوں کے لیے ہر رات نئی نیت کرنا ضروری ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان میں ہر رات کو روزے کی نیت کرنا ضروری ہے۔ (۴)

نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے

(ابن قدامہؒ) نیت محض دل کے ارادے کا نام ہے۔ (۵)

(ابن تیمیہؒ) الفاظ کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے۔ (۶)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں کہ ”نیت کی جگہ علماء کے اتفاق کے ساتھ صرف دل ہی ہے۔ (۷)

(ابن قیمؒ) زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ (۸)

(نوویؒ) نیت صرف دل کے ارادے کو ہی کہتے ہیں۔ (۹)

(ملا علی قاریؒ) زبان کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بدعت ہے۔ (۱۰)

(سعودی مجلس افتاء) روزہ رکھنے کے عزم سے نیت ہو جائے گی۔ (۱۱)

لہذا روزے کی نیت کے لیے زبان سے کوئی الفاظ نہیں ادا کیے جائیں گے جیسا کہ یہ الفاظ بتائے جاتے ہیں

”وَبَصْوْمِ عَبْدِ نُوَيْثٍ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ“ یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں۔

سحری کھانے میں برکت ہے

(I) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [نبیل الأوطار (۱۶۳/۳)]

(۲) [المغنی (۳۳۷/۴)]

(۳) [المحلی بالآثار (۲۸۵/۴)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۴۶/۱۰)]

(۵) [المغنی (۳۳۷/۴)]

(۶) [الفتاویٰ الكبرى (۲۱۴/۱)]

(۷) [مجموع الفتاویٰ (۲۶۲/۱۸)]

(۸) [زاد المعاد (۶۹/۱)]

(۹) [شرح المہذب (۳۵۲/۱)]

(۱۰) [مرقاۃ المفاتیح (۴۱/۱)]

(۱۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة (۲۴۶/۱۰)]

﴿ تسحرُوا فإن في السحور بركة ﴾

”سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کھانے میں برکت ہے۔“ (۱)

(شوکانی) اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ سحری کھانا شروع ہے۔ (۲)

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ السحور بركة فلا تدعوه ولو أن يجرع أحدكم جرعة من ماء ﴾

”سحریوں میں برکت ہے لہذا اسے مت چھوڑو اگرچہ تم میں سے کوئی ایک پانی کا ایک گھونٹ ہی پی لے۔“ (۳)

(ابن حجر) برکت سے مراد اجر و ثواب ہے۔ (۴)

(3) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ تسحرُوا ولو بجرعة من ماء ﴾

”سحری کھایا کرو خواہ پانی کے ایک گھونٹ کے ساتھ ہی۔“ (۵)

(ابن منذر) اس پر اجماع ہے کہ سحری کھانا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (۶)

سحری کھانے میں اہل کتاب کی مخالفت ہے

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ فصل ما بين صيامنا و صيام أهل الكتاب أكلة السحر ﴾

”ہمارے روزے کے درمیان اور اہل کتاب کے روزے کے درمیان سحری کھانے کا ہی فرق ہے۔“ (۷)

(۱) [بخاری (۱۹۲۳) کتاب الصوم: باب بركة السحور من غير إيجاب 'مسلم (۱۰۹۵) ابن ماجہ

(۱۶۹۲) نسائی (۱۴۱/۴) ترمذی (۱۰۶/۲) احمد (۲۱۵/۳) دارمی (۶/۲) ابن الجارود (۳۸۳)

طیالسی (۸۸۲) عبد الرزاق (۲۲۷/۴) طبرانی صغیر (۲۸۱/۱) ابن حزمیة (۱۹۳۷)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۹۷/۳)]

(۳) [احمد (۱۲/۳-۴۴)]

(۴) [فتح الباری (۶۳۹/۴)]

(۵) [حسن صحیح: صحيح الترغيب (۱۰۷۱) كتاب الصوم: باب الترغيب في السحور سيما بالتمر، ابن

حبان في صحيحه (۳۴۶۷) (۸۸۴) - الموارد]

(۶) [كما في نيل الأوطار (۱۹۷/۳)]

(۷) [مسلم (۱۰۹۶) كتاب الصيام: باب فضل السحور وتأکید استحبابه واستحباب تأخيره، ابو داود

(۲۳۴۳) ترمذی (۷۰۴) نسائی (۱۴۶/۴) احمد (۲۰۲/۴) دارمی (۶/۲) بیہقی (۲۳۶/۴) ابن ابی

شيبه (۸/۳) أبو يعلى (۷۳۳۷) ابن حبان (۳۴۸۱) مشكل الآثار (۱۹۹/۱)]

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح میں رقمطراز ہیں کہ

((معناه الفارق والمميز بين صيامنا وصيامهم السحور فإنهم لا يتسحرون ونحن يستحب لنا

(السحور))

”اس کا معنی یہ ہے کہ ہمارے اور ان (اہل کتاب) کے روزے کے درمیان فرق و امتیاز سحری ہے۔ کیونکہ بلاشبہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہمارے لیے سحری کھانا مستحب ہے۔“ (۱)

سحری کی فضیلت

(۱) حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَصَلُّونَ عَلَى الْمُتَسَحِّرِينَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں اور فرشتے ان کے لیے دعا کرتے ہیں۔“ (۲)

(۲) حضرت عرابض بن ساریہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِلَى السَّحُورِ فِي رَمَضَانَ فَقَالَ هَلُمَّ إِلَى الْغَدَاءِ الْمُبَارِكِ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے رمضان میں مجھے سحری کی طرف بلایا اور فرمایا: آؤ مبارک کھانے کی طرف۔“ (۳)

(۳) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿الْبُرُكَةُ فِي ثَلَاثَةٍ: فِي الْجَمَاعَةِ، وَالثَّرِيدِ، وَالسَّحُورِ﴾

”برکت تین اشیاء میں ہے: جماعت میں، ترید کے کھانے میں اور سحریوں میں۔“ (۴)

(۴) نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ

﴿دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ [وَهُوَ يَتَسَحَّرُ] فَقَالَ: إِنَّهَا بَرَكَةٌ أَعْطَاكُمْ اللَّهُ إِيَّاهَا فَلَا

تَدْعُوهُ﴾

”میں نبی ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ سحری کھا رہے تھے تو آپ نے فرمایا: یقیناً یہ برکت ہے جو اللہ تعالیٰ

(۱) [شرح مسلم (۴۳۰/۴)]

(۲) [حسن صحیح: صحيح الترغيب (۱۰۶۶) كتاب الصوم: باب الترغيب في السحور سيما بالتمر، ابن

حيان في صحيحه (۳۴۶۷) طبرانی أوسط]

(۳) [صحيح لغیره: صحيح الترغيب (۱۰۶۷) كتاب الصوم: باب الترغيب في السحور سيما بالتمر، ابو

داود (۲۳۴۴) نسائی (۱۴۵/۴) ابن خزيمة (۱۹۳۸) ابن حبان (۳۴۵۶)]

(۴) [حسن لغیره: صحيح الترغيب (۱۰۶۵) كتاب الصوم: باب الترغيب في السحور سيما بالتمر

طبرانی كبير]

نے خاص تم لوگوں کو عطا فرمائی ہے اس لیے اسے مت چھوڑا کرو۔“ (۱)

سحری کا وقت

صبح سحری کے لیے بیدار ہو جانے کے بعد صبح صادق کے خوب نمایاں ہو جانے تک سحری کا وقت ہے اور اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ﴾

[البقرة: ۱۸۷]

”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ (صبح صادق) سیاہ دھاگے (رات کی سیاہ دھاری) سے ظاہر ہو جائے۔“

(۲) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ لَمَا نَزَلَتْ ”حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ“ [البقرة

: ۱۸۷] عمدت إلى عقال أسود وإلى عقال أبيض فجعلتهما تحت وسادتي فجعلت أنظر في الليل فلا يستبين لي، فغدوت إلى رسول الله ﷺ فذكرت له ذلك فقال: إنما ذلك سواد الليل وبياض النهار ﴿

”جب یہ آیت نازل ہوئی ”حتی کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔“ تو میں نے ایک سیاہ دھاگہ لیا اور ایک سفید اور دونوں کے تکیے کے نیچے رکھ لیا اور رات میں دیکھتا رہا لیکن مجھ پر ان کے رنگ واضح نہ ہوئے۔ جب صبح ہوئی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس سے تو رات کی تاریکی (صبح کا ذب) اور دن کی سفیدی (صبح صادق) مراد ہے۔“ (۲)

(۱) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۶۹) کتاب الصوم: باب الترغیب فی السحور سیما بالتمر، نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۴۷۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۱۶) کتاب الصوم: باب قول اللہ تعالیٰ وکلوا واشربوا حتی یبتین لکم الخیط الابيض من الخیط الأسود، مسلم (۱۰۹۰) کتاب الصیام: باب بیان أن الدخول فی الصوم یحصل بطلع الفجر، ابو داود (۲۳۴۹) ترمذی (۲۹۷۰) دارمی (۱۶۹۴) ابن حبان (۳۴۶۲) بیہقی (۲۱۰/۳) طبرانی کبیر (۱۷۶/۱۷) ابن خزیمہ (۱۹۲۵)]

(2) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہم نے بیان کیا کہ

﴿ أنزلت: " وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ " [البقرة:

۱۸۷] ولم ينزل " مِنَ الْفَجْرِ " فكان رجل إذا أرادوا الصوم ربط أحدهم في رجله الخيط الأبيض والخيط الأسود ولم يزل يأكل حتى يتبين له رؤيتهما فأنزل الله بعد " مِنَ الْفَجْرِ " فعملوا أنه إنما يعني الليل والنهار ﴿

”یہ آیت نازل ہوئی ” کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔“ لیکن من الفجر کے لفظ نازل نہیں ہوئے تھے۔ اس پر کچھ لوگوں نے یوں کیا کہ جب روزے کا ارادہ ہوتا تو سیاہ اور سفید دھاگہ لے کر پاؤں میں باندھ لیتے اور جب تک دونوں دھاگے پوری طرح دکھائی نہ دینے لگتے کھانا پینا بند نہیں کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے من الفجر کے الفاظ نازل فرمائے۔ پھر لوگوں کو معلوم ہوا کہ اس سے مرادرات اور دن ہیں۔“ (۱)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن بلالا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم ﴾

”بلاشبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ رات کے وقت اذان دیتے ہیں لہذا تم حضرت ابن أم مكتوم رضی اللہ عنہ کے اذان دینے تک کھاتے پیتے رہو۔“ (۲)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

﴿ إن بلالا كان يؤذن بليل فقال رسول الله ﷺ: كلوا واشربوا حتى يؤذن ابن أم مكتوم فإنه

لا يؤذن حتى يطلع الفجر - قال القاسم: ولم يكن بين أذانهما إلا أن يرقى ذا وينزل ذا ﴿

”حضرت بلال رضی اللہ عنہ کچھ رات رہے سے اذان دے دیا کرتے تھے اس لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تک ابن أم مكتوم اذان نہ دیں تم کھاتے پیتے رہو کیونکہ وہ صبح صادق کے طلوع سے پہلے اذان نہیں دیتے۔

(۱) [بخاری (۱۹۱۷) كتاب الصوم: باب قول الله تعالى وكلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الأبيض من الخيط الأسود - مسلم (۱۰۹۱) كتاب الصيام: باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر - تحفة الأشراف (۴۷۴۱)؛ (۴۷۵۰)]

(۲) [بخاری (۶۲۲) كتاب الأذان: باب الأذان قبل الفجر - مسلم (۱۰۹۲) كتاب الصيام: باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر - ترمذی (۲۰۳) ابن حبان (۳۴۶۹) دارمی (۱۱۹۰) طيالسی (۱۸۱۹) ابن حزيمة (۴۰۱) طبرانی كبير (۱۳۳۷۹) ابن أبي شيبة (۹/۳) شرح السنة للبخاری (۴۳۳)

قاسمؒ نے بیان کیا کہ دونوں (بلال اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما) کی اذان کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا تھا کہ ایک چڑھتے تو دوسرے اترتے۔“ (۱)

(ابن حزمؒ) رمضان ہو یا غیر رمضان روزہ صرف فجر ثانی کے واضح طور پر طلوع ہونے کے ساتھ ہی لازم ہوتا ہے۔ اور جب تک یہ واضح نہ ہو کھانا پینا اور جماع وہم ہستری کرنا سب جائز ہوتا ہے۔ (۲)

امام ابن حزم حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ

﴿ أن عمر بن الخطاب كان يقول: إذا شك الرجلان في الفجر فليأكل كلا حتى يستيقنا ﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ جب دو آدمیوں کو فجر کے متعلق شک ہو جائے کہ (آیا طلوع ہوئی ہے یا نہیں) تو انہیں چاہیے کہ وہ دونوں کھاتے رہیں حتیٰ کہ انہیں (فجر ثانی طلوع ہونے کا) یقین ہو جائے۔“ (۳)

سحری کھانے میں تاخیر کرنا مستحب ہے

(1) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ تسحرنا مع النبي ﷺ ثم قام إلى الصلاة قلت كم كان بين الأذان والسحور؟ قال: قدر خمسين آية ﴾

”ہم نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، پھر آپ ﷺ صبح کی نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ میں نے دریافت کیا کہ سحری اور اذان میں کتنا فاصلہ ہوتا تھا تو انہوں نے کہا کہ پچاس آیتیں (پڑھنے) کے برابر فاصلہ ہوتا تھا۔“ (۴)

(2) حضرت بہل بن سعد رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ كنت أتسحر في بيتي ثم يكون سرعتي أن أدرك السجود مع رسول الله ﷺ ﴾

(۱) [بخاری (۱۹۱۸-۱۹۱۹) کتاب الصوم: باب قول النبي: لا يمنعكم من سحوركم أذان بلال، مسلم (۱۰۹۲) کتاب الصيام: باب بيان أن الدخول في الصوم يحصل بطلوع الفجر، ابن حبان (۳۴۷۰) دارمی (۱۱۹۱) ابو داؤد (۲۳۴۷) ابن الجارود (۱۵۴) ابن أبي شيبة (۹۱۳) طبرانی کبیر (۱۰۵۵۸/۱) ابو عوانة (۳۷۳/۱) بیہقی (۳۸۱/۱)]

(۲) [المحلی لابن حزم (۳۴۲/۶)؛ (مسألة: ۷۵۶)]

(۳) [المحلی لابن حزم (۳۴۷/۶)]

(۴) [بخاری (۱۹۲۱) کتاب الصوم: باب قدر کم بین السجود و صلاة الفجر، مسلم (۱۰۹۷) ترمذی (۷۰۳)

۷۰۴، ابن ماجہ (۱۶۹۴) نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۴۶۵)]

”میں سحری اپنے گھر کھاتا پھر جلدی کرتا تا کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز مل جائے۔“ (۱)

اس حدیث سے واضح ہوا کہ صحابہ کرام تاخیر سے سحری کھایا کرتے تھے۔

(3) حضرت حذیفہ بن یشیعہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ تسحرت مع رسول الله ﷺ هو النهار إلا أن الشمس لم تطلع ﴾

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سحری کھائی تو وہ دن ہی تھا سوائے اس کے کہ ابھی سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إنا معشر الأنبياء أمرنا بتعجيل فطرنا وتأخير سحورنا ﴾

”بلاشبہ ہم انبیاء کا گروہ ہیں، ہمیں جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کا حکم دیا گیا ہے۔“ (۳)

(5) حضرت عمرو بن میمون اودی سے مروی ہے کہ

﴿ كان أصحاب محمد ﷺ أسرع الناس إفطارا وأبطأهم سحورا ﴾

”محمد ﷺ کے صحابہ لوگوں میں سب سے جلد افطار کرتے اور سب سے تاخیر سے سحری کھاتے۔“ (۴)

جس روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لا تزال أمتي بخير ما أخرجوا السحور وعجلوا الفطر ﴾

”میری امت کے افراد جب تک تاخیر سے سحری کھائیں گے اور جلد افطاری کریں گے، ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔“

اس کی سند میں سلیمان بن ابی عثمان راوی ہے جسے امام ابو حاتم نے مجہول کہا ہے۔ (۵)

(ابن عبد البر) جلد افطاری کرنے اور تاخیر سے سحری کھانے کی احادیث صحیح اور متواتر ہیں۔ (۶)

(۱) [بخاری (۱۹۲۰) کتاب الصوم: باب تعجيل السحور]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۷۵) کتاب الصيام: باب ما جاء في تأخير السحور ابن ماجہ (۱۶۹۵)]

نسائی (۲۱۵۱) کتاب الصيام: باب تأخير السحور وذكر الاختلاف على زرفيه]

(۳) [صحیح: الصحیحة (۲۷۶/۴) التعليقات الرضية على الروضة الندية للألباني (۲۰۱۲) رواه

ابن حبان]

(۴) [صحیح: عبد الرزاق (۷۵۹۱) حافظ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۷۱۳/۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۱۹۶/۳) الروضة الندية (۵۴۵/۱) أحمد (۱۴۷/۵)]

(۶) [کما فی فتح الباری (۱۹۹/۴)]

(ابن قدامہؒ) تاخیر سے سحری کھانا اور جلد افطاری کرنا مستحب ہے۔ (۱)

کھجور کے ساتھ سحری کھانے کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿نعم سحور المؤمن التمر﴾

”مومن کی بہترین سحری کھجور ہے۔“ (۲)

اگر سحری کھاتے ہوئے اذان ہو جائے

تو فوراً کھانا چھوڑ دینا ضروری نہیں بلکہ حسب ضرورت جلد از جلد کھالینا جائز و مباح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إذا سمع أحدكم النداء والإنياء على يده فلا يضعه حتى يقضى حاجته منه﴾

”جب تم میں سے کوئی اذان سنے اور (کھانے یا پینے) کا برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اسے رکھے مت بلکہ

اس سے اپنی ضرورت پوری کر لے۔“ (۳)

روزے کے آداب

(شیخ ابن عثیمینؒ) روزہ دار کو چاہیے کہ وہ کثرت کے ساتھ اطاعت و فرمانبرداری کے کام سرانجام دے اور ہر قسم کے ممنوع کام سے پرہیز کرے۔ اور اس پر واجب ہے کہ وہ فرائض کی پابندی کرے اور حرام کاموں سے دور رہے۔ پانچوں نمازیں وقت پر باجماعت ادا کرے اور جھوٹ، غیبت، دھوکہ، سودی معاملات اور ہر حرام قول و فعل چھوڑ دے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس نے جھوٹی بات اور اس پر عمل اور جہالت کے کاموں کو نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ (۴)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴۳۲/۴)]

(۲) [صحیح: صحیح الترغیب (۱۰۷۲) کتاب الصوم: باب الترغیب فی السحور سیما بالتمر، ابو داؤد

(۲۳۴۵) کتاب الصوم: باب من سمی السحور الغذاء، ابن حبان (۸۸۳)۔ الموارد بیہقی فی السنن

الکبری (۲۳۶/۴) کتاب الصیام: باب ما یستحب من السحور]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۶۰) کتاب الصیام: باب الرجل یسمع النداء والإنياء علی یدہ، الضحیحہ

(۱۳۹۴) ہدایۃ الرواة (۳۲۲/۲) ابو داؤد (۲۳۵۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۱۸/۲)]

روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنا مستحب ہے

(1) حضرت اہل بن سعد رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر ﴾

”لوگ جب تک افطار کرنے میں جلدی کریں گے ہمیشہ خیر و عافیت سے رہیں گے۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا يزال الدين ظاهرا ما عجل الناس الفطر لأن اليهود والنصارى يؤخرون ﴾

”لوگ روزہ افطار کرنے میں جب تک جلدی کرتے رہیں گے دین ہمیشہ غالب رہے گا کیونکہ یہود

و نصاری تاخیر سے افطار کرتے ہیں۔“ (۲)

(3) ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿ دخلت أنا ومسروق على عائشة رضی اللہ عنہا فقلنا یا أم المؤمنین! رجلا من

أصحاب محمد ﷺ أحدهما يعجل الإفطار ويعجل الصلاة، والآخر يؤخر الإفطار ويؤخر

الصلاة قالت أيهما الذي يعجل الإفطار ويعجل الصلاة؟ قال قلنا: عبد الله [یعنی ابن

مسعود رضی اللہ عنہ] قالت كذلك كان يصنع رسول الله ﷺ - زاد أبو كريب: والآخر أبو

موسی رضی اللہ عنہ ﴿

”میں اور مسروق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا اے ام المؤمنین! محمد

ﷺ کے ساتھیوں میں سے دو ایسے ہیں کہ ان میں سے ایک جلدی روزہ افطار کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے۔

اور دوسرا تاخیر سے افطاری کرتا ہے اور تاخیر سے ہی نماز ادا کرتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا کہ وہ

کون ہے جو جلدی افطاری کرتا ہے اور جلدی نماز ادا کرتا ہے؟ ابو عطیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے کہا: وہ عبد اللہ

(یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ) ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے۔

(۱) [بخاری (۱۹۵۷) کتاب الصوم: باب تعجيل الإفطار، مسلم (۱۰۹۸) ترمذی (۶۹۹) ابن ماجہ

(۱۶۹۷) أحمد (۳۳۷/۵) ابن خزيمة (۲۰۵۹) ابن حبان (۳۵۰۲) طبرانی کبیر (۵۹۸۱) بیہقی

[[(۲۳۷/۴)

(۲) [حسن: صحیح أبو داود (۲۰۶۳) کتاب الصوم: باب ما يستحب من تعجيل الفطر، أبو داود (۲۳۵۲)

ابن ماجہ (۱۶۹۸) أحمد (۴۵۰۲) ابن أبی شیبہ (۱۱/۳) ابن حبان (۳۵۰۳) حاکم (۴۳۱/۱) بیہقی

[[(۲۳۷/۴)

ابو کریب کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں: اور دوسرے صحابی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔“ (۱)

(۴) حضرت بہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا تزال أمتی علی سنتی ما لم تنتظر بفطرھا النجوم ﴾

”میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک کہ اپنی افطاری کے لیے ستاروں کا انتظار نہیں

کرے گی۔“ (۲)

(ابن حجر) اس زمانے میں جو منکر بدعات ایجاد کر لی گئی ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ..... لوگوں نے افطار میں تاخیر کر دی ہے اور سرپوں میں جلدی کی ہے اور سنت کی مخالفت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں خیر کم اور شر

زیادہ ہے۔ (۳)

افطاری کا وقت

جب سورج غروب ہو جائے تو افطاری کر لینی چاہیے اس کے لیے اذان کا انتظار نہیں کرتے رہنا چاہیے کیونکہ افطاری کے لیے صرف غروب آفتاب شرط ہے اذان نہیں۔

(۱) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا أقبل الليل من هاهنا وأدبر النهار من هاهنا وغربت الشمس من هاهنا فقد أفطر الصائم ﴾

”جب رات اس طرف (یعنی مشرق) سے آئے اور دن ادھر (یعنی مغرب) میں چلا جائے اور سورج

غروب ہو جائے تو روزے کے افطار کا وقت ہو گیا۔“ (۴)

(نووی) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ (جب سورج غروب ہو گیا تو) آدی کا روزہ پورا ہو گیا اب اس روزہ دار نہیں کہا جاسکتا کیونکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی دن ختم ہو گیا اور رات شروع ہو گئی اور رات روزے

(۱) [مسلم (۱۰۹۹) کتاب الصیام: باب فضل السحور وتأکید استجابہ واستحباب تأخیرہ وتعجیل الفطر،

ابوداؤد (۲۳۵۴) ترمذی (۷۰۲) نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۴۶۸) (۲۴۷۰)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن خزیمہ (۲۷۵/۳) ابن حبان (۳۵۱۰-الإحسان) حاکم (۴۳۴/۱) شیخ البانی نے

اسے صحیح کہا ہے۔]

(۳) [فتح الباری (۱۹۹/۴)]

(۴) [بخاری (۱۹۵۴) کتاب الصوم: باب متى یحل فطر الصائم، مسلم (۱۱۰۰) کتاب الصیام: باب بیان

وقت انقضاء الصوم وخروج النهار، ابوداؤد (۲۳۵۱) ترمذی (۶۹۸) دارمی (۱۷۰۰) ابن ابی شیبہ

(۱۱/۳) نسائی فی السنن الکبریٰ (۳۳۱۰) ابن حبان (۳۵۱۳) ابن خزیمہ (۲۰۵۸) حمیدی (۲۰) ابن

الحارود (۳۹۲) بغوی (۱۷۳۵) بیہقی (۴۱۶/۴)]

کی جگہ نہیں ہے۔ (۱)

(۲) حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿کنا مع رسول اللہ ﷺ فی سفر وهو صائم فلما غربت الشمس قال لبعض القوم: یا فلان قم فاجدح لنا، فقال یا رسول اللہ! لو أمسیت، قال: أنزل فاجدح لنا، قال یا رسول اللہ! لہ فلو أمسیت، قال: أنزل فاجدح لنا، قال إن علیک نہارا، قال: أنزل فاجدح لنا، فنزل فجدح لہم، فشرب النبی ﷺ ثم قال: إذا رأیتم اللیل قد أقبل من ہا هنا فقد أفطر الصائم﴾

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے اور آپ ﷺ روزہ دار تھے۔ جب سورج غروب ہوا تو آپ ﷺ نے ایک صحابی (حضرت بلال رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ اے فلاں! میرے لیے اٹھ کر ستوگھول۔ انہوں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اتر کر ہمارے لیے ستو گھول۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! آپ تھوڑی دیر اور ٹھہرتے۔ آپ ﷺ نے پھر وہی حکم دیا کہ اتر کر ہمارے لیے ستوگھول۔ لیکن ان کا اب بھی خیال تھا کہ ابھی دن باقی ہے۔ آپ ﷺ نے اس مرتبہ پھر فرمایا کہ اتر کر ہمارے لیے ستوگھول۔ چنانچہ وہ اترے اور انہوں نے ستوگھول دیے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے پیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم یہ دیکھ لو کہ رات اس مشرق کی طرف سے آگئی تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے۔“ (۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جب غروب آفتاب کا یقین ہو جائے فوراً روزہ افطار کر لینا چاہیے، اس میں تاخیر کرنا جائز نہیں۔

(بخاری) فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے اس وقت روزہ افطار کر لیا جب سورج کی مکئی غائب ہوگئی۔ (۳)

(ابن تیمیہ) کسی نے دریافت کیا کہ کیا فجر وغروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ دار کے لیے روزہ افطار کرنا جائز ہے؟ تو شیخ الاسلام نے جواب دیا کہ جب (سورج کی) مکئی مکمل طور پر غائب ہو جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر

(۱) [شرح مسلم للنووی (۴/۴۳۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم، مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام: باب بیان وقت انقضاء الصوم و خروج النہار، احمد (۱۹۴۱۲) ابو داؤد (۲۳۵۲) حمیدی (۷۱۴) عبد الرزاق (۷۵۹۴) ابن حبان (۳۵۱۱) ابن ابی شیبہ (۱۱/۳) بیہقی (۴/۶۱۲)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۵۴) کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم]

لے اور افاق میں باقی شدید سرخی کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

(شوکانی) علماء کا اتفاق ہے کہ روزہ کھولنے کا وقت وہ ہے جب سورج کا غروب ہونا پختہ طور پر ثابت ہو جائے یا دو عادل گواہ کہہ دیں، دونہ ہوں تو ایک عادل گواہ بھی کافی ہے۔ (۲)

اگر کوئی لاعلمی کے باعث وقت سے پہلے روزہ افطار کر لے تو وہ کیا کرے؟

چونکہ یہ مسئلہ اختلافی ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجرؒ نے فرمایا ہے، لہذا اس میں علماء کے بڑے بڑے دو مؤقف ہیں:

① اگر مطلع ابراؤد ہو اور انسان یہ سمجھ کر کہ افطاری کا وقت ہو گیا ہے، روزہ افطار کر لے لیکن اسے بعد میں علم ہو کہ سورج ابھی مکمل غروب نہیں ہوا تھا تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ ایک دن قضاء کا روزہ رکھے۔ اس مؤقف کو اپنانے والے علماء کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ

﴿أفطرنا على عهد النبي ﷺ يوم غيم ثم طلعت الشمس، قيل لهشام: فأمرنا بالقضاء؟﴾

قال: بد من قضاء؟ وقال معمر سمعت هشاما: لا أدري أقضوا أم لا ﴿﴾

”ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ابر تھا۔ ہم نے جب افطار کر لیا تو سورج نکل آیا۔ اس پر ہشام (راوی حدیث) سے کہا گیا کہ کیا پھر انہیں اس روزے کی قضاء کا حکم ہوا تھا؟ تو انہوں نے بتلایا کہ قضا کے سوا اور چارہ کاری کیا تھا؟ اور عمر نے کہا کہ میں نے ہشام سے یوں سنا: مجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے قضا کی تھی کہ نہیں۔“ (۳)

(2) خالد بن اسلم کی حدیث میں ہے کہ

﴿أن عمر بن الخطاب أفطر في رمضان في يوم ذي غيم و رأى أنه قد أمسى و غابت الشمس﴾

فجاء رجل فقال قد طلعت الشمس فقال: الخطب يسير وقد اجتهدنا ﴿﴾

”بلاشبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رمضان میں ایک ابراؤدوں میں افطاری کی اور یہ خیال کیا کہ شام ہو گئی ہے اور سورج غروب ہو گیا ہے۔ پھر ایک آدمی آیا اور اس نے کہا کہ بے شک سورج تو طلوع ہو چکا ہے تو انہوں نے کہا:

(۱) [مجموع الفتاوى (۲۵/۲۰۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۹۴/۳)]

(۳) [بخاری (۱۹۵۹) کتاب الصیام: باب إذا أفطر فی رمضان ثم طلعت الشمس]

یہ چھوٹا معاملہ ہی ہے اور بے شک ہم نے اجتہاد کر لیا تھا۔“ (۱)

امام بیہقیؒ نے اس روایت کو دوسری سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ان میں سے ایک میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿ما نبالی و نقضی یوما مکانہ﴾ ”ہم پرواہ نہیں کرتے اور ہم اس کی جگہ ایک دن کی قضاء دیں گے۔“ اور دوسری روایت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ ﴿أنہ لم یقض﴾ ”انہوں نے قضاء نہ دی۔“ پھر امام بیہقیؒ نے قضاء دینے والی روایت کو ترجیح دی ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) جب روزہ دار کے لیے یہ واضح ہو جائے کہ اس نے غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے تو اس پر قضاء لازم ہے کیونکہ اس نے صبح وقت میں روزہ افطار نہیں کیا..... اور اہل علم کا اجماع ہے کہ روزہ طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک ہے جیسا کہ قرآن میں موجود ہے..... لہذا ایسے شخص پر لازم ہے کہ جن ایام کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس نے ان میں غروب آفتاب سے پہلے افطاری کر لی ہے، وہ ان کی قضاء دے۔ اور اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر رمضان کے دن میں روزہ نہیں کھولا بلکہ اس کا روزہ کھول دینا (محض) جہالت و خطا کی وجہ سے تھا۔ (۳)

(ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

② ایسے شخص کو چاہیے کہ یہ علم ہو جانے کے بعد غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے۔ اس کا روزہ مکمل ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔

اس موقف کو ترجیح دینے والوں نے یہ وجوہات بیان کی ہیں:

(۱) پہلی بات یہ ہے کہ ایسے شخص پر قضاء کو لازم قرار دینے کے لیے کوئی واضح دلیل چاہیے جو کہ موجود نہیں۔ اور صحیح بخاری کی حدیث میں اتنا تو ذکر ہے کہ عہد رسالت میں غروب آفتاب سے پہلے روزہ افطار کر لیا گیا لیکن یہ مذکور نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسا کرنے والوں کو دوبارہ روزہ رکھنے کا حکم دیا ہو۔ اور محض حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا عمل بھی قضاء کے وجوب کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ مجرد رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی کسی کام کو واجب قرار دینے کے لیے کافی نہیں ہے۔ چہ جائیکہ کسی صحابی کا عمل ہو جیسا کہ اصول کی کتب میں یہ بات ثابت ہے۔

(۲) دوسری بات یہ ہے کہ جو شخص دوران روزہ بھول کر کھاپی لے اس کے متعلق رسول اللہ ﷺ کا فرمان موجود

(۱) [مسند شافعی (۱/۲۷۷)]

(۲) [بیہقی فی السنن الکبری (۴/۲۱۷)]

(۳) [فتاویٰ للجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۲۸۸-۲۹۱)]

(۴) [کما فی فقہ السنۃ للسید سابق (۱/۴۱۰)]

ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلا یا اور پلایا ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے کہ
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِذَا نَسِيَ فَآكَلَ وَشَرِبَ فَلَيْتَمِ صَوْمُهُ فَإِنَّمَا أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ﴾

”جب کوئی بھول جائے اور کھاپی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے کھلا ما اور

پلایا ہے۔“ (۱)

لہذا غروب آفتاب سے قبل جہالت کی بنا پر انظار کرنے والے کے متعلق بھی یہی کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے

اسے کھلا پلادیا ہے۔

(3) علاوہ ازیں ایک صحیح حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان بھی موجود ہے کہ جہالت و خطا کی بنا پر کیا

گناہ رایگان کر دیا جاتا ہے اور اسے لکھا نہیں جاتا۔

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ عَنْ أُمَّتِي الْخَطَا وَالنَّسِيَانَ وَمَا اسْتَكْرَهُوا عَلَيْهِ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا، نسیان (بھول کر) اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف

کر دیا ہے۔“ (۲)

(4) ایک اصولی قاعدے سے بھی اس موقف کی تائید ہوتی ہے۔

((الأصل براءة الذمة)) ”اصل میں انسان تمام ذمہ داریوں سے بری ہے۔“ (۳)

مراد یہ ہے کہ جب تک قضاء کی کوئی واضح دلیل نہیں مل جاتی انسان ہر ذمہ داری سے بری ہے، اُس پر

قضاء کو لازم نہیں کیا جاسکتا۔

(5) تاہم اگر کوئی احتیاطی طور پر اس دن کے عوض ایک دن کاروزہ رکھنا چاہے تو ہم اسے ملامت نہیں کریں گے

لیکن اگر کوئی کہے کہ ایسے شخص پر ایک روزے کی قضاء دینا لازم ہے تو اس کی کوئی دلیل موجود نہیں۔

(۱) [بخاری (۱۹۳۳) کتاب الصوم: باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسياً، مسلم (۱۱۵۵) کتاب الصيام:

باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجہ (۱۶۷۳) دارمی

(۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸/۲) ابن حبان (۳۵۱۹) (۳۵۲۰) ابن خزيمة (۱۹۸۹) ابن الجارود (۳۸۹)

عبد الرزاق (۷۳۷۲) شرح السنة للبعوي (۱۷۵۴) بیہقی (۲۲۹/۴)]

(۲) [صحیح: صحيح ابن ماجة (۱۶۶۲) كتاب الطلاق: باب طلاق المكره والناسي، إرواء الغلیل (۸۲)

ابن ماجة (۲۰۴۳) (۲۰۴۵)]

(۳) [القواعد الفقهية للدكتور يعقوب بن عبد الوهاب الباسحسين]

(راجح) دوسرا مؤقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

(ابن تیمیہ) صحیح بخاری میں موجود حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ دو چیزوں پر دلالت کرتی ہے:

(۱) اگر مطلع ابراؤدہ ہو تو یہ مستحب نہیں ہے کہ غروب آفتاب کا یقین ہونے تک انظار کو مؤخر کر لیا جائے۔

(۲) قضاء واجب نہیں ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اگر انہیں یہ حکم دیا ہوتا تو یہ پھیل جاتا جیسا کہ ان کا انظار کر لینا نقل کیا گیا ہے۔ جب ایسا کچھ منقول نہیں ہے تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں قضاء کا حکم نہیں دیا۔ (۱)

(ابن قیم) جیسے اللہ تعالیٰ نے بھولنے والے روزہ دار کو کھلا پلا دیا اسی طرح اللہ تعالیٰ نے غروب آفتاب سے قبل انظار کرنے والے کو دن چھپا کر کھلا پلا دیا۔ (۲)

(ابن حزم) جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھاپی لیا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن فی الحقیقت دن تھا خواہ یہ طلوع آفتاب کے وقت ہوا ہو یا غروب آفتاب کے وقت۔ دونوں صورتوں میں اس نے اپنا روزہ جان بوجھ کر باطل نہیں کیا اور دونوں صورتوں میں اس نے یہ گمان کیا کہ وہ روزے میں نہیں ہے اور بھول کر کھاپی لینے والا بھی یہی گمان کرتا ہے کہ وہ روزے میں نہیں ہے لہذا یہ دونوں برابر ہیں ان میں کوئی فرق نہیں۔

اور یہ قیاس نہیں ہے اللہ ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھے۔ یہ قیاس تب ہوتا جب ہم بھولنے والے کو اصل بناتے پھر ہم اس کے ساتھ ایسے شخص کو تشبیہ دیتے جس نے یہ گمان کرتے ہوئے کھایا یا یا ہم بستری کر لی کہ رات ہے لیکن اصل میں دن تھا۔ ہم نے ایسا نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں یہ سب برابر ہیں:

﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ﴾ [الأحزاب: ۵]

”تم سے بھول چوک میں جو گناہ ہو جائے اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں البتہ گناہ وہ ہے جس کا تم ارادہ دل سے کرو۔“

اور رسول اللہ ﷺ کا فرمان یہ ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میری امت سے خطا نسیان اور زبردستی کرائے گئے گناہ کو معاف کر دیا ہے۔“ اور یہی جمہور سلف کا قول ہے۔ (۳)

(البانی) شیخ حسین بن عودہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانی) سے دریافت کیا کہ اگر کوئی یہ گمان

(۱) [مجموع الفتاویٰ (۲۲۸:۲۵)]

(۲) [تہذیب السنن (۲۳۶/۳-۲۳۹) جامع الفقہ لابن القیم (۱۱۲/۳)]

(۳) [المحلی (۳۳۱/۶) (مسألة: ۷۵۳)]

کرتے ہوئے کھالے کہ سورج غروب ہو گیا ہے پھر اس کے خلاف ظاہر ہو جائے یا یہ گمان کرتے ہوئے کھالے کہ ابھی فجر شروع نہیں ہوئی تو اس کا کیا حکم ہے۔ تو شیخؒ نے فرمایا کہ اگر وہ شخص اپنے گمان میں معذور ہو (یعنی کسی شرعی عذر کی وجہ سے اس نے کھاپی لیا ہو) تو اسے روزہ کھولنے والا شمار ہی نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

(شیخ حسین بن عودہ) قضاء کا لازم نہ ہونا ہی راجح ہے۔ (واللہ اعلم) (۲)

افطاری کے وقت دعا کی قبولیت

جس روایت میں مذکور ہے کہ

﴿أَنَّ لِلصَّائِمِ عِنْدَ فِطْرِهِ لِدَعْوَةِ مَا تَرَدُّ﴾ ”افطاری کے وقت روزہ دار کی دعا رو نہیں کی جاتی۔“ وہ تو ضعیف ہونے کی بنا پر ناقابل حجت ہے۔ (۳)

تاہم وہ روایت حسن درجہ کی ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمیوں کی دعا رو نہیں کی جاتی: عادل حکمران، روزہ دار حجتی، کفار اور مظلوم۔ (۴)

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر روز افطاری کے وقت لوگوں کو جنہم سے آزاد کرتے ہیں۔“ (۵)

روزہ کس چیز سے افطار کیا جائے؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَفْطِرُ عَلَى رَطْبَاتٍ قَبْلَ أَنْ يَصْلِيَ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ رَطْبَاتٍ فَعَلَى تَمْرَاتٍ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَمْرَاتٍ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ﴾

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۸۲/۳)]

(۲) [أيضاً]

(۳) [ضعيف: ضعيف ابن ماجة (۳۸۷) كتاب الصيام: باب في الصائم لا ترد دعوته، إرواء الغليل (۹۲۱) ابن ماجة (۱۷۵۳)]

(۴) [حسن: ترمذی (۳۵۹۸) كتاب الدعوات: باب في العفو والعافية، ابن ماجة (۱۷۵۲) كتاب الصيام: باب في الصائم لا ترد دعوته، احمد (۳۰۵۱۲) ابن حبان (۳۴۲۸) بیہقی فی شعب الإيمان (۵۸۸)، (۷۳۵۸) شیخ عبد الرزاق مہدی حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ [التعليق على تفسير ابن كثير (۴۴۹/۱)]

(۵) [حسن صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۳۳۲) كتاب الصيام: باب ما جاء في فضل شهر رمضان، صحيح الترغيب (۱۰۰۱) كتاب الصوم: باب الترغيب في صيام رمضان احتساباً، ابن ماجة (۱۶۴۳)]

”رسول اللہ کا معمول تھا کہ نماز مغرب سے پہلے تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے، اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھوڑوں سے روزہ کھولتے۔ اگر چھوڑے بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔“ (۱)

ایک صحیح روایت میں یہ بھی موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ستو گھول کر روزہ افطار کیا جیسا کہ ابھی پیچھے بیان کیا گیا ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) جب انسان روزہ دار ہو اور سورج غروب ہو جائے اور افطاری کے لیے اس کے پاس سوائے پانی کے اور کچھ نہ ہو تو وہ پانی سے ہی روزہ افطار کر لے کیونکہ تریاشنگ کھجوروں سے روزہ افطار کرنا مستحب ہے، واجب نہیں۔ (۳)

افطاری کی دعا

(۱) روزہ کھولتے وقت رسول اللہ ﷺ یہ کلمات کہتے تھے:

﴿اللَّهُمَّ إِنِّي لَكَ صُومْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ﴾

”اے اللہ! میں نے تیرے لیے روزہ رکھا اور تیرے ہی دیے ہوئے رزق پر افطار کیا۔“ (۴)

اس دعا میں یہ الفاظ ”..... وَبِكَ آمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ.....“ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔

(۲) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿كَانَ النَّبِيُّ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ: ذَهَبَ الظَّمَأُ وَأَبْتَلَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ﴾

”نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے ”ذَهَبَ الظَّمَأُ وَأَبْتَلَتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ“

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۶۵) کتاب الصیام: باب ما يفطر عليه، أبو داود (۲۳۵۶) ترمذی

(۹۶۹) کتاب الصوم: باب ما جاء ما يستحب عليه الإفطار، نسائی فی السنن الكبرى (۳۳۱۷)؛

(۲۵۳/۲) کتاب الصیام: باب ما يستحب للصائم أن يفطر عليه، احمد (۱۶۶۴/۳)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۵) کتاب الصوم: باب متى يحل فطر الصائم]

(۳) [فتاوی اللحنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۵/۱۰)]

(۴) [أبو داود (۲۳۵۸) کتاب الصیام: باب القول عند الإفطار، أبو داود فی المراسیل (۹۹) ابن ابی

شیبة (۱۰۰/۳) ابن مبارک فی الزهد (۱۴۱۰، ۱۴۱۱) ابن السنی فی عمل الیوم واللیلة (۴۷۳)

بیہقی (۲۳۹/۴) بغوی فی شرح السنة (۴۷۴/۱۳) طبرانی صغیر (۵۲/۲) مجمع الزوائد

(۱۵۹/۳) [شیخ البانی بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث شواہد کی بنا پر قوی ہو جاتی ہے۔ [المشکاة (۱۹۹۴) إرواء

الغلیل (۹۱۹)]

إِنْ شَاءَ اللَّهُ“ کہ پیاس ختم ہوگئی، رگیں تر ہو گئیں اور روزے کا اجر انشاء اللہ ثابت ہو گیا۔“ (۱)

روزہ کھلوانے کا اجر

(۱) حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ فَطَرَ صَائِمًا كَانَ لَهُ مِثْلُ أُجْرِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ أُجْرِ الصَّائِمِ شَيْئًا﴾

”جس نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا اسے بھی اتنا اجر ملے گا جتنا اجر روزہ دار کے لیے ہوگا اور روزہ دار

کے اجر سے کوئی چیز کم نہ ہوگی۔“ (۲)

(۲) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿مَنْ فَطَرَ صَائِمًا أَوْ جَهَّزَ غَازِيَا فَلَهُ مِثْلُ أُجْرِهِ﴾

”جس کسی نے کسی روزہ دار کا روزہ افطار کرایا یا کسی مجاہد کو سامان دیا تو اس کو اس کے برابر ثواب

ملے گا۔“ (۳)

(ابن قدامہ) کسی روزہ دار کا روزہ کھلوانا مستحب ہے۔ (۴)

روزہ افطار کرانے والے کو یہ دعائیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا أَفْطَرَ عِنْدَ أَهْلِ بَيْتِ قَالَ أَفْطَرَ عِنْدَ كُمْ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ

الْأَبْرَارُ وَتَنْزَلَتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ﴾

”جب رسول اللہ ﷺ کسی کے گھر روزہ افطار کرتے تو یہ دعایتے ”أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ

وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارُ وَتَنْزَلَتْ عَلَيْكُمْ الْمَلَائِكَةُ“ کہ روزہ دار تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں، نیک

(۱) [حسن: صحیح ابو داؤد (۲۰۶۶) کتاب الصیام: باب القول عند الإفطار، ابو داؤد (۲۳۵۷)

نسائی فی السنن الکبری (۲۵۰/۲) (۳۳۲۹) دارقطنی (۱۸۵/۲) حاکم (۴۲۲/۱) امام دارقطنی

نے اسے حسن کہا ہے۔]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۴۷) کتاب الصوم: باب فضل من فطر صائماً، ترمذی (۸۰۷) ابن ماجہ

(۱۷۴۶)]

(۳) [حسن صحیح: ہدایۃ الرواۃ (۳۲۳/۲) بیہقی فی السنن (۲۴۰/۴) احمد (۱۱۴/۴) نسائی فی السنن

الکبری (۲۳۳۱) امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔]

(۴) [المغنی لابن قدامہ (۴۳۸/۴)]

لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے (رحمتیں لے کر) اترتے رہیں۔“ (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أفطر رسول الله ﷺ عند سعد بن معاذ رضی الله عنه فقال أفطر عندكم الصائمون وأكل طعامكم الأبرار وصلت عليكم الملائكة﴾

”رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے پاس روزہ افطار کیا اور پھر (انہیں) یہ دعا دی
 ”أَفْطَرَ عِنْدَكُمْ الصَّائِمُونَ وَأَكَلَ طَعَامَكُمْ الْأَبْرَارَ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ“ کہ روزہ دار
 تمہارے ہاں افطاری کرتے رہیں، نیک لوگ تمہارا کھانا کھاتے رہیں اور اللہ کے فرشتے تمہارے لیے دعائیں
 کرتے رہیں۔“ (۲)



(۱) [صحیح: احمد (۱۱۸/۳) ابن ابی شیبہ (۱۰۰/۳) أبو یعلیٰ (۴۳۱۹) طبرانی اوسط (۳۰۳) نسائی فی

عمل الیوم واللیلۃ (۲۹۶) بیہقی (۲۳۹/۴) طبرانی فی الدعاء (۹۲۲) ابن السنی (۴۸۲) شیخ

شعیب ارؤوط حفظ اللہ تعالیٰ نے اسے صحیح کہا ہے۔ [مسند احمد محقق (۱۲۱۷۷) (۱۲۴۰۶)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۱۸) کتاب الصیام: باب فی ثواب من فطر صائما ابن ماجہ (۱۷۴۷)

ابو داؤد (۳۸۵۴) کتاب الأضعمۃ: باب فی الدعاء لرب الطعام نسائی فی عمل الیوم واللیلۃ (۲۹۶)

(۲۹۸) [شیخ البانی نے ”أفطر رسول الله“ کے الفاظ کے علاوہ باقی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔]

روزہ دار کے لیے جائزہ افعال کا بیان

باب ما یباح للصائم

مہانے کے بغیر کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا

(1) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿ هَشَشْتُ فَقَبِلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ! صَنَعْتَ الْيَوْمَ أَمْرًا عَظِيمًا قَبِلْتُ وَأَنَا صَائِمٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضَمْتُ مِنَ الْمَاءِ وَأَنْتَ صَائِمٌ قُلْتَ لَا بَأْسَ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فَمَهْ؟ ﴾

”میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے، میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا، کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔“ (۱)

(شوکانیؒ) حدیث کے ان الفاظ ﴿ أَرَأَيْتَ لَوْ مَضَمْتُ مِنَ الْمَاءِ ﴾ میں ایک گہری فقہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کلی کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۲)

امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ

((لا بأس بالمضمضة والتبريد للصائم))

”روزہ دار کے لیے کلی کرنے اور ٹھنڈک حاصل کرنے میں کوئی قباحت نہیں۔“ (۳)

امام عطاءؒ فرماتے ہیں کہ

((إن تمضمض ثم أفرغ ما في فيه من الماء لا يضيره إن لم يزدرد ريقه وماذا بقى في فيه ؟))

”اگر اس (یعنی روزہ دار) نے کلی کی اور منہ سے سارا پانی نکال دیا تو کوئی نقصان نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنا

[صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۸۹) کتاب الصیام: باب القبلة للصائم، ابو داؤد (۲۳۸۵) احمد

(۲۱/۱) دارمی (۱۳/۲) حاکم (۴۳۱/۱) ابن حبان (۹۰۵-الموارد) ابن خزیمہ (۱۹۹۹) بیہقی

(۲۶۱/۴) عبد بن حمید فی المنتخب من المسند (۲۱)]

(۲) [نیل الأوطار (۱۸۲/۳)]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۰) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

تھوک اور جو اس کے منہ میں (پانی کی تری) رہ گئی ہے اسے نہ نکلے۔“ (۱)

(۲) حضرت لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أَسْبِغِ الْوَضُوءَ وَبِالْخِطِّ فِي الْأَسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا﴾

”وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روڑے کی حالت میں (ایسا نہ

کیا کرو)۔“ (۲)

(سید سابق) دوران روزہ کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا جائز ہے لیکن ان میں مبالغہ کرنا مکروہ ہے۔ (۳)

روزے کی حالت میں مبالغہ کے ساتھ ناک میں پانی چڑھانے سے اس لیے منع کیا گیا ہے تاکہ کہیں پانی گلے

میں نہ اتر جائے اور پھر اس سے روزہ ٹوٹ جائے۔ مبالغہ کے بغیر ناک میں پانی چڑھانے میں کوئی حرج نہیں۔

(بخاری) انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ ”نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ جب کوئی وضوء کرے تو ناک میں پانی

چڑھائے اور آپ ﷺ نے روزہ دار اور غیر روزہ دار میں کوئی فرق نہیں کیا۔“ (۴)

شرح کبیر میں ہے کہ

((المضمضة والاستنشاق لا يفطر بغير خلاف سواء كان في طهارة أو غيرها))

”کلی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا بلا اختلاف روزہ نہیں توڑتا خواہ انسان وضوء میں ایسا کرے یا

اس کے علاوہ۔“ (۵)

(ابن منذر) علماء نے اجماع کیا ہے کہ روزہ دار پر ایسی چیز نکلنے میں کچھ نہیں ہے جو تھوک کے ساتھ ہو یا دانتوں

کے درمیان ہو یا جسے نکالنے کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو۔ (۶)

(ابن قدامہ) اگر کوئی (دوران روزہ) وضوء کرتے ہوئے کلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی بغیر قصد

(۱) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۵) كتاب الصوم : باب قول النبي ﷺ إذا توضأ فليستنشق]

(۲) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۳۲۸) كتاب الطهارة وسننها : باب . المبالغة في الاستنشاق والاستنثار ابن

ماجة (۴۰۷) ابو داود (۲۳۶۶) كتاب الصوم : باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ في

الاستنشاق ترمذی (۷۸۸) كتاب الصوم : باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم مسند

احمد ((۱۷۸۶۳))

(۳) [فقه السنة (۴۰۶/۱)]

(۴) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۵)]

(۵) [الشرح الكبير (۴/۴۴۳)]

(۶) [فتح الباری (۱/۶۱۴)]

واسراف کے حلق تک پہنچ جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔ امام اوزاعی، امام اسحاق اور امام شافعی رحمہم اللہ اپنے دوا تو مال میں سے ایک کے مطابق اسی کے قائل ہیں اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے۔ (۱)

(مالک، ابوحنیفہ) ایسے شخص کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲)

(راجح) درست بات یہ ہے کہ ایسے شخص کا روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶] ”اللہ تعالیٰ کسی نفس پر تکلیف نہیں ڈالتا مگر اس کی وسعت و طاقت کے مطابق۔“ اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی دلیل ہے کہ ﴿مَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: ۷۸] ”اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں بنائی۔“

(سعودی مجلس افتاء) جس نے کھلی کی یاناک میں پانی چڑھایا اور بلا اختیار پانی اس کے حلق میں چلا گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۳)

(شیخ ابن تیمیہ) اگر روزہ دار کھلی کرے یا ناک میں پانی چڑھائے اور پانی اس کے پیٹ میں داخل ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ (۴)

تیل لگانا اور کنگھی کرنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((قال ابن مسعود رضي الله عنه إذا كان صوم أحدكم فليصبح دهنًا مترجلًا))

”حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کا روزہ ہو تو اسے چاہیے کہ یوں صبح کرے کہ اس نے تیل لگایا ہو اور کنگھی کی ہو۔“ (۵)

(ابن تیمیہ) انہوں نے روزہ دار کے لیے تیل لگانا جائز قرار دیا ہے۔ (۶)

(سعودی مجلس افتاء) جس نے رمضان کے دن میں دوران روزہ تیل لگایا اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۷)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴/۱۳)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: الأم للشافعی (۱۳۸/۲) الحاوی (۴۵۷/۳) الميسوط (۶/۳) بدائع الصنائع

(۹۱/۲) الکافی لابن عبد البر (ص/۲۱) الإنصاف فی معرفة الرّاح من الخلاف (۳۰۹/۳)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۷۵/۱۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۵/۲)]

(۵) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۰) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

(۶) [مجموع الفتاویٰ (۲۴۱/۲۵)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۵۳/۱۰)]

(شیخ ابن جریرین) بوقت ضرورت اگر روزہ دار تیل لگالے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۱)

خوشبو لگانا

(ابن تیمیہ) روزہ دار کے لیے خوشبو لگانا جائز ہے۔ (۲)

(شیخ حسین بن عوودہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(شیخ ابن شمیمین) دوران روزہ خوشبو کے استعمال میں کوئی حرج نہیں۔ (۴)

(ابن باز) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

گرمی کی وجہ سے غسل کرنا

ایک صحابی بیان کرتے ہیں کہ

”رأيت النبي ﷺ يصب الماء على رأسه من الحر وهو صائم“

”میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی بہا رہے تھے اور

آپ ﷺ روزہ دار تھے۔“ (۶)

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ

((وبل ابن عمر رضی اللہ عنہما ثوبا فالقاه عليه وهو صائم ودخل الشعبي الحمام وهو صائم))

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزہ دار تھے اور امام شعبی

روزہ دار تھے لیکن (غسل کے لیے) حمام میں داخل ہو گئے۔“ (۷)

(شوکانی) پہلی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ اس میں یہ ثبوت ہے کہ روزہ دار کے لیے اپنے کچھ یا سارے

بدن پر پانی بہا کر گرمی کو ختم کرنا جائز ہے۔

(جمہور) اسی کے قائل ہیں اور انہوں نے واجب، مسنون اور مباح غسلوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا۔

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۷/۲)]

(۲) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: مجموع الفتاویٰ (۲۴۱/۲۵)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۶/۳)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۸/۲)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۲۸/۲)]

(۶) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۰۷۲) كتاب الصيام: باب الصائم يصب عليه الماء..... أبو داود

(۲۳۶۵) أحمد (۴۷۵/۳) سائي في السنن الكبرى (۳۰۲۹) (۱۹۶/۲)]

(۷) [بخاری (قبل الحديث / ۱۹۳۰) كتاب الصيام: باب اغتسال الصائم]

(حقیقہ) روزہ دار کے لیے غسل کرنا مکروہ ہے (انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی جس اثر سے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے اسے ضعیف کہا ہے)۔ (۱)
 (ابن قدامہ) روزہ دار کے غسل کرنے میں کوئی قیاحت نہیں۔ (۲)
 (سعودی مجلس افتاء) روزہ دار کے لیے رمضان کے دن میں پانی اور صابن کے ساتھ غسل کرنا جائز ہے۔ (۳)
حالت جنابت میں روزہ رکھنا اور بعد میں غسل کرنا

حالت جنابت میں سحری کھا کر روزہ رکھ لینا اور بعد میں غسل کر لینا جائز ہے۔

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ كَانَ يَدْرُكُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جَنْبٌ مِنْ أَهْلِهِ ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ﴾

”رسول اللہ کو (بعض اوقات) اس حالت میں فجر ہو جاتی کہ آپ ہم بستری کرنے کی وجہ سے جنبی ہوتے (ایسے ہی آپ ﷺ سحری کھا لیتے) پھر غسل کر کے روزہ رکھ لیتے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو بکر بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ

﴿كُنْتُ أَنَا وَأَبِي فَذَهَبْتُ مَعَهُ حَتَّى دَخَلْنَا عَلَى عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ أَشْهَدُ عَلَى رَسُولِ

اللَّهِ ﷺ إِنْ كَانَ لِيَصْبِحُ جَنْبًا مِنْ جَمَاعٍ غَيْرِ احْتِلَامٍ ثُمَّ يَصُومُهُ﴾

”میرے باپ عبد الرحمن مجھے ساتھ لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ نبی کریم ﷺ جنبی ہونے کی حالت میں صبح کرتے، احتلام کی وجہ سے نہیں بلکہ جماع کی وجہ سے۔ پھر آپ روزہ رکھتے (یعنی فجر کی نماز سے پہلے سحری کا وقت نکل جانے کے بعد غسل کرتے)۔“ (۵)

(۱) [نیل الأوطار (۱۸۲/۳) فتح الباری (۶۵۷/۴)]

(۲) [المغنی (۴۵/۳)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۷۱/۱۰)]

(۴) [بخاری (۱۹۲۶) کتاب الصوم: باب الصائم یصبح جنباً، مسلم (۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحۃ الصوم من طلع علیہ الفجر وهو جنب، مؤطا (۲۹۱) کتاب الصیام: باب ما جاء فی صیام الذی یصبح جنباً فی رمضان، ابو داود (۲۳۸۸) کتاب الصیام: باب فیمن أصبح جنباً فی رمضان، ترمذی (۷۷۹) کتاب الصوم: باب ما جاء فی الجنب یدرکہ الفجر وهو یرید الصوم، احمد (۳۶۱/۶) دارمی (۳۴۵/۱) حمیدی (۱۰۱/۱) شرح معانی الآثار (۱۰۳/۲)]

(۵) [بخاری (۱۹۳۱) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم، مسلم (۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر وهو جنب، نسائی فی السنن الکبریٰ (۲۹۹۸) (۲۹۹۹) طبرانی کبیر (۵۸۸/۲۳) بیہقی (۲۱۴/۴) ابن حبان (۳۴۸۶) (۳۴۸۷) ابن ابی شیبہ (۸۱/۳) عبد الرزاق (۷۳۹۸) احمد (۲۶۱/۴۱) تحفة الأشراف (۱۷۶۹۶)]

(جمہور، نوویؒ) بلاشبہ جس نے جنابت کی حالت میں صبح کی اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی قضاء نہیں ہے قطع نظر اس سے کہ وہ جماع و ہم بستری کی وجہ سے جنبی ہوا ہو یا کسی اور وجہ سے۔ (۱)

واضح رہے کہ جس روایت میں مذکور ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ﴿من أدرکہ الفجر جنباً فلا یصم﴾ ”جسے حالت جنابت میں فجر ہو جائے وہ روزہ نہ رکھے۔“ (۲)

امام ابن منذرؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق سب سے اچھی بات جو میں نے سنی ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہو چکی ہے کیونکہ ابتدائے اسلام میں رات کو سو جانے کے بعد روزہ دار پر کھانے اور پینے کی طرح جماع بھی حرام تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے جماع کو طلوع فجر تک جائز قرار دے دیا تو جنبی کے لیے غسل کے بغیر صبح کرنا جائز ہو گیا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہی فتویٰ دیا کرتے تھے جو انہوں نے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے پہلے معاملے کے مطابق سن رکھا تھا اور انہیں نسخ کا علم نہیں تھا۔ پھر جب انہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا علم ہوا تو انہوں نے اُس کی طرف رجوع کر لیا۔ (۳)

(ابن حجرؒ) انہوں نے اسی بات کو ترجیح دی ہے۔ (۴)

(شوکانیؒ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا بھی نسخ کے دعوے کی تائید کرتا ہے۔ (۵)

یاد رہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اپنے فتوے سے رجوع کر لینا حدیث کی معتبر کتابوں میں موجود ہے۔ (۶)

سینگی یا پچھنے لگوانا

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرَمٌ وَأَحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ﴾
 ”نبی کریم ﷺ نے احرام میں اور روزے کی حالت میں پچھنا لگوایا۔“

(۱) [نیل الأوطار (۱۸۶/۳)]

(۲) [مسلم (۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحة صوم من طلع عليه الفجر و... جنب، مؤطا (۲۹۰/۱) کتاب الصیام: باب ما جاء في صيام الذي يصبغ جنباً في رمضان، بخاری (۱۹۲۶) کتاب الصوم: باب الصائم يصبغ جنباً]

(۳) [تلخیص الحیبر (۴۴۴/۲) شرح مسلم للنووی (۴۴۳/۴)]

(۴) [أيضاً]

(۵) [نیل الأوطار (۱۸۶/۳)]

(۶) [مسلم (بعد الحدیث ۱۱۰۹) کتاب الصیام: باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب، نسائی فی السنن الكبرى (۱۷۹/۲-۱۸۰) (۲۹۳۵، ۲۹۳۶) مصنف ابن أبي شيبة (۹۵۷۵)]

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿احتجم النبی ﷺ وهو صائم﴾

”نبی ﷺ نے روزے کی حالت میں چھپے لگوائے۔“ (۱)

(2) ثابت بنانی سے مروی ہے کہ

﴿أنه قال لأنس بن مالك أكنتم تكرهون الحمامة للصائم على عهد رسول الله ﷺ؟ قال:

لا، إلا من أجل الضعف وزاد شباة: حدثنا شعبة: على عهد النبي ﷺ﴾

”انہوں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کیا آپ لوگ روزہ کی حالت میں چھپنا لگوانے کو مکروہ سمجھا کرتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ نہیں البتہ کمزوری کے خیال سے (یعنی اگر کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر ناپسندیدہ ہے)۔ شبابہ نے ان الفاظ کی زیادتی کی ہے کہ ہم سے شعبة نے بیان کیا کہ (ایسا ہم) نبی کریم ﷺ کے زمانے میں کرتے تھے۔“ (۲)

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿أفطر الحاجم والمحجوم﴾

”چھپنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔“ (۳)

اسی طرح حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی جس روایت میں ہے کہ

﴿أن رسول الله ﷺ أتى على رجل يحتجم في رمضان فقال: أفطر الحاجم والمحجوم﴾

”رسول اللہ ﷺ رمضان میں ایک آدمی کے پاس آئے وہ (روزے کی حالت میں) چھپے لگوار ہا تھا تو

(۱) [بخاری (۱۹۳۸، ۱۹۳۹) کتاب الصوم: باب الحمامة والقی للصائم، أبو داود (۲۳۷۲) کتاب الصوم

: باب فی الرخصة فی ذلك، ترمذی (۷۷۵) کتاب الصوم: باب ما جاء فی الرخصة فی ذلك، بیہقی

(۲۶۸۱/۴) کتاب الصوم: باب ما يستدل به علی نسخ الحدیث، ابن ابی شیبہ (۱۶۳/۲) شرح معانی

الآثار (۳۵۰/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۴۰) کتاب الصوم: باب الحمامة والقی للصائم، ابو داود (۲۳۷۵) کتاب الصوم: باب

فی الرخصة فی ذلك]

(۳) [ترمذی (۷۷۳) کتاب الصوم: باب ما جاء فی كراهية الحمامة للصائم، عبد الرزاق (۷۵۲۳) ابن خزيمة

(۱۹۶۴) ابن حبان (۹۰۲-الموارد) حاکم (۴۲۸/۱) بیہقی (۲۶۵/۴) ابن خزيمة (۱۹۶۴)

(۲۲۷/۳) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔ امام ابن خزیمہ اور

امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

آپ ﷺ نے فرمایا: پچھنے لگانے والے اور لگوانے والے دونوں نے روزہ توڑ دیا۔“ (۱)
ان میں قوی تر احتمال یہی ہے کہ یہ اور اس طرح کی تمام روایات منسوخ ہو چکی ہیں۔

(جمہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

اس موقف کی مزید تائید حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ

﴿أنه ﷺ رخص في الححامة للصائم﴾

”آپ ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے لگوانے کی اجازت دی۔“ (۳)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿عن أبي المتوكل الناجي أنه سأل أبا سعيد الخدري عن الصائم يحتجم فقال: نعم لا بأس به﴾

”ابو متوکل ناجی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روزہ دار کے پچھنے لگوانے

کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ اس میں کوئی قباحت نہیں۔“ (۴)

(ابن حزم) فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بغیر کسی شک کے صحیح ہے کہ ”پچھنے لگانے اور لگوانے والے نے روزہ توڑ

دیا۔“ لیکن ہمیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ملی ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے روزہ دار کے لیے پچھنے

لگوانے کی رخصت دی ہے۔“ اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔ لہذا اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ رخصت عزیمت

کے بعد ہی ہوتی ہے۔ پس یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ پچھنے سے روزے کا ٹوٹنا منسوخ ہو چکا ہے خواہ

وہ پچھنے لگانے والا ہو یا لگوانے والا۔ (۵)

(البانی) فرماتے ہیں کہ پچھنے لگوانے سے روزہ ٹوٹ جانے والی حدیث منسوخ ہو چکی ہے اور اس کی ناسخ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی (گذشتہ) حدیث ہے۔ (۶)

(۱) [ابو داؤد (۲۳۶۷) کتاب الصوم: باب فی الصائم ینحجم، ابن ماجہ (۱۶۸۰) کتاب الصیام: باب ما

جاء فی الححامة لنصائم، دارمی (۱۴۱۲) کتاب الصوم: باب الححامة تغطر الصائم، ابو داؤد طرابلسی

(۱۸۶۱-منحة) ابن حبان (۸۸۹-الموارد) نسائی فی السنن الکبری (۲۱۷۱۲) شرح معانی الآثار

(۹۸۱۲) احمد (۲۷۷۱۵-۲۸۰) امام حاکم نے اسے شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی

ہے۔ امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان رحمہما اللہ نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۲) [نیل الأوطار (۱۷۱۳) تحفة الأحمودی (۵۶۳/۳) المحلی بالآثار (۳۳۵/۴)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۷۴/۴) ابن أبی شیبہ (۵۱۳-۵۳)]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل بتحقیق الثانی (۷۴/۴)]

(۵) [کما فی فتح الباری (۱۵۵/۴)]

(۶) [مختصر بخاری (۱۴۵۵)]

(شیخ حسین بن عودہ) دوران روزہ کچھ لگوانا جائز ہے۔ (۱)

(احمد) بچنے لگانے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ اس مسئلے میں امام احمدؒ کا موقف درست نہیں جیسا کہ گذشتہ تمام دلائل اس کا ثبوت ہیں۔

سرمہ لگانا

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَكْتَحَلَ فِي رَمَضَانَ وَهُوَ صَائِمٌ﴾

”نبی ﷺ نے ماہ رمضان میں روزے کی حالت میں سرمہ لگایا۔“ (۳)

اگر مذکورہ حدیث صحیح ہے تو واضح طور پر اس سے دوران روزہ سرمہ لگانے کا جواز نکلتا ہے اور اگر اس میں ضعف بھی ہے تب بھی اصل براءت ہی ہے لہذا سرمہ لگانا جائز ہے اور کسی صحیح حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ سرمہ لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

(۲) ﴿عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ كَانَ يَكْتَحِلُ وَهُوَ صَائِمٌ﴾

”حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ روزے کی حالت میں بھی سرمہ لگایا کرتے تھے۔“ (۴)

(۳) امام اعظمؒ بیان کرتے ہیں کہ

﴿مَا رَأَيْتُ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِنَا يَكْرَهُ الْكَحْلَ لِلصَّائِمِ وَكَانَ إِبْرَاهِيمُ يَرِخْصُ أَنْ يَكْتَحِلَ

الصَّائِمَ بِالصَّبْرِ﴾

”میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں دیکھا کہ وہ روزہ دار کے لیے سرمہ ناپسند کرتا ہو اور امام ابراہیمؒ

تحقیق یہ رخصت دیا کرتے تھے کہ روزہ دار صبر (یعنی ایلوے کی بوٹی) کا سرمہ ڈال لے۔“ (۵)

(حسن بصریؒ) فرماتے ہیں کہ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۶)

(۱) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۰۲۳/۳)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۵۶۳/۳)]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجة (۱۳۶۰) كتاب الصيام : باب ماجاء فى السواك والكحل للصائم ' ابن ماجة

(۱۶۷۸)] [حافظ بصریؒ سے اسے ضعیف کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۱۳/۲)]

(۴) [حسن موقوف : صحيح ابو داود (۲۰۸۲) كتاب الصيام : باب فى الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود

(۲۳۷۸)]

(۵) [حسن : صحيح ابو داود (۲۰۸۳) كتاب الصيام : باب فى الكحل عند النوم للصائم ' ابو داود (۲۳۷۹)

بذل المجهود (۱۹۴/۱۱)]

(۶) [عبد الرزاق باسناد صحيح كما قال الحافظ فى فتح الباری (۱۵۴/۴)]

(بخاریؒ) فرماتے ہیں کہ ((ولم ير أنس والحسن و إبراهيم بالكحل للصائم بأسا)) ”حضرت انس رضی اللہ عنہ، امام حسن بصریؒ اور امام ابراہیم نخعیؒ روزہ دار کے لیے سرمہ لگانے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے تھے۔“ (۱)

(جمہور، احناف، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(ابن تیمیہؒ) سرمہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) اگر کوئی سرمہ کا ذائقہ اپنے حلق میں محسوس کرے یا اسے سرمہ کے حلق میں پہنچ جانے کا علم ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا بصورت دیگر نہیں۔ (۴)

(البانیؒ) شیخ حسین بن عودہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ (البانیؒ) سے دریافت کیا کہ ان لوگوں کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو کہتے ہیں کہ سرمہ اور قطرے روزہ نہیں توڑتے خواہ انسان اس کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے یا نہ کرے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ یہ بات اسی طرح ہے، لیکن جب وہ اس کا ذائقہ محسوس کرے تو اسے پھینک دے اور اسے نگلنا جائز نہیں۔ حاضرین میں سے ایک بھائی نے عرض کیا کہ کیا اگر وہ اسے نگل جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا تو شیخ نے فرمایا: ہاں۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے دن میں دوران روزہ اگر کسی نے سرمہ ڈالا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۶)

(شیخ حسین بن عودہ) روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے۔ (۷)

(شیخ ابن بازؒ) علماء کے صحیح قول کے مطابق مطلق طور پر سرمہ عورت اور مرد کا روزہ نہیں توڑتا لیکن روزہ دار کے لیے افضل یہ ہے کہ وہ اسے رات کو استعمال کرے۔ (۸)

(شیخ ابن شمیمین) اسی کے قائل ہیں۔ (۹)

(۱) [بخاری (قبل الحدیث، ۱۹۳۰) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

(۲) [نیل الأوطار (۱۷۷/۳)]

(۳) [مجموع الفتاوی (۲۴۱/۲۵)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۵۳/۴)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۳/۳)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العنمية والإفتاء (۲۵۳/۱۰)]

(۷) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۹۲/۳۱)]

(۸) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۴۹/۱)]

(۹) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۷/۲)]

(سید سابقؒ) دوران روزہ سرمہ لگانا جائز ہے۔ (۱)

(احمد، اسحاق، ابن مبارک، ثوری) دوران روزہ سرمہ لگانا مکروہ ہے۔ (۲)

یہ بات درست نہیں کیونکہ جس روایت سے انہوں نے استدلال کیا ہے وہ ضعیف ہے اور اس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿لینتقہ الصائم﴾ ”روزے دار سرمے سے بچے۔“ (۳)

بیوی کا بوسہ لینا اور مباشرت کرنا اُس کے لیے جو ضبطِ نفس کی طاقت رکھتا ہو

واضح رہے کہ روزے کی حالت میں جس مباشرت کی اجازت ہے اس سے مراد اپنی بیوی کے ساتھ لیننا اور اس کے جسم کے ساتھ جسم ملانا ہے۔ جماع و دخول ہرگز جائز نہیں ہے جیسا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ﴿یحرم علیہ فرجھا﴾ ”روزہ دار پر بیوی کی شرمگاہ حرام ہے۔“ (۴)

ایک اور حدیث میں اس کی مزید وضاحت موجود ہے کہ حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں:

﴿أَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ ثُمَّ يَجْعَلُ بَيْنَهُ وَبَيْنَهَا ثَوْبًا يَعْنِي الْفَرْجَ﴾

”نبی کریم ﷺ مباشرت کرتے تھے اور آپ روزہ دار ہوتے تھے۔ آپ اپنے درمیان اور (اپنی بیوی کی) شرمگاہ کے درمیان کوئی کپڑا رکھ لیتے۔“ (۵)

(البانیؒ) اس حدیث میں ایک اہم فائدہ موجود ہے اور وہ مباشرت کی تفسیر ہے (یعنی دوران روزہ جس مباشرت کی اجازت ہے وہ یہ کہ) روزہ دار اپنی بیوی کو شرمگاہ کے علاوہ چھوئے۔ (۶)

حکیم بن عقال بیان کرتے ہیں کہ

﴿سَأَلَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: مَا يَحْرَمُ عَلَيَّ مِنْ أَمْرَاتِي وَأَنَا صَائِمٌ؟ قَالَتْ: فَرْجُهَا﴾

”میں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ روزے کی حالت میں میری بیوی سے مجھ پر کیا حرام

(۱) [فقه السنة (۱/۴۰۶)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۳/۴۸۱)]

(۳) [ضعيف: ضعيف أبو داود (۵۱۴) كتاب الصوم: باب في الكحل عند النوم للصائم، أبو داود (۲۳۷۷) بخاری فی التاريخ (۳۹۸/۷) طبرانی کبیر (۸۰۲) بیہقی (۲/۲۶۲) اس حدیث کے متعلق امام ابوداؤد نے خود ہی وضاحت فرمادی ہے کہ امام بخاری بن معین نے مجھ سے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔]

(۴) [بخاری تعلقاً (قبل الحديث ۱/۱۶۲۷) كتاب الصوم: باب المباشرة للصائم]

(۵) [حسن: الصحيحة (۲۲۱)]

(۶) [نظم الفوائد (۱/۵۲۶)]

ہے؟ تو انہوں نے جواب میں کہا کہ اس کی شرمگاہ۔“ (۱)

دوران روزہ اپنی بیوی کا بوسہ لینے اور اس سے مباشرت کے جواز کے مزید دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿كان النبي ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم وكان أملككم لإربه﴾

”نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔“ (۲)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿إن كان رسول الله ﷺ ليقبل بعض أزواجه وهو صائم ثم ضحكت﴾

”رسول اللہ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود اپنی بعض بیویوں کا بوسہ لے لیا کرتے تھے، پھر آپ ہنسیں۔“ (۳)

(۳) حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿بينما أنا مع رسول الله ﷺ في الخميصة إذ حضت فانسلت فأخذت ثياب حيضتي فقال:

ما لك أنفست؟ قلت: نعم، فدخلت معه في الخميصة وكانت هي ورسول الله ﷺ يغتسلان من إباء واحد وكان يقبلها وهو صائم﴾

”میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آ گیا۔ اس لیے میں چپکے سے نکل گئی اور اپنا حیض کا کپڑا پہن لیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا بات ہو گئی ہے، کیا حیض آ گیا ہے؟ میں نے کہا ہاں، پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ ایک چادر میں داخل ہو گئی۔ حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا اور رسول اللہ ﷺ ایک ہی برتن سے غسل جنابت کر لیا کرتے تھے اور آپ ﷺ روزہ دار ہونے کے باوجود ان کا بوسہ لے لیا

(۱) [صحيح: الصحيحة (تحت الحديث، ۲۲۱ / طحاوی (۳۴۷/۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۲۷) كتاب الصوم: باب المباشرة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) كتاب الصيام: باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من ترك شهوته، ابن ماجه (۱۶۸۷) كتاب الصيام: باب ما جاء في المباشرة للصائم، ابن حزيمة (۲۳۰/۱۴) طيبالسي (۱۳۹۱) شرح معاني الآثار (۹۲/۲) احمد (۲۳۰-۲۱۶-۴۲/۶) حمیدی (۱۹۶) بیہقی (۲۲۹/۴) ابن الجارود (۸۹۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۲۸) كتاب الصوم: باب القبلة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) كتاب الصيام: باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك شهوته، مؤطا (۶۴۶) كتاب الصيام: باب ما جاء في الرخصة في القبلة للصائم، احمد (۲۴۱۶۵) ابن ابی شيبه (۵۹/۳) ابو يعلى (۴۴۲۸)]

کرتے تھے۔“ (۱)

(4) حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أنه سأل رسول الله ﷺ أيقبل الصائم؟ فقال له رسول الله ﷺ سل هذه (أم سلمة) فأخبرته أن رسول الله ﷺ يصنع ذلك، فقال يا رسول الله قد غفر الله لك ما تقدم من ذنبك وما تأخر، فقال له رسول الله ﷺ أما والله إنى لأتقاكم لله وأخشاكم له﴾

”انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار (اپنی بیوی کا) بوسہ لے سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس (یعنی ام سلمہ رضی اللہ عنہا) سے پوچھو۔ انہوں نے اسے بتلایا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا کرتے ہیں۔ اس نے کہا اے اللہ کے رسول! یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو اگلے اور پچھلے گناہ معاف فرما دیے ہیں (اس لیے آپ ایسا کر سکتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ رکھنے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس سے ڈرتا ہوں (جب میں یہ سب کرتا ہوں تو تم بھی کر سکتے ہو)۔“ (۲)

(5) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

”میرا دل چاہا اور میں نے روزے کی حالت میں (اپنی بیوی کا) بوسہ لے لیا۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آج بہت بڑا (برا) کام کیا ہے، میں نے روزے کی حالت میں بوسہ لے لیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتاؤ اگر تم دوران روزہ کلی کر لو تو؟ میں نے کہا، کلی میں تو کوئی حرج نہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھر کون سی چیز میں حرج ہے؟ (مراد یہ ہے کہ جب کلی کرنے میں کوئی حرج نہیں تو بوسہ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں)۔“ (۳)

(6) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يقبلنى وهو صائم وأنا صائمة﴾

(۱) [بخاری (۱۹۲۸) كتاب الصوم: باب القبلة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) كتاب الصيام: باب بيان أن القبلة

في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك سهوته]

(۲) [مسلم (۱۱۰۸) كتاب الصيام: باب بيان أن القبلة في الصوم ليست محرمة على من لم تحرك سهوته،

بيهقي (۲۳۴/۴) ابن حبان (۳۵۳۸) تحفة الأشراف (۱۰۶۸۳)]

(۳) [صحيح: صحيح ابو داود (۲۰۸۹) كتاب الصيام: باب القبلة للصائم، ابو داود (۲۳۸۵) احمد

(۲۱۱۱) دارمی (۱۳/۲) حاکم (۴۳۱/۱) ابن حبان (۹۰۵-الموارد) ابن خزيمة (۱۹۹۹) بیهقی

(۲۶۱/۴) عبد بن حمید فی المنتخب من المسند (۲۱)]

”رسول اللہ ﷺ دوران روزہ میرا بوسہ لیتے تھے اور میں بھی روزہ دار ہوتی تھی۔“ (۱)

(شیخ ابن عثیمین) اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے کوئی روزہ دار گناہگار نہیں ہوتا خواہ جوان ہو یا بوڑھا۔ (۲)

ان تمام صحیح احادیث سے ثابت ہوا کہ روزہ دار اپنی بیوی کا بوسہ لے سکتا ہے اور اس کے جسم کے ساتھ جسم بھی ملا سکتا ہے۔ تاہم ایسا نو جوان جسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ اپنے نفس پر قابو نہیں رکھ سکے گا اور جماع میں مبتلا ہو سکتا ہے تو اسے اس عمل سے اجتناب کرنا چاہیے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ النَّبِيَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ؟ فَرُخِّصَ لَهُ وَأَتَاهُ آخِرُ فَسَالَهُ فَنَهَاهُ فَبَإِذَا الَّذِي

رُخِّصَ لَهُ شَيْخٌ وَالَّذِي نَهَاهُ شَابٌ﴾

”ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے بغلگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نو جوان تھا۔“ (۳)

(شوکانی) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس میں یہ دلیل ہے کہ روزہ دار کے لیے (اپنی بیوی کا) بوسہ لینا جائز ہے اور اس سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔“ (۴)

(نووی) اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ روزہ دار کے بوسہ لینے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (۵)

(سید سابق) دوران روزہ اس شخص کے لیے بوسہ لینا جائز ہے جو ضبط نفس کی طاقت رکھتا ہو۔ (۶)

(البانی) چھٹی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”یہ حدیث دلیل ہے کہ ماہ رمضان میں روزہ دار کے لیے اپنی بیوی کا بوسہ لینا جائز ہے۔ اور بے شک علماء نے اس مسئلے میں چار سے زیادہ اقوال پر اختلاف کیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ راجح جواز ہی ہے، لیکن بوسہ لینے والے کی حالت کا لحاظ رکھا جائے گا کہ اگر وہ نو جوان ہے اور اپنے نفس پر جماع میں مبتلا ہوجانے سے ڈرتا ہے کہ جس سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے تو اسے اس عمل سے بچنا چاہیے۔“ (۷)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۸۸) کتاب الصیام: باب القبلة للصائم، ابو داؤد (۲۳۸۴)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۴۱/۲)]

(۳) [حسن صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۰۹۰) کتاب الصیام: باب کراهیة للشاب، ابو داؤد (۲۳۸۷)]

یہیقی فی السنن الکبری (۲۳۲/۴) احمد (۱۸۵/۲ - ۲۲۰)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۸۳/۳)]

(۵) [شرح مسلم للنووی (۲۳۴/۴)]

(۶) [فقه السنة (۴۰۶/۱)]

(۷) [السلسلة الصحيحة (۴۳۰/۱)]

سواک کرنا

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿رأيت رسول الله ﷺ يستاك وهو صائم ما لا أعد ولا أحصى﴾

”میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزے کی حالت میں اس قدر سواک کرتے دیکھا ہے کہ جسے میں گنتی اور شمار

میں نہیں لاسکتا۔“ (۱)

اگرچہ اس روایت کی سند میں ضعف ہے لیکن سواک کی مشروعیت کے عام دلائل میں روزہ دار بھی شامل ہے اور اسی طرح تمام اوقات بھی شامل ہیں الا کہ کوئی ایسی دلیل مل جائے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ روزہ دار کو سواک نہیں کرنی چاہیے یا روزہ دار فلاں اور فلاں وقت میں سواک نہیں کر سکتا۔ جب ایسی کوئی صحیح دلیل موجود نہیں تو عام لوگوں کی طرح روزہ دار بھی سواک کر سکتا ہے اور دن کے تمام اوقات میں سواک کر سکتا ہے۔

جیسا کہ ایک روایت میں بھی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا کہ ﴿أتسوك وأنا صائم﴾ ”کیا میں روزے کی حالت میں سواک کروں؟“ تو انہوں نے فرمایا ﴿نعم﴾ ”ہاں، کرلو۔“ میں نے کہا ﴿أى النهار؟﴾ ”دن کے کس حصے میں سواک کروں؟“ انہوں نے فرمایا ﴿غدا أو عشية﴾ ”دن یارات کو (جب چاہو کرو)۔“ (عبدالرحمن کہتے ہیں کہ) میں نے کہا ﴿إن الناس يكرهونه عشية ويقولون إن رسول الله ﷺ قال: لخلوف فم الصائم أطيب عند الله من ريح المسك؟﴾ ”لیکن لوگ تو شام کے وقت (روزے کی حالت میں) سواک کو ناپسند کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ: روزہ دار کے منہ کی بو اللہ تعالیٰ کے ہاں کستوری سے زیادہ پاکیزہ ہے۔“ انہوں نے فرمایا ﴿سبحان الله لقد أمرهم بالسواك، وما كان بالذى يأمرهم أن يتنوا أفواهم عمدا، ما فى ذلك من الخير شئ بل فيه شر﴾ ”سبحان اللہ! اسی نے تو ان کو سواک کا حکم دیا ہے۔

(۱) [ضعيف: ضعيف ابو داود (۵۱۱) كتاب الصيام: باب السواك للصائم، المشكاة (۲۰۰۹) إرواء الغلیل

(۶۸) ابو داود (۲۳۶۶) ترمذی (۷۲۵) دارقطنی (۲۴۸) بیہقی (۲۷۲/۴) طیالسی (۱۸۷/۱) احمد

(۴۴۵۱۳) حافظ ابن حجر نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس کی سند میں عامر بن عبید اللہ

راوی ہے۔ لیکن دوسرے مقام پر حافظ ابن حجر خود اسی روایت کو حسن درجہ کی قرار دیا ہے۔ [تلخیص الحیبر (ص ۲۲۱-۲۴)]

علاوہ ازیں یہی روایت صحیح بخاری میں امام بخاری نے تعلیقاً بھی نقل فرمائی ہے۔ [بخاری (قبیل الحدیث ۱۹۳۴)

کتاب الصوم: باب السواك الرطب واليابس للصائم]

اور جان بوجھ کر وہ لوگوں کو ایسی چیز کا حکم نہیں دیتا کہ وہ اپنے منہ بد بودار کر لیں۔ اس بات میں کچھ بھی خیر نہیں ہے بلکہ اس میں برائی ہے۔“ (۱)

(بخاری) رقمطراز ہیں کہ ((وید کر عن النبی ﷺ أنه استاك وهو صائم، وقال ابن عمر: يستاك أول النهار وآخره..... وقال ابن سيرين: لا بأس بالسواك الرطب، قيل: له طعم، قال: والماء له طعم وأنت تغمض به)) ”نبی کریم ﷺ سے یہ منقول ہے کہ آپ ﷺ نے روزے میں مسواک کی۔ اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ دن میں صبح اور شام (ہر وقت) مسواک کیا کرتے تھے..... امام ابن سیرین نے کہا کہ تر مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کسی نے کہا کہ اس میں جو ایک مزہ ہوتا ہے اس پر آپ نے کہا: کیا پانی میں مزہ نہیں ہوتا؟ حالانکہ اس سے کلی کرتے ہو۔“ (۲)

(ترمذی) فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ روزہ دار کے لیے کوئی حرج نہیں سمجھتے خواہ وہ دن کے ابتدائی حصے میں مسواک کرے یا دن کے آخری حصے میں۔ البتہ امام احمدؒ اور امام اسحاقؒ نے (روزہ دار کے لیے) دن کے آخری حصے میں مسواک کو مکروہ قرار دیا ہے۔ (۳)

شیخ البانیؒ فرماتے ہیں کہ ایک روایت کے مطابق امام احمدؒ کا بھی وہی موقف ہے جو امام شافعیؒ کا ہے۔ (۴)

(ابن تیمیہؒ) زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ انسان زوال کے بعد روزہ دار ہی کیوں نہ ہو (اس کے لیے مسواک مستحب ہے)۔ (۵)

(البانیؒ) دلائل کے عموم کی وجہ سے یہی (ابن تیمیہؒ کا) موقف برحق ہے۔ (۶)

جن حضرات کا یہ موقف ہے کہ روزہ دار کے لیے زوال کے بعد مسواک کرنا مکروہ ہے ان کی دلیل ایک ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿إِذَا صُمْتُمْ فَاسْتَاكُوا بِالْعَدَاةِ وَلَا تَسْتَاكُوا بِالْعَشَى﴾ ”جب تم روزہ رکھو تو صبح کے وقت مسواک کرو شام کے وقت مسواک نہ کرو۔“ (۷)

(۱) شیخ البانیؒ نے اس روایت کو نہایت ہی عمدہ قرار دیا ہے۔ [إرواء الغلیل (۱۰۶/۱)] حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند جدید ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص ۱۱۳)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۰) کتاب الصوم: باب اغتسال الصائم]

(۳) [جامع ترمذی (بعد الحدیث ۷۲۵۱)]

(۴) [إرواء الغلیل (۱۰۷/۱)]

(۵) [أخبار العلمیة من الاختیارات الفقہیة (ص ۱۸۱) مجموع الفتاوی (۲۶۶/۲۵)]

(۶) [إرواء الغلیل (۱۰۷/۱)]

(۷) [ضعیف: إرواء الغلیل (۶۷) (۱۰۶/۱) بیہقی (۲۷۴/۴) دارقطنی (۲۴۹) اس روایت کی سند میں کیسان ابو

عمراوی قوی نہیں ہے۔ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ [تلخیص الحبیر (ص ۲۲۱)]

(سعودی مجلس افتاء) مسواک کے مسئلے میں وارد شدہ احادیث کے عموم کی وجہ سے روزہ دار کے لیے روزے کے سارے دن میں مسواک کرنا جائز ہے۔ (۱)

(شیخ ابن شمیمؒ) دوران روزہ مسواک کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲)

(ابن بازؒ) روزہ دار کے لیے دن کی ابتداء میں اور آخر میں مسواک کا استعمال جائز ہے۔ (۳)

(حسین بن عودہ) روزہ دار کے لیے دن کے شروع اور آخر میں مسواک مستحب ہے۔ (۴)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

دوران روزہ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا حکم

اگر ٹوتھ پیسٹ حلق میں نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن افضل یہ ہے کہ ٹوتھ پیسٹ رات کو استعمال کی جائے اور دن کو مسواک استعمال کریں کیونکہ یہی سنت نبوی ہے۔

ہنڈیا کا ذائقہ چکھنا

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((وقال ابن عباس رضی اللہ عنہ : لا بأس أن يتطعم القدر أو الشيء))

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہنڈیا یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔“ (۶)

(احمدؒ) مجھے یہ پسند ہے کہ کھانے کے ذائقے سے بھی اجتناب کیا جائے لیکن اگر کوئی ذائقہ چکھ لے تو اسے کوئی نقصان نہیں ہوگا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ (۷)

(ابن تیمیہؒ) بغیر کسی ضرورت کے کھانے کا ذائقہ چکھنا ناپسندیدہ ہے لیکن یہ روزہ نہیں ٹوٹتا۔ البتہ ضرورت کی غرض سے یہ کبھی کرنے کی مانند (جائز) ہے۔ (۸)

(سعودی مجلس افتاء) دوران روزہ دن میں ضرورت کے وقت اگر انسان کھانے کا ذائقہ چکھ لے تو اس میں کوئی

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۱۰/۵)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۶/۲)]

(۳) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۶/۲)]

(۴) [الموسوعة الفقهیة المیسرة (۱۰۰/۱)]

(۵) [فقه السنة (۴۰۵/۱)]

(۶) [بخاری (قبل الحدیث ۱۹۳۰) کتاب الصوم : باب اغتسال الصوم]

(۷) [المغنی لابن قدامة (۴۶/۳)]

(۸) [مجموع الفتاویٰ (۲۶۶/۲۵)]

حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے بشرطیکہ وہ جان بوجھ کر کوئی چیز نہ نگلے۔ (۱)
 (شیخ ابن جریرین) ضرورت کے لیے کھانے کا ذائقہ چکھنے میں کوئی حرج نہیں۔ (۲)

تھوک نگلنا

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

((وقال عطاء رحمه الله تعالى : إن ازدرد ريقه لا أقول غطر))

امام عطاءؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو میں یہ نہیں کہتا کہ اس کا روزہ ٹوٹ گیا۔ (۳)

(ابن قدامہ) اور جس سے اجتناب ممکن نہیں مثلاً تھوک نگلنا وغیرہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے بچنا مشکل ہے۔ (۴)

(شیخ حسین بن عودہ) تھوک نگلنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۵)

(ابن باز) اگر روزہ دار اپنا تھوک نگل لے تو اس پر کوئی حرج نہیں خواہ کوئی مرد ہو یا عورت۔ (۶)

(سعودی مجلس افتاء) اپنا تھوک نگلنے سے روزہ دار کا روزہ فاسد نہیں ہوتا خواہ وہ زیادہ اور مسلسل ہی ایسا کرے اور خواہ مسجد میں یا مسجد سے باہر ایسا کرے۔ لیکن جب غلیظ قسم کی بلغم ہو مثلاً کھنگار تو اسے نہیں نگلنا چاہیے اور اگر مسجد میں ہو تو ٹشو پیپر میں تھوک دینا چاہیے۔ (۷)

اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے

امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

((وقال الحسن رحمه الله تعالى : إن دخل حلقه الذباب فلا شيء عليه))

”امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس پر کچھ نہیں ہے۔“ (۸)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۳۲)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۸/۲)]

(۳) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۳۰ / كتاب الصوم : باب اغتسال الصائم)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۳۵۴/۴)]

(۵) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۴/۳)]

(۶) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۵/۲)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱۷۰)]

(۸) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۳۳ / كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا)]

ناک میں دواء ڈالنا

امام بخاری رقمطراز ہیں کہ

((وقال الحسن رحمه الله تعالى : لا بأس بالسعوط للصائم إن لم يصل إلى حلقة))

”امام حسن بصریؒ نے فرمایا کہ ناک میں (دواء وغیرہ) چڑھانے میں اگر وہ حلق تک نہ پہنچے، تو کوئی حرج

نہیں ہے۔“ (۱)

مہندی لگانا اور میک آپ کرنا

(ابن یاز) چہرے کو خوبصورت کرنے والی اشیاء مثلاً صابن، تیل وغیرہ جن کا تعلق صرف ظاہری جلد کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی طرح مہندی اور میک آپ وغیرہ (روزے کو کوئی نقصان نہیں دیتا) لیکن یہ ہے کہ اگر میک آپ

کا استعمال چہرے کو نقصان دے تو استعمال کرنا ضروری نہیں۔ (۲)

(شیخ ابن تیمیہؒ) دوران روزہ مہندی لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳)



(۱) [بخاری (بعد الحدیث / ۱۹۳۴) کتاب الصوم : باب قول النبی إذا توضأ فلیستنشق]

(۲) [مجموع الفتاوی لابن باز (۳۴۹/۱)]

(۳) [فتاوی اسلامیة (۱۲۷/۲)]

روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان

باب ما یحرم للصائم

روزے میں وصال کرنا

واضح رہے کہ وصال سے مراد یہ ہے کہ آدمی ارادی طور پر دویا اس سے زیادہ دن تک روزہ افطار نہ کرے اور مسلسل روزہ رکھے نہ رات کو کچھ کھائے اور نہ سحری کے وقت۔

(1) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا تواصلوا، قالوا إنك توصل قال لست كأحد منكم إني أطعم وأسقى أو إني أبيت أطعم وأسقى ﴾

”وصال مت کیا کرو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔ مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) کھلایا اور پلایا جاتا ہے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا کہ) میں اس طرح رات گزارتا ہوں کہ مجھے کھلایا اور پلایا جاتا رہتا ہے۔“ (1)

(2) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ نہی رسول اللہ عن الوصال قالوا إنك توصل قال: إني لست مثلکم إني أطعم وأسقى ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے وصال سے منع فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ بلاشبہ آپ تو وصال کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو کھلایا اور پلایا جاتا ہے۔“ (2)

(3) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ نہی رسول اللہ ﷺ عن الوصال رحمة لهم فقالوا إنك توصل قال إني لست كهيبتكم إني يطعمني ربي ويستقيني ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے امت پر رحمت و شفقت کرتے ہوئے وصال سے منع فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

(1) [بخاری (1961) كتاب الصوم: باب الوصال ومن قال ليس في الليل صيام، ترمذی (778) كتاب الصوم: باب النهي عن الوصال في الصوم، دارمی (812) كتاب الصوم: باب النهي عن الوصال في الصوم، ابن خزيمة (2069) احمد (17013-173-202) ابو يعلى (25015) (2874) الحلية لأبي نعیم

(20917) البيهقي (28214) شرح السنة (47313)]

(2) [بخاری (1962) كتاب الصوم: باب الوصال، مسلم (1102) كتاب الصيام: باب النهي عن الوصال في الصوم، أبو داود (2360) أحمد (2112) عبد بن حميد (750)]

نے عرض کی کہ آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، میرا رب مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ (۱)

(4) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿نہی رسول اللہ ﷺ عن الوصال فی الصوم﴾ فقال له رجل من المسلمین إنك تواصل یا رسول اللہ! قال: وأیکم مثلی؟ إنی أبيت یطعمنی ربی ویسقینی، فلما أن ینتھوا عن الوصال واصل بهم یوما ثم یوما ثم رأوا الهلال فقال: لو تأخر لزدتکم کالتنکیل لهم حین أبوا أن ینتھوا ﴿

”رسول اللہ ﷺ نے روزے میں وصال سے منع فرمایا تھا۔ اس پر مسلمانوں میں سے ایک آدمی نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! آپ تو وصال کرتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میری طرح تم میں سے کون ہے؟ مجھے تو رات میں میرا رب کھلاتا ہے اور وہی مجھے سیراب کرتا ہے۔ لوگ جب اس پر بھی وصال کا روزہ رکھنے سے نہ باز آئے تو آپ ﷺ نے ان کے ساتھ دو دن تک وصال کیا۔ پھر عید کا چاند نکل آیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چاند نہ دکھائی دیتا تو میں اور کئی دن وصال کرتا۔ گویا جب لوگ وصال کے روزے سے باز نہ آئے تو آپ ﷺ نے ان کو مزادینے کے لیے ایسا کہا۔“ (۲)

(5) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إیاکم والوصال مرتین﴾

”تم لوگ وصال سے بچو۔ آپ نے یہ دو مرتبہ فرمایا۔“ (۳)

(6) حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی اسی معنی میں حدیث مروی ہے۔ (۴)

نبی ﷺ خود وصال کیا کرتے تھے لیکن وہ آپ ﷺ کے ساتھ خاص تھا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں میرے جیسا کون ہے؟ میں تو اس حال میں رات گزارتا

(۱) [بخاری (۱۹۶۴) کتاب الصوم: باب الوصال، مسلم (۱۱۰۵) کتاب الصیام: باب النہی عن الوصال فی الصوم]

(۲) [بخاری (۱۹۶۵) کتاب الصوم: باب التنکیل لمن أكثر الوصال، مسلم (۱۱۰۲) کتاب الصیام: باب النہی عن الوصال فی الصوم، عبد الرزاق (۷۷۵۳)، (۷۷۵۴) احمد (۲۳۱/۲-۲۳۷)، بیہقی (۲۸۲/۴) کتاب الصیام: باب النہی عن الوصال فی الصوم، شرح السنة (۴۷۲/۳)]

(۳) [بخاری (۱۹۶۶) کتاب الصوم: باب التنکیل لمن أكثر الوصال، مسلم (۱۱۰۲) کتاب الصیام: باب النہی عن الوصال فی الصوم]

(۴) [بخاری (۱۹۶۷) کتاب الصوم: باب الوصال، ابنی السحر]

ہوں کہ میرا پروردگار مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے وصال سے منع فرماتے ہوئے کہا ﴿إِنَّمَا يَفْعَلُ ذَلِكَ النَّصَارَى﴾
”یہ عمل تو صرف عیسائی کرتے ہیں۔“ (۱)

(ابن حجر) یہ وصال کی حرمت کے قائل ہیں۔ (۲)

جھوٹ بولنا، غیبت کرنا اور لڑائی جھگڑا کرنا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

﴿مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لَهُ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ﴾
”جس شخص نے جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں کہ ایسا شخص اپنا کھانا پینا
چھوڑ دے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿قَالَ اللَّهُ: كُلْ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصِّيَامَ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ وَالصِّيَامَ حِنَّةٌ وَإِذَا كَانَ يَوْمُ
صَوْمِ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُتْ وَلَا يَصْحَبُ فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقِلْ إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ﴾
”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کا ہر نیک عمل خود اسی کے لیے ہے مگر روزہ میرے لیے خاص ہے اور
میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ اور روزہ گناہوں کی ایک ڈھال ہے، اگر کوئی روزہ دار ہو تو اسے چاہیے کہ فحش گوئی
نہ کرے اور نہ شور مچائے۔ اور اگر کوئی اسے گالی دے یا لڑنا چاہے تو اسے صرف یہ جواب دے کہ میں ایک
روزہ دار آدمی ہوں۔“ (۴)

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

(۱) [احمد (۲۲۵/۵)]

(۲) [فتح الباری (۲۰۹/۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۰۳) کتاب الصوم: باب من لم يدع قول الزور والعمل به، ابو داود (۲۳۶۲) کتاب الصيام
: باب الغيبة للصائم، ترمذی (۱۶۸۹) کتاب الصوم: باب ما جاء في التشديد في الغيبة للصائم، احمد
(۵۲/۲-۴۵۳) بیہقی (۲۷۰/۴) کتاب الصيام: باب الصائم يتزه صيامه عن اللفظ والمشاغمة، عبد
الله بن مبارك في الزهد (۱۳۰۷) شرح السنة (۱۷۴۰)]

(۴) [بخاری (۱۹۰۴) کتاب الصوم: باب من يقول اني صائم اذا شتمت، مسلم (۱۱۵۱) کتاب الصيام: باب
فضل الصيام، مطا (۵۸) کتاب الصيام: باب جامع الصيام، ابو داود (۲۳۶۳) کتاب الصيام: باب الغيبة
الصائم، بیہقی (۲۷۰/۴) نسائی (۱۶۳/۴) کتاب الصوم: باب فضل الصوم، احمد (۲۷۲/۲)]

﴿من لم يدع الخنا والكذب فلا حاجة لله أن يدع طعامه وشرابه﴾
 ”جس نے بدزبانی اور جھوٹ نہ چھوڑا تو اللہ تعالیٰ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔“ (۱)
 (ابن قدامہ) روزہ دار پر واجب ہے کہ وہ اپنے روزے کو جھوٹ وغیبت اور گالی گلوچ سے پاک رکھے۔ (۲)
 (سعودی مجلس افتاء) دوران روزہ گالی گلوچ سے روزہ باطل نہیں ہوتا لیکن اس سے روزہ دار کے اجر میں کمی آجاتی ہے لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس پر ضبط رکھے اور گالی گلوچ وغیبت اور چغلی وغیرہ سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے اور اسی طرح ان تمام کاموں سے بچے جنہیں دوران روزہ حرام کیا گیا ہے۔ (۳)

لغو رقت اور جہالت کی باتیں کرنا

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ﴿الصيام حنة فلا يرفث ولا يجهل﴾
 ”روزہ (گنتا ہوں سے بچاؤ کی) ایک ڈھال ہے لہذا (روزہ دار) نہ فحش باتیں کرے اور نہ جہالت کی باتیں کرے۔“ (۴)

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ﴿ليس الصيام من الأكل والشرب إنما الصيام من اللغو والرفث فإن سابك أحد أو جهل عليك فلتقل إني صائم إني صائم﴾
 ”روزہ صرف کھانا پینا چھوڑنے کا نام نہیں ہے بلکہ روزہ تو لغو (ہر بے فائدہ بولے ہووہ کام) اور رقت (جنسی خواہشات پر مبنی حرکات اور کلام) سے بچنے کا نام ہے۔ لہذا اگر کوئی تمہیں (دوران روزہ) گالی دے یا جہالت کی باتیں کرے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں۔“ (۵)

(۱) [حسن لغیوہ : صحیح الترغیب (۱۰۸۲) کتاب الصوم : باب ترہیب الصائم من الغيبة والفحش والكذب ونحو ذلك، طبرانی صغیر (۱۷۰/۱)]

(۲) [المعنی لابن قدامة (۴/۴۴۷)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۳۳۳)]

(۴) [بخاری (۱۸۹۴) کتاب الصوم : باب فضل الصوم، مسلم (۱۱۵۱) کتاب الصیام : باب فضل الصیام،

مؤطا (۵۸) کتاب الصیام : باب جامع الصیام، ابو داود (۲۳۶۳) کتاب الصیام : باب الغیبة للصائم،

احمد (۲۴۵۱۲) شرح السنة (۳/۴۵۳)]

(۵) [صحیح : صحیح الترغیب (۱۰۸۲) کتاب الصوم : باب ترہیب الصائم من الغيبة والفحش والكذب

ونحو ذلك، صحیح ابن خزيمة (۱۹۹۶)، (۲/۲۴۲۳)]

(3) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿ لا تساب وأنت صائم ، فإن سابك أحد فقل إني صائم وإن كنت قائما فاجلس ﴾
 ”تم روزے کی حالت میں کسی کو گالی مت دو۔ اگر تمہیں کوئی گالی دے تو اسے کہہ دو کہ میں تو روزہ دار ہوں

اور تم کھڑے ہو تو بیٹھ جاؤ۔“ (۱)

ایسے افعال سے نہ بچنے والوں کے متعلق ہی آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

﴿ كم من صائم ليس له من صيامه إلا الظمأ ﴾

”کتنے ہی روزہ دار ہیں جن کو سوائے پیاس کے روزہ رکھنے سے کچھ نہیں ملتا۔“ (۲)

مبالغہ سے ناک میں پانی چڑھانا

حضرت تقی بن صبرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ أسبغ الوضوء وبالغ في الاستنشاق إلا أن تكون صائما ﴾

”وضوء اچھی طرح پورا کرو اور ناک میں اچھی طرح پانی چڑھایا کرو مگر روزے کی حالت میں (ایسا نہ

کیا کرو)۔“ (۳)

جو ضبط نفس کی طاقت نہ رکھتا ہو اُس کے لیے بیوی کا بوسہ لینا یا مباشرت کرنا

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ كان النبي ﷺ يقبل ويباشر وهو صائم وكان أملككم لإربه ﴾

”نبی کریم ﷺ روزہ دار ہوتے لیکن (اپنی ازواج مطہرات کا) بوسہ لیتے اور ان کے ساتھ مباشرت

کرتے (یعنی ان کے جسم کے ساتھ جسم ملاتے) اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے

(۱) [حسن : صحيح الترغيب (۱۰۸۲) كتاب الصوم : باب ترهيب الصائم من الغيبة والفحش والكذب

ونحو ذلك ، صحيح ابن خزيمة (۱۹۹۴) ابن حبان (۳۴۷۰) حاکم (۴۳۰۱)]

(۲) [جديد : المشكاة (۶۲۶/۱) أحمد (۴۴۱/۲) دارمی (۲۷/۶) كتاب الرقائق : باب في المحافظة على

الصوم]

(۳) [صحيح : صحيح ابن ماجه (۳۲۸) كتاب الطهارة وسننها : باب المبالغة في الاستنشاق والاستنثار ، ابن

ماجه (۴۰۷) ابو داود (۲۳۶۶) كتاب الصوم : باب الصائم يصب عليه الماء من العطش ويبالغ في

الاستنشاق ، ترمذی (۷۸۸) كتاب الصوم : باب ما جاء في كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم ، مسند

أحمد (۱۷۸۶۳)]

واللہ اعلم۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أن رجلا سأل النبي ﷺ عن المباشرة للصائم؟ فرخص له وأتاه آخر فسأله فنهاه فإذا الذي

رخص له شيخ والذي نهاه شاب﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا روزہ دار اپنی بیوی سے لنگیر ہو سکتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے اسے رخصت دے دی۔ آپ ﷺ کے پاس ایک اور آدمی آیا اس نے بھی یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے اس سے روک دیا۔ (راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ) جسے آپ نے رخصت دی تھی وہ بوڑھا شخص تھا اور جسے روکا تھا وہ نوجوان تھا۔“ (۲)

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گذشتہ باب ”روزہ دار کے لیے جائز افعال کا بیان“ کا مطالعہ کیجیے۔



(۱) [بخاری (۱۹۲۷) کتاب الصوم: باب المباشرة للصائم، مسلم (۱۱۰۶) کتاب الصيام: باب بیان أن

القتلة في الصوم ليست محرمة على من ترك شهوته]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابو داود (۲۰۹۰) کتاب الصيام: باب کراهیۃ للشاب، ابو داود (۲۳۸۷)]

باب ما يبطل الصوم

روزہ توڑنے والی اشیاء کا بیان

جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتَمُوا

الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید وھاگہ سیاہ دھاگے سے (یعنی صبح صادق رات سے) ظاہر

ہو جائے۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔“

(۲) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة عشر أمثالها إلى سبعمائة ضعف قال الله عز وجل : إلا

الصوم فإنه لى وأنا أجرى به يدع شهوته وطعامه من أجلي ﴾

”ابن آدم کے ہر نیک عمل کا بدلہ دس سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کہ سوائے روزے کے بلاشبہ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ انسان اپنی شہوت اور کھانے

پینے کو میری رضامندی کے لیے چھوڑتا ہے۔“ (۱)

(ابن قدامہ) اس پر اجماع ہے کہ جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) جان بوجھ کر کھانے پینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۳)

اگر کوئی بھول کر کھاپی لے

تو اس پر نہ کفارہ ہے نہ قضا کیونکہ اس کا روزہ برقرار ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [مسلم (۱۱۰۱) کتاب الصیام: باب حفظ النسان للصائم، مؤطا (۶۸۹) احمد (۳۴۹۳) نسائی فی

السنن الكبرى (۲۵۲۳) (۲۵۲۷) ابن ماجہ (۱۶۳۸) عبد الرزاق (۷۸۹۱) ابن ابی شیبہ (۵۱۳) ابن

حبان (۳۴۲۲) ابن خزيمة (۱۸۹۶) طبالسی (۲۴۸۵) شرح السنة للبقوی (۱۷۱۰)]

(۲) [المعنى (۳۵۰/۴)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۷/۳)]

﴿من نسي وهو صائم فأكل أو شرب فليتم صومه فإنما أطعمه الله وسقاه﴾ ”جو روزہ دار بھول کر اگر کچھ کھایا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے کیونکہ اسے اللہ تعالیٰ نے کھلایا پلایا ہے۔“ (۱)

(2) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿فإنما هو رزق رزقه الله﴾

”بے شک یہ رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمایا ہے۔“ (۲)

(3) ایک اور روایت میں ہے کہ

﴿من أفطر في رمضان ناسيا فلا قضاء عليه ولا كفارة﴾

”اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضا اور کفارہ نہیں۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ اگر بھول کر روزہ باطل کر دینے والا کوئی عمل کر لیا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹا۔

(جہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(مالک) جس نے بھول کر کھالیا اس کا روزہ باطل ہو گیا اور اس پر قضا بھی لازم ہے۔ (۵)

یاد رہے کہ یہ قول صریحاً حدیث کے خلاف ہے۔

(شیخ حسین بن عودہ) اگر کوئی شخص بھول کر کھاپی لے تو اس پر نہ کوئی قضاء ہے اور نہ ہی کفارہ۔ (۶)

(سعودی مجلس افتاء) جو روزہ دار رمضان کے دن میں بھول کر روزہ افطار کر دے اس پر کوئی گناہ نہیں اور اس پر لازم ہے کہ اپنے اس دن کے روزے کو پورا کر لے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح قول

(۱) [بخاری (۱۹۳۳) کتاب الصوم: باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا، مسلم (۱۱۰۰) کتاب الصيام: باب أكل الناسي وشربه وجماعه لا يفطر، ابو داود (۲۳۹۸) ترمذی (۷۲۲) ابن ماجہ (۱۶۷۳) دارمی (۱۷۲۷) دارقطنی (۱۷۸۱/۲) ابن حبان (۳۵۱۹) (۳۵۲۰) ابن خزیمہ (۱۹۸۹) ابن الحارود (۳۸۹) عبد الرزاق (۷۳۷۲) شرح السنة للبيهقي (۱۷۰۴) بیہقی (۲۲۹/۴)]

(۲) [ترمذی: کتاب الصوم: باب ماجاء في الصائم يا كل أو يشرب ناسيا، عارضة الأحوذی (۲۴۶/۳) - ۲۴۷]

(۳) [صحیح: حاکم (۴۳۰/۱) دارقطنی (۱۷۸۱/۲) ابن خزیمہ (۲۳۹/۳) ابن حبان (۹۰۶-الموارد)] حافظ ابن حجر نے اسے صحیح کہا ہے۔ [فتح الباری (۱۰۷/۴)] شیخ محمد صبحی حلاق نے بھی اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبیل السلام (۱۳۷/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۱۷۸/۳) الروضة الندية (۵۴۲/۱) سبیل السلام (۱۳۷/۴)]

(۵) [المغنی (۳۲۷/۴)]

(۶) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۰۷/۳)]

یہی ہے۔ (۱)

(شیخ ابن شمیم) اگر کوئی بھول کر کھانی پے اور وہ روزہ دار ہو تو اس کا روزہ صحیح ہے۔ (۲)

جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ أَجَلٌ لَّكُمْ لَيْلَةٌ الصِّيَامِ الرَّفَثِ إِلَى نِسَائِكُمْ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا۔“

معلوم ہوا کہ دن میں یہ عمل حرام ہے۔

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ جاءه رجل فقال يا رسول الله هلكت قال مالك؟ قال وقعت على امرأتي وأنا صائم فقال رسول الله ﷺ هل تجد رقة تعتقها؟ قال لا قال: فهل تستطيع أن تصوم شهرين متتابعين؟ قال لا قال: فهل تجد إطعام ستين مسكينا؟ قال لا قال: فمكث عند النبي ﷺ فبينما نحن على ذلك أتى النبي ﷺ بعرق فيها تمر - والعرق المكثل - قال: أين السائل؟ فقال أنا قال: خذها فصدق به فقال الرجل: أعلى أفقر مني يا رسول الله! فوالله ما بين لابتيها - يريد الحرّتين - أهل بيت أفقر من أهل بيتي، فضحك النبي ﷺ حتى بدت أنيابها ثم قال: أطعمه أهلك ﴾

”ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول! میں ہلاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا تجھے کس چیز نے ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا میں رمضان میں اپنی بیوی سے مباشرت کر بیٹھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تجھ میں اتنی طاقت ہے کہ ایک گردن آزاد کر دے۔“ اس نے کہا ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔“ اس نے کہا ”نہیں۔“ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلانے کی وسعت رکھتا ہے، تو اس نے کہا ”نہیں۔“ راوی نے بیان کیا کہ پھر نبی کریم ﷺ تھوڑی دیر ٹھہر گئے۔ ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بوا تھیلا (عرق) پیش کیا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ عرق تھیلے کو کہتے ہیں (جسے کھجور کی چھال سے بناتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ مسائل کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ میں حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ لے جاؤ اور اسے صدقہ کر دو۔ اس آدمی نے کہا اے اللہ کے رسول! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر اسے صدقہ کر دوں؟

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۱۰/۲۶۹۱)]

(۲) [فتاویٰ اسلامیة (۱۲۸/۲)]

اللہ کی قسم! ان دونوں پتھرے میدانوں کے درمیان کوئی بھی گھرانہ میرے گھر سے زیادہ محتاج نہیں ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ ہنس پڑے حتیٰ کہ آپ کے سامنے کے دانت ظاہر ہو گئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ چلو اسے اپنے گھر والوں کو بھی کھلا دو۔“ (۱)

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے اسے فرمایا:

﴿وصم یوما مکانہ﴾ ”اس کی جگہ ایک دن کا روزہ رکھو۔“ (۲)

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿وصم یوما واستغفر اللہ﴾ ”ایک دن کا روزہ رکھو اور اللہ سے استغفار کرو۔“ (۳)

معلوم ہوا کہ دوران روزہ جماع و ہم بستری کرنے والے شخص پر کفارہ اور قضاء دونوں لازم ہیں۔

(سعودی مجلس افتاء) اگر شوہر رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے تو اس پر قضاء، کفارہ اور اللہ تعالیٰ سے توبہ تینوں کام لازم ہیں۔ (۴)

جماع کی وجہ سے کیا عورت کا روزہ فاسد ہوگا اور کیا اس پر کفارہ ہے؟

(ابن قدامہ) جماع کی وجہ سے بلا اختلاف عورت کا روزہ بھی فاسد ہو جاتا ہے۔..... کھانے کی طرح مرد اور عورت دونوں اس عمل میں برابر ہیں۔ تاہم اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے یا نہیں۔ اس کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کفارہ لازم ہے۔ یہ ابو بکر، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام ابو ثور اور امام ابن منذر رحمہم اللہ کا مذہب ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ ایسی عورت پر کوئی کفارہ نہیں۔ امام ابو داؤد نے بیان کیا کہ امام احمدؒ سے دریافت کیا گیا کہ کیا ایسی عورت پر کفارہ ہے جس کا شوہر رمضان میں اس سے ہم بستری کرتا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم نے نہیں سنا کہ عورت پر بھی کفارہ ہے۔ یہی قول امام حسنؒ کا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے رمضان میں جماع کرنے والے کو ایک غلام آزاد کرنے کا حکم دیا لیکن عورت کو

(۱) [بخاری (۱۹۳۶) کتاب الصوم: باب إذا جامع فی رمضان..... مسلم (۱۱۱) مؤطا (۲۹۶/۱) أبو داؤد (۲۳۹۰) ترمذی (۷۲۴) ابن ماجہ (۶۷۱) دارمی (۳۴۳/۱) أحمد (۲۰۸/۲) شرح معانی الآثار (۶۰۱۲) دارقطنی (۱۹۰/۲) ابن الجارود (۳۸۴) بیہقی (۲۲۱/۴)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۵۶) کتاب الصیام: باب ما جاء فی کفارة من أفطر یوما من رمضان؛ إرواء الغلیل (۶۴۰) ابن ماجہ (۱۶۷۱)]

(۳) [صحیح: صحیح أبو داؤد (۲۰۹۶) کتاب الصوم: باب کفارة من أتى أهله فی رمضان؛ إبو داؤد (۲۳۹۳)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۰۴/۱۰)]

کسی چیز کا حکم نہیں دیا حالانکہ آپ کو علم تھا کہ یہ جماع عورت سے ہوا ہے۔ اور اگر عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا ہو تو اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۱)

(راجح) دوسری روایت ہی راجح معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر عورت پر کفارہ لازم ہوتا تو لازماً نبی کریم ﷺ اسے بھی مرد کے ساتھ کفارے کی ادائیگی کا حکم دیتے۔ (واللہ اعلم)

(سعودی مجلس افتاء) اگر تو عورت ہم بستری پر رضامند ہو تو اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (۲)

ایک دوسرے فتوے میں ہے کہ: اگر عورت کو مجبور کیا گیا ہو تو پھر اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمین) جب مرد اپنی بیوی کو ہم بستری پر مجبور کرے اور وہ دونوں روزہ دار ہوں تو عورت کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی کفارہ نہیں۔ (۴)

اگر کوئی رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں دوران روزہ ہم بستری کر لے

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے علاوہ کسی اور دن میں روزہ کا فاسد ہونا مطلق طور پر کفارہ واجب نہیں کرتا۔ بلکہ اگر روزہ واجب ہو تو صرف قضاء ہی واجب ہوتی ہے اور کفارہ صرف اس صورت میں واجب ہے جبکہ رمضان میں جماع وہم بستری کی گئی ہو۔ (۵)

عمداً قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

اور اگر خود بخود قے آجائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من ذرعه القيء؛ وهو صائم فليس عليه قضاء وإن استقاء فليقض﴾

”جسے روزے کی حالت میں قے آجائے اس پر قضا نہیں؛ اگر جان بوجھ کر قے کرے تو قضا دے۔“ (۶)

(۱) [منحصراً: المغنی لابن قدامة (۳۷۵/۴)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۱۲/۱۰)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۱۱/۱۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۶/۲)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۲۳/۱۰)]

(۶) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۸۴) کتاب الصوم: باب الصائم یستقی عمداً؛ أبو داود (۲۳۸۰) ترمذی

(۷۱۶) ابن ماجہ (۱۶۷۶) أحمد (۴۹۸/۲) دارمی (۱۴/۲) ابن الجاورد (۳۸۵) شرح معانی الآثار

(۹۷/۲) دارقطنی (۱۸۴/۲) حاکم (۴۲۷/۱) بیہقی (۲۱۹/۴) ابن خزیمہ (۱۹۰/۶) ابن حبان

(۹۰۷-۹- المورد) شرح السنة (۴۸۸/۳)]

(ترمذی) اہل علم کے نزدیک حدیث ابو ہریرہ پر ہی عمل ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اگر روزہ دار کو از خود قے آجائے تو اس پر قضاء نہیں ہے اور اگر وہ جان بوجھ کر قے کرے تو قضاء دے۔ امام شافعی، امام سفیان ثوری، امام احمد اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(ابن منذرؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ جان بوجھ کر قے کرنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ (۲)

(خطابیؒ) میرے علم میں نہیں کہ اہل علم کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف ہو۔ (۳)

(ابن قدامہؒ) عام اہل علم کا یہی موقف ہے۔ (۴)

(ابن حزمؒ) اس پر اجماع ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کوئی جان بوجھ کر قے کر دے تو اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا لیکن اگر کسی کو خود بخود قے

آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۶)

(ابن بازؒ) اگر کوئی جان بوجھ کر قے نہ کرے بلکہ اسے از خود قے آجائے تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۷)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات کا یہ موقف ہے کہ مطلقاً قے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ روایت ہے ﴿ثلاث لا يفطرن: القى، والحمامة والاحتلام﴾ ”تین چیزیں روزہ نہیں توڑتیں:

قے، سببگی لگوانا اور احتلام۔“ لیکن یہ روایت ضعیف ہے اس لیے یہ مسئلہ درست نہیں۔ (۸)

جان بوجھ کر روزہ توڑنے والے پر ظہار کے کفارے کی طرح کفارہ لازم ہے

جیسا کہ ابھی حدیث گزری ہے کہ ایک شخص نے دوران روزہ اپنی بیوی سے مباشرت کر لی تو نبی ﷺ سے اسے اس طرح کفارہ ادا کرنے کو کہا۔ ایک گردن آزاد کر دے اگر اس کی طاقت نہیں تو دو ماہ کے پے در پے روزے رکھو

(۱) [ترمذی (بعد الحدیث ۷۱۶۱)]

(۲) [الإجماع لابن المنذر (ص ۵۲)، (۱۲۴)]

(۳) [معالم السنن (۲۶۱/۳)]

(۴) [المغنی (۱۱۷/۳)]

(۵) [المحلی (۲۵۵/۶)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۵۴/۱۰)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیة (۱۳۴/۲)]

(۸) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۱۱۴) کتاب الصیام: باب ماجاء فی الصائم یرعه القی، ترمذی

(۷۱۹)] اس کی سند میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم راوی ضعیف ہے۔ [تقریب التہذیب (۴۸۰/۱) الکاشف

(۱۴۶/۲) المغنی (۳۸۰/۲) میزان الاعتدال (۵۶۴/۲) المحروحین (۵۷/۲) کتاب الحرج

والتعدیل (۲۳۳/۵)]

اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلاؤ۔ (۱)

کیا کفارہ میں ترتیب واجب ہے؟

(ابن قدامہ) یہ (یعنی گذشتہ طور میں بیان کردہ) ترتیب واجب ہے۔ (۲)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن قیم) یہی موقف رکھتے ہیں۔ (۴)

(سعودی مجلس افتاء) علماء کے اقوال میں سے صحیح یہ ہے کہ ترتیب واجب ہے۔ (۵)

کفارہ صرف ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑنے میں ہی ہے

یہ کفارہ تب ہے کہ انسان مباشرت کر بیٹھے۔ رہی بات کہ کیا ہر ذریعے سے روزہ توڑنے پر یہی کفارہ ہے؟ اس میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

(جمہور) کفارہ صرف مباشرت وہم بستری میں ہی ہے (کیونکہ حدیث اسی کے متعلق ہے)۔

(مالکیہ) مباشرت اور اس کے علاوہ ہر چیز سے روزہ توڑنے پر کفارہ ہے کیونکہ ایک روایت میں ہے کہ ﴿أَنْ رَجُلًا أَفْطَرَ﴾ ”ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا (تو آپ ﷺ نے اسے یہ کفارہ بتلایا)۔“ جبکہ اس میں جماع کا ذکر نہیں ہے۔ (۶)

(راجح) اگر یہ حدیث کہ ﴿أَنْ رَجُلًا أَفْطَرَ﴾ ”ایک آدمی نے روزہ توڑ دیا۔“ صحیح بھی ہو تو مجمل ہے جسے دیگر روایات نے واضح کر دیا ہے کہ اس نے مباشرت کے ساتھ روزہ توڑا تھا۔ ہر کھانے پینے کو مباشرت پر قیاس کرنا صحیح نہیں کیونکہ عبادات میں قیاس اصلًا باطل ہے اور مباشرت وہم بستری کے علاوہ کسی چیز کے ساتھ روزہ توڑنے والے پر وجوب کفارہ کے قائل حضرات کے پاس کوئی صحیح دلیل موجود نہیں۔ اور اصل عدم وجوب ہی ہے الا کہ کوئی دلیل مل جائے۔ لہذا حقیقت یہی ہے کہ کفارہ صرف اس شخص پر واجب ہے جو مباشرت وہم بستری کے ذریعے

(۱) [بخاری (۱۹۳۷، ۱۹۳۶) مسلم (۱۱۱۱)]

(۲) [المغنی (۳۸۰/۴)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۳۷۵، ۳)]

(۴) [تہذیب السنن (۲۶۹، ۳)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والافتاء (۳۱۰/۱۰)]

(۶) [الأم (۱۲۸/۲) المسبوط (۷۳/۳) الکافی لابن عبدالبر (ص ۱۲۱) بدایة المجتہد (۲۰۹/۱) نیل

الأوطار (۱۸۸/۳)]

روزہ توڑ بیٹھے جیسا کہ امام شافعیؒ اور بعض دیگر اہل علم بھی اسی کے قائل ہیں۔

(البانیؒ) یہی مؤقف رکھتے ہیں۔ (۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(محمد صبحی حسن حلاق) اس کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کسی نے جماع و ہم بستری کے ذریعے روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء، کفارہ اور توبہ تینوں

کام ضروری ہیں اور اگر کسی نے کھاپی کر روزہ توڑا ہے تو اس پر قضاء اور توبہ لازم ہے، کفارہ لازم نہیں۔ (۴)

(ابن بازؒ) کفارہ صرف اُسی پر واجب ہوتا ہے جو رمضان کے فرضی روزے کے دوران دن میں ہم بستری کر

بیٹھے کیونکہ حدیث اسی کے متعلق وارد ہوئی ہے۔ (۵)

اگر کوئی کفارہ ادا کرنے سے پہلے دوبارہ جماع کر لے

تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں: یا تو اس شخص نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا یا اس کے علاوہ کسی اور دن میں۔

اگر تو اس نے اسی روز دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اسے ایک ہی کفارہ کافی ہو جائے گا لیکن اگر اس نے کسی اور دن میں

دوبارہ جماع کیا ہو گا تو اس پر دو کفارے لازم ہوں گے کیونکہ ہر دن الگ عبادت کا دن ہے لہذا ایک دن کا کفارہ

دوسرے دن سے کفایت نہیں کرے گا بلکہ ہر دن کا الگ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ (واللہ اعلم) (۶)

(سعودی مجلس افتاء) اگر شوہر اپنی بیوی سے رمضان کے دن میں ایک مرتبہ یا زیادہ مرتبہ ایک ہی دن میں

ہم بستری کر لے تو اس پر ایک کفارہ ہے جبکہ اس نے ابھی پہلی ہم بستری کا کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ اور اگر وہ

رمضان کے مختلف ایام میں دن کے وقت ہم بستری کرے تو اس پر اتنے کفارے ہیں جتنے دنوں میں اس نے

ہم بستری کی ہے۔ (۷)

اگر کوئی بھول کر ہم بستری کر بیٹھے

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

(۱) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۱۹/۲)]

(۲) [المحلى بالآثار (۳۱۳/۴)]

(۳) [التعليق على الروضة الندية (۵۴۵/۱)]

(۴) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۵۵/۱۰)]

(۵) [فتاوى إسلامية (۱۴۱/۲)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (۳۷۵/۴)]

(۷) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۲۱/۱۰)]

((وقال الحسن ومحاهد رحمهما الله تعالى : إن جامع ناسيا فلا شيء عليه))

”امام حسن بصریؒ اور امام مجاہدؒ بیان کرتے ہیں کہ اگر روزہ دار بھول کر ہم بستر کی کر لے تو اس پر کچھ

نہیں ہے۔“ (۱)

(جمہور) اس پر کوئی کفارہ نہیں (انہوں نے ہم بستر کی کو بھی کھانے پینے کے ساتھ ملا یا ہے) اور مزید ان کے مؤقف کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے ﴿من أفطر في رمضان ناسيا فلا قضاء عليه ولا كفارة﴾

”اگر کوئی بھول کر رمضان میں روزہ کھول لے تو اس پر قضاء اور کفارہ نہیں۔“ (۲)

(احمد) ایسے شخص پر کفارہ لازم ہے۔ (ان کی دلیل یہ ہے کہ گذشتہ حدیث میں مذکور آدمی سے آپ ﷺ نے یہ نہیں پوچھا کہ آیا اس نے بھول کر ہم بستر کی کی ہے یا جان بوجھ کر۔)

(ابن حجر) انہوں نے جمہور کے مؤقف کی تائید کی ہے۔ (۳)

اگر ہم بستر کی کے علاوہ کسی اور ذریعے سے انزال ہو جائے؟

مثلاً بیوی کا بوسہ لینے، جسم سے جسم ملانے یا مشتمت زنی وغیرہ سے تو کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟
نی الحقیقت ان افعال کے ذریعے روزہ ٹوٹ جانے کی کوئی واضح دلیل موجود نہیں ہے کیونکہ اصل میں روزہ قائم ہوتا ہے اور اس وقت تک فاسد نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی شرعی مفسد نہ پایا جائے۔ چنانچہ جب شارع ﷺ نے ان افعال کو روزے کے لیے مفسد قرار نہیں دیا تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹے گا اور مشتمت زنی کو جماع پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے کیونکہ جماع اس سے اغفل ہے۔ مزید برآں مندرجہ ذیل اثر سے بھی اس مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

حضرت عائشہؓ نے نبی ﷺ سے کسی نے دریافت کیا کہ ”روزے کی حالت میں مرد کے لیے اپنی بیوی سے کیا حلال

ہے؟ تو انہوں نے کہا ﴿كل شيء إلا الجماع﴾ ”ہم بستر کی کے علاوہ ہر چیز حلال ہے۔“ (۴)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(۱) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۳۱) كتاب الصوم : باب الصائم إذا أكل أو شرب ناسيا]

(۲) [ابن حزيمة (۳۳۹/۳) (۱۹۹۰) ابن حبان (۹۰۶) الموارد) حاکم (۳۴۳۰/۱) دار قطنی (۱۷۸/۲) بیہقی (۲۲۹/۴) امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ اور امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔]

(۳) [نیب الأوطار (۱۸۸۳) المغنی (۳۷۲/۴) فتح الباری (۶۷۰/۴)]

(۴) [صحيح : تمام المنة (ص ۱۹۱) (۴۱۹) عبد الرزاق (۸۴۳۹) (۱۹۰/۴)]

(۵) [الحلی بالآثار (۱۹۰/۴)]

(امیر صنعانیؒ) زیادہ ظاہر یہی ہے کہ قضاء اور کفارہ صرف اسی پر ہے کہ جس نے جماع وہم بستری کی اور ہم بستری نہ کرنے والے کو اس کے ساتھ ملانا بعید ہے۔ (۱)

(شوکانیؒ، البانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

دوران روزہ احتلام اور مذی کا حکم

روزے کی حالت میں اگر احتلام ہو جائے یا مذی وغیرہ خارج ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

امام بخاریؒ رقمطراز ہیں کہ

((قال ابن عباس وعكرمة رضی اللہ عنہما : الصوم مما دخل وليس مما خرج))

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ روزہ ان اشیاء سے ٹوٹتا ہے جو اندر جاتی

ہیں ان سے نہیں ٹوٹتا جو باہر آتی ہیں۔“ (۳)

(ابن حزمؒ) اگر روزے کی حالت میں کسی کو احتلام ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے

اسے منسقد قرار نہیں دیا۔ (۴)

(شیخ ابن جبرین) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(ابن باڑ) انہوں نے اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۶)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ مذی نکلنے سے روزہ باطل

نہیں ہوتا۔ (۷)

(سعودی مجلس افتاء) انہوں نے بھی اسی کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ (۸)

حیض یا نفاس شروع ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

امام بخاریؒ نے باب قائم کیا ہے کہ ((الحائض تترك الصوم والصلاة)) ”حیض والی عورت نہ نماز

(۱) [کما فی تمام المنة (ص ۴۱۸)]

(۲) [أیضا]

(۳) [بخاری (قبل الحدیث / ۱۹۳۸) کتاب الصوم : باب الخجامة والقیء للصائم]

(۴) [المحلی بالآثار (۴/۲۳۵)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۱۱۱)]

(۶) [أیضا (۲/۱۱۴)]

(۷) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۱۳۴)]

(۸) [فتاویٰ اسلامیة (۲/۱۳۵)]

پڑھے اور نہ روزے رکھے۔“ اس کے تحت رقمطراز ہیں کہ

((وقال أبو الزناد رحمه الله تعالى: إن السنن ووجوه الحق لتأتى كثيرا على خلاف الرأى

فلا يجد المسلمون بدا من اتباعها من ذلك أن الحائض تقضى الصيام ولا تقضى الصلاة))

”ابو الزناد نے کہا کہ دین کی باتیں اور شریعت کے احکام بہت مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ رائے اور قیاس کے خلاف ہوتے ہیں اور مسلمانوں کو ان کی پیروی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ ان ہی میں سے ایک حکم یہ بھی ہے کہ حائضہ عورت روزے تو نفا کر لے لیکن نماز کی قضا نہ کرے۔“

اس قول کے بعد امام بخاریؒ نے جو حدیث نقل فرمائی ہے وہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿أليس إذا حاضت لم تصل ولم تصم؟ فذلك نقصان دينها﴾

”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے یہی اس کے دین

کا نقصان ہے۔“ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) اگر روزہ دار عورت کو غروب آفتاب سے پہلے حیض آ جائے تو اس کا روزہ باطل ہو جائے گا اور وہ اس کی قضا دے گی اور اگر غروب آفتاب کے بعد آئے تو اس کا روزہ صحیح ہے اور اس پر کوئی

قضاء نہیں۔ (۲)

(شیخ حسین بن عودہ) اگر حیض اور نفاس غروب آفتاب سے پہلے واقع ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ (۳)

کیا حائضہ عورت رمضان میں مانع حیض ادویات استعمال کر سکتی ہے؟

(شیخ ابن عثیمین) اس مسئلے میں میرا خیال یہ ہے کہ عورت ایسا نہ کرے اور اُسی پر باقی رہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے

مقدر میں لکھ دیا ہے اور جو اس نے آدم کی بیٹیوں پر فرض کیا ہے۔ یقیناً اس ماہانہ پیریڈ کے مقرر کرنے میں اللہ تعالیٰ کی

ضرورت کوئی حکمت ہے یہ حکمت عورت کی طبیعت کے لیے بھی مناسب ہے۔ لیکن جب وہ اس عادت کو روک دے گی تو

بلا ترد عورت کے جسم کو اس سے نقصان لاحق ہو جائے گا۔..... لہذا میرا خیال یہ ہے کہ عورتیں ایسی گولیاں

استعمال نہ کریں اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اس کی تقدیر اور اس کی حکمت پر۔ جب عورت کو حیض آئے تو وہ

روزے اور نماز سے رک جائے اور جب وہ اس سے پاک ہو جائے تو نئے سرے سے روزے رکھے اور نماز پڑھے

(۱) [بخاری (۱۹۵۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۱۵۵)]

(۳) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳/۳۰۹)]

اور جب ماہ رمضان گزر جائے تو جو روزے (حیض کی وجہ سے) ارہ گئے ہیں ان کی قضاء دے لے۔ (۱)

کیا دوران روزہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

دراصل ایسی کوئی دلیل موجود نہیں جس سے ثابت ہوتا ہو کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور نہ ہی اسے کھانے پینے پر قیاس کرنا درست ہے کیونکہ یہ حلق کے ذریعے پیٹ تک نہیں پہنچتا بلکہ کسی اور ذریعے سے بھی پیٹ تک نہیں پہنچتا اور صرف جسم کے مسامات میں ہی سرایت کر جاتا ہے جیسا کہ سرے کے اثرات آنکھوں کے ذریعے سرایت کر کے بسا اوقات حلق تک بھی پہنچ جاتے ہیں۔ اسی طرح سخت گرمی میں ٹھنڈے پانی کے ذریعے غسل کرنے سے جسم میں تبدیلی روزے کی شدت میں کمی اور پانی کا جسم کے مسامات میں سرایت کر جانا ایک بدیہی امر ہے مزید یہ کہ اگر کوئی تہہ پاؤں کے تلووں میں ملے تو اس کی کڑواہٹ منہ تک محسوس کی جاسکتی ہے درآن حالیکہ ان تمام اشیاء میں سے کسی کے ساتھ بھی روزہ ٹوٹنے کا حکم نہیں لگایا جاتا۔ لہذا انجیکشن میں بھی اصل جواز ہی ہے جب تک کہ ممانعت کی کوئی واضح دلیل نہ مل جائے۔ (واللہ اعلم)

تاہم حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ رقمطراز ہیں کہ ”ایسا ایکہ جس کا مقصد خوراک یا قوت کی فراہمی نہ ہو بلکہ صرف بیماری کا علاج ہو جائز ہے (اس کے علاوہ نہیں)۔ (۲)

(ابن باز) ماہ رمضان میں دن کے وقت رگ یا عضلات میں انجیکشن لگانے والے کا روزہ صحیح و برقرار ہے اس لیے کہ رگ میں انجیکشن لگانا کھانا پینا تو نہیں۔ اور اسی طرح عضلات میں لگائے جانے والے ٹیکے بھی بالادبی صحیح ہیں۔ لیکن اگر احتیاط کرتے ہوئے روزہ کی قضاء میں روزہ رکھے تو یہ بہتر اور اچھا ہے۔ اور جب ضرورت محسوس ہو ایسے ٹیکے رات میں لگانے زیادہ بہتر اور احسن ہیں اور احتیاط بھی اسی میں ہے تاکہ اس مسئلے میں اختلاف سے بچا جاسکے۔ (۳)

(ابن شمیم) رگ، عضلات اور جوتڑ میں ٹیکہ لگانے میں کوئی حرج نہیں اور اس سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ اس لیے کہ یہ روزہ توڑنے والی اشیاء میں شامل نہیں اور نہ ہی یہ روزہ توڑنے والی اشیاء کے معنی میں اور اس کے قائم مقام ہے اور نہ ہی یہ کھانا پینا اور کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتا ہے۔ ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ اثر انداز نہیں ہوتا بلکہ مریض کو ایسے ٹیکے اثر انداز ہوں گے جو کھانے پینے سے مستغنی کر دیں۔ (۴)

(۱) فتاویٰ اسلامیة (۱۴۰۲/۱)

(۲) رمضان المبارک فضائل، فوائد، ثمرات (ص ۴۰۱)

(۳) مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۰۷/۱۵)

(۴) فتاویٰ الصیام (ص ۲۰۱)

(سعودی مجلس افتاء) روزہ دار کے لیے عضلات اور رگ میں ٹیکے سے علاج کرانا جائز ہے لیکن روزہ دار کے لیے مغزی ٹیکے لگوانا جائز نہیں کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی میں شامل ہوتے ہیں۔ اس کا استعمال کرنا رمضان میں روزہ افطار کرنے کا ایک حیلہ شمار ہوگا۔ اور اگر رگ اور عضلات میں رات کو ٹیکہ لگوانا ممکن ہو تو یہ اولیٰ اور بہتر ہے۔ (۱)

کیا بے ہوشی سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

(احمد شافعیؒ) روزہ دار کے لیے بے ہوش ہونے کی دو حالتیں ہیں:

(1) وہ سارا دن بے ہوش رہے، یعنی وہ فجر سے قبل بے ہوش ہوا اور غروب شمس سے قبل اسے ہوش نہیں آئی۔ تو اس شخص کا روزہ صحیح نہیں بلکہ اس شخص پر اس دن کی قضاء لازم ہے۔ اس کے روزہ کے صحیح نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ روزہ تو نیت کے ساتھ روزہ توڑنے والی اشیاء سے پرہیز کرنے کا نام ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: انسان کھانا پینا اور اپنی شہوت میرے لیے ترک کرتا ہے۔“ (۲)

اس حدیث میں اللہ تعالیٰ نے ترک کی اضافت صائم یعنی روزہ دار کی طرف کی ہے اور یقیناً بے ہوش شخص کی طرف تو ترک کی اضافت نہیں ہو سکتی۔

اور اس کے روزے کو بعد میں بطور قضاء رکھنے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“

(2) دوسری حالت یہ ہے کہ دن کے کسی حصے میں اسے ہوش آ جائے خواہ ایک لمحہ ہی۔ دن کے شروع میں یا پھر درمیان اور آخر میں ہوش آنا برابر ہے۔ امام نوویؒ اس مسئلے میں علماء کا اختلاف ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”صحیح قول یہی ہے کہ دن کے کسی حصے میں ہوش آنا شرط ہے۔“ یعنی بے ہوش ہونے والے شخص کا روزہ صحیح ہونے کے لیے دن کے کسی حصے میں ہوش میں آنا شرط ہے۔ اس کا روزہ صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ جب دن میں وہ کسی بھی وقت ہوش میں آ جائے تو اس کا روزہ توڑنے والی اشیاء سے رکنا بالجملہ ثابت ہو گیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جب کوئی شخص پورا دن یعنی طلوع فجر سے غروب شمس تک ہی بے ہوش رہے تو اس کا روزہ صحیح نہیں ہوگا بلکہ اس کے ذمہ قضاء ہوگی۔ اور جب دن کے کسی بھی حصے میں اسے ہوش آ جائے تو اس کا روزہ صحیح ہوگا۔ امام احمدؒ اور امام شافعیؒ کا یہی مسلک ہے اور شیخ ابن شمیمؒ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ (۳)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۰۲۱/۱۰)]

(۲) [بخاری (۱۸۹۴) کتاب الصوم: باب فضل الصوم، مسلم (۱۱۰۱)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے دیکھیے: المجموع (۳۴۴/۴)]

کیا بچے کو دودھ پلانے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے؟

شریعت اسلامیہ نے بچے کو دودھ پلانا روزہ توڑنے والی اشیاء میں شمار نہیں کیا لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
فقہائے کرام کا اتفاق ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کا روزہ دودھ پلانے کے باوجود جائز ہے اس سے اس پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

کیا نکسیر آنے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) اگر آپ کو نکسیر آجائے تو آپ کا روزہ صحیح ہے۔ کیونکہ آپ کو نکسیر آئی تھی جس پر آپ کو کوئی اختیار نہیں۔ اس بنا پر اس کے آنے سے آپ کے روزے کو کوئی نقصان نہیں اور نہ ہی وہ فاسد ہے۔ اس کے دلائل میں سے مندرجہ ذیل ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا يَكْلَفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ [البقرة: ۲۸۶]

”اللہ تعالیٰ کسی کو بھی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔“

ایک دوسرے مقام پر فرمایا کہ

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ [الحج: ۷۸]

”اللہ تعالیٰ نے تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔“ (۱)

کیا ٹیسٹ وغیرہ کے لیے خون دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا؟

(ابن بازؒ) ٹیسٹ وغیرہ (کے لیے خون دینے) سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ یہ معاف ہے اس لیے کہ یہ ضرورت کی بنا پر حاصل کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی شرعیہ روزہ توڑنے والی اشیاء کی جنس میں شامل ہے۔ (۲)

ایک اور فتوے میں فرماتے ہیں کہ خون نکلنے سے روزہ باطل نہیں ہوگا۔ (۳)

(شیخ ابن عثیمینؒ) ٹیسٹ کے لیے خون حاصل کرنے سے روزہ دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔ کیونکہ ڈاکٹر کو مریض کے خون کے مختلف ٹیسٹ کرنے کی ضرورت پڑ سکتی ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ کیونکہ قلیل مقدار میں خون سبکی اور چھینے کی طرح جسم پر اثر انداز نہیں ہوتا جس کی وجہ سے اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بلکہ روزہ اصل پر باقی رہے گا

(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۶۴/۱۰)

(۲) مجموع الفتاویٰ لابن باز (۲۷۴/۱۵)

(۳) فتاویٰ ابن باز مترجم (۱۲۷/۱)

ہم اسے بغیر کسی شرعی دلیل کے فاسد نہیں کر سکتے۔ (۱)

کیا دانتوں سے نکلنے والا خون روزہ توڑ دیتا ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) وہ خون جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا ہے روزہ نہیں توڑتا خواہ خود بخود نکل آئے یا کسی انسان کے مارنے سے نکلے۔ (۲)

کیا آنکھوں یا کانوں میں قطرے ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

(ابن باز) اگرچہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن صحیح بات یہ ہے کہ مطلق طور پر (آنکھوں میں ڈالنے والے) قطروں سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) صحیح بات یہ ہے کہ جس نے اپنی دونوں آنکھوں یا اپنے دونوں کانوں میں بطور دواء قطرے ڈالے اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا۔ (۴)

کیا انگوٹھا چوسنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

انگوٹھا چوسنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ شریعت میں جن اشیاء کو روزہ توڑنے کے قابل قرار دیا گیا ہے یہ عمل ان میں سے نہیں۔



(۱) [فتاویٰ أركان الإسلام (ص/۴۷۸)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۲۰/۲۶۷۱۰)]

(۳) [فتاویٰ إسلامیة (۲/۱۲۹)]

(۴) [فتاویٰ إسلامیة (۲/۱۲۹)]

روزوں کی قضاء کا بیان

باب قضاء الصیام

جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑ دے اس کے لیے قضا دینا ضروری ہے

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ فنؤمر بقضاء الصیام ولا نؤمر بقضاء الصلاة ﴾

”ہمیں روزوں کی قضا کا حکم دیا جاتا اور نماز کی قضا کا حکم نہ دیا جاتا۔“ (۱)

واضح رہے کہ یہ ان روزوں کی بات ہے جو حالت حیض میں ان سے رہ جاتے تھے۔

(سعودی مجلس افتاء) جس نے رمضان کے دن میں کسی عذر مثلاً مرض، سفر، حیض یا نفاس کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا

اس پر ان ایام کی قضاء دینا واجب ہے جن ایام کے اس نے روزے چھوڑے ہیں۔ (۲)

مسافر وغیرہ کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے

مسافر اور اس کی مثل دیگر افراد کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے لیکن اگر انہیں جان کی ہلاکت یا قتال

میں کمزوری ہو جانے کا اندیشہ ہو تو افطار کرنا ضروری ہے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن حمزة بن عمرو الأسلمي رضى الله عنه قال للنبي ﷺ: أصوم في السفر؟ - و كان كثير

الصيام - فقال: إن شئت فصم وإن شئت فأفطر ﴾

”حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں سفر میں روزہ رکھوں؟ وہ بہت زیادہ

روزے رکھا کرتے تھے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو (سفر میں) روزہ رکھو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو۔“ (۳)

(۱) [مسلم (۳۳۵) کتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، بخاری (۳۲۱)]

(۲) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]

(۳) [بخاری (۱۹۴۳) کتاب الصوم: باب الصوم في السفر والإفطار، مؤطا (۲۹۵/۱) مسلم (۱۱۲۱) أبو

داود (۲۴۰۲) ترمذی (۷۱۱) نسائی (۱۸۷/۴) ابن ماجہ (۱۶۶۲) شرح معانی الآثار (۶۹/۲) بیہقی

(2) حضرت ابو برداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿خرجننا مع النبی ﷺ فی بعض أسفاره فی یوم حار حتی یضع الرجل یدہ علی رأسہ من شدة الحر وما فینا صائم إلا ما کان من النبی ﷺ وابن رواحة﴾
 ”ہم ماہ رمضان کے ایک سخت گرم دن میں نبی ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے۔ گرمی کا یہ عالم تھا کہ گرمی کی سختی سے لوگ اپنے سروں کو پکڑ لیتے تھے۔ اور اس سفر میں صرف نبی ﷺ اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما روزہ دار تھے۔“ (۱)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿کنا نساfer مع النبی ﷺ فلم یعب الصائم علی المفطر ولا المفطر علی الصائم﴾
 ”ہم رسول اللہ کے ساتھ سفر کرتے تھے نہ روزہ رکھنے والا روزہ چھوڑنے والے پر عیب لگاتا اور نہ ہی روزہ چھوڑنے والا روزہ رکھنے والے پر۔“ (۲)

(4) حضرت حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

﴿ہی رخصة من الله، فمن أخذ بها فحسن ومن أحب أن یصوم فلا جناح علیہ﴾
 ”یہ (یعنی دوران سفر روزہ چھوڑنے کی اجازت) اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے جو اسے اختیار کر لے تو بہتر ہے اور جو شخص روزہ رکھنا پسند کرے تو اس پر بھی کوئی حرج نہیں۔“ (۳)

(5) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿سافرنا مع رسول اللہ ﷺ إلی مكة ونحن صیام، قال: فنزلنا منزلا، فقال رسول الله ﷺ: إنکم قد دنوتم من عدوکم والفطر أقوى لکم فکانت رخصة فمننا من صام ومننا من أفطر ثم نزلنا منزلا آخر فقال إنکم مصبحو عدوکم والفطر أقوى لکم فافطروا فکانت عزيمة فأفطرننا، ثم قال: لقد رأیتنا نضوم بعد ذلك مع رسول الله ﷺ فی السفر﴾
 ”ہم نے روزے کی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ تک سفر کیا۔ (راوی کہتا ہے کہ) ہم نے ایک

(۱) [بخاری (۱۹۵۴) کتاب الصوم: باب 'مسلم' (۱۱۲۲) أبو داود (۲۴۰۹) ابن ماجہ (۱۶۶۳) أحمد (۱۹۴/۵) عہد بن حمید (۲۰۸)]

(۲) [بخاری (۱۹۴۷) کتاب الصوم: باب لم یعب أصحاب النبی بعضهم بعضا فی الصوم والإفطار، مسلم (۱۱۱۸) مؤطا (۲۳)]

(۳) [مسلم (۱۱۲۱) کتاب الصیام: باب التخییر فی الصوم والفطر فی السفر، مؤطا (۲۹۵/۱) طیبلسی (۱۸۹/۱) أحمد (۴۹۴/۳) حاکم (۴۳۳/۱) بیہقی (۱۸۷/۴) أبو داود (۲۴۰۲)]

جگہ پر پڑاؤ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”بلاشبہ تم دشمن کے قریب ہو لہذا روزہ چھوڑ دینا ہی تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے“ اس وقت آپ ﷺ کی یہ بات رخصت تھی یہی وجہ ہے کہ ہم میں سے بعض نے روزہ رکھا اور بعض نے افطار کر لیا۔ پھر ہم نے ایک دوسری جگہ پر پڑاؤ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”بے شک تم صبح کو اپنے دشمن پر حملہ کرو گے اور تمہارے لیے روزہ چھوڑ دینا ہی زیادہ بہتر ہے لہذا تم روزہ چھوڑ دو۔“ پس آپ ﷺ کی یہ بات عزیمت (یعنی لازمی قابل عمل) تھی۔ پھر یقیناً یہ بات میرے مشاہدے کی ہے کہ اس سفر کے بعد بھی ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں روزہ رکھا کرتے تھے۔“ (۱)

معلوم ہوا کہ دوران سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح درست ہے۔ علاوہ ازیں جس روایت میں مذکور ہے کہ سفر میں روزہ رکھنے والوں کے متعلق نبی ﷺ نے فرمایا ﴿أُولَئِكَ الْعَصَاةُ﴾، اُولَئِكَ الْعَصَاةُ ﴿یہی لوگ نافرمان ہیں، یہی لوگ نافرمان ہیں۔“ (۲)

جہوہ اس کا جواب یوں دیتے ہیں کہ یہ آپ ﷺ نے انہیں خاص اُس دن روزہ کھولنے کے حکم کی مخالفت کی وجہ سے کہا تھا۔ (۳)

عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں کہ اس (یعنی نافرمان) سے مراد ایسا شخص ہے جس پر روزہ گراں گزرے (پھر بھی وہ سفر میں روزہ رکھے)۔ (۴)

مزید برآں ایک روایت میں یہ لفظ بھی ہے کہ ”آپ ﷺ سے کہا گیا کہ بے شک لوگوں کو روزے نے مشقت میں ڈال دیا ہے..... (اس وجہ سے آپ ﷺ نے سفر میں روزہ افطار کر لیا اور افطار نہ کرنے والوں کو نافرمان کہا)۔“ (۵)

اور جس روایت میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

﴿كان رسول الله ﷺ في سفر فرأى زحاما ورجلا قد ظلل عليه فقال ما هذا؟ فقالوا:

(۱) [مسلم (۱۱۲۰) كتاب الصيام: باب أجز المفطر في السفر إذا تولى العمل، أحمد (۳۵۱۳) أبو داود

(۲۴۰۶) ابن خزيمة (۲۰۲۳)]

(۲) [مسلم (۱۱۱۴) كتاب الصيام: باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان..... ترمذی (۷۱۰) نسائی

(۱۷۷/۴) شرح معانی الآثار (۶۵/۲) بیہقی (۲۳۱/۴) حمیدی (۱۲۸۹) شافعی (۲۶۸/۱) طیبلسی

(۱۶۶۷) ابن خزيمة (۲۰۱۹)]

(۳) [سبل السلام (۸۸۶/۲)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)]

(۵) [كما قال الحافظ في بلوغ المرام (۵۴۶)]

صائم، فقال: ليس من البر الصوم في السفر ﴿

”رسول اللہ ﷺ ایک سفر میں تھے۔ آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگوں نے سایہ کر رکھا ہے، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ایک روزہ دار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ سفر میں روزہ رکھنا نیکی نہیں ہے۔“ (۱)

یہ ایسے شخص کے متعلق ہے جس پر سفر میں روزہ رکھنا مشکل و پر مشقت ہو اور وہ پھر بھی روزہ رکھے جیسا کہ اسی حدیث سے یہ بات ثابت ہے۔

نیز جس روایت میں یہ مذکور ہے کہ

﴿صائم رمضان في السفر كالمفطر في الحضر﴾

”سفر میں رمضان کا روزہ رکھنے والا حضر (یعنی حالتِ اقامت) میں روزہ چھوڑنے والے کی طرح ہے۔“

وہ منکر اور ضعیف ہے۔ (۲)

ثابت ہوا کہ دورانِ سفر روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں طرح جائز و درست ہے۔

(جہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

البتہ امام داؤد ظاہریؒ وغیرہ کے نزدیک سفر میں روزہ چھوڑنا واجب ہے اور روزہ رکھنے والے کا روزہ نہیں ہوتا۔ ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

﴿عليكم برخصة الله التي رخص لكم فاقبلوها﴾

”اللہ تعالیٰ کی اس رخصت کو لازماً اختیار کرو اور اسے قبول کرو جس کی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اجازت

دی ہے۔“ (۴)

(۱) [بخاری (۱۹۴۶) کتاب الصوم: باب قول النبي لمن ظلل عليه واشتد الحر، مسلم (۱۱۱۵) کتاب الصيام: باب جواز الصوم والفطر في شهر رمضان للمسافر من غير معصية، أبو داود (۲۴۰۷) کتاب الصوم: باب اختيار الفطر، نسائی (۱۷۵۱۴) کتاب الصيام: باب العلة التي من أجلها قيل ذلك، طيالسی (۹۱۰) بیہقی (۲۴۲/۴) احمد (۲۹۹/۳) دارمی (۹/۲) ابن خزيمة (۲۵۴/۳) أبو يعلى (۴۰۳/۳)]

(۲) [الضعيفة (۴۹۸) ضعيف ابن ماجة (۴۹۸) کتاب الصيام: باب ما جاء في الإفطار في السفر، ابن ماجة (۱۶۶۶)]

(۳) [الروضة الندية (۵۴۹/۱) نيل الأوطار (۲۰۰/۳)]

(۴) [صحيح: صحيح نسائی (۲۱۳۲) کتاب الصيام: باب العلة التي من أجلها قيل ذلك..... إرواء الغليل

(۵۳/۴) نسائی (۲۲۰/۰)]

یاد رہے کہ یہ حکم ایسے شخص کے لیے ہے جس پر دوران سفر روزہ رکھنا مشکل ہو جیسا کہ اسی روایت میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے یہ حکم ایسے شخص کو دیا تھا جس پر سفر میں روزے (کی مشقت) کی وجہ سے ایک سایہ دار درخت کے نیچے پانی کے چھینٹے مارے جا رہے تھے۔

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ سفر میں روزہ رکھنا افضل ہے یا چھوڑنا:

(جمہور، مالک، شافعی، ابوحنیفہ) سفر میں جب مشقت نہ ہو تو روزہ رکھنا افضل ہے اور جب مشقت کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑنا افضل ہے۔

(احمد) صرف روزہ چھوڑنا ہی ہر حال میں افضل ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) مسافر کے لیے رمضان میں روزہ چھوڑنا اور رباعی نماز میں قصر کرنا جائز ہے اور (دوران سفر) روزہ رکھنے اور مکمل نماز پڑھنے سے یہی افضل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ثابت ہے کہ ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے اس کی (عطا کردہ) رخصتوں پر عمل کیا جائے جیسا کہ اسے یہ پسند ہے کہ اس کے احکامات پر عمل کیا جائے۔“ (۱)

(شوکانی) جس پر روزہ رکھنا مشکل ہو یا جسے (سفر میں) روزہ نقصان دیتا ہو یا جو رخصت قبول کرنے سے اعراض کرتا ہو یا جسے دوران سفر روزہ رکھنے سے فخر و ریاء کاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسے شخص پر روزہ چھوڑ دینا افضل ہے اور جوان اشیاء سے مستغنی ہو اس کے حق میں روزہ رکھنا افضل ہے۔ (۲)

بعض لوگوں کا یہ بھی خیال ہے کہ روزہ رکھنا اور چھوڑنا دونوں برابر ہیں ان میں کوئی بھی افضل نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ دونوں میں جو آسان ہو اسے اختیار کر لینا چاہیے۔ (۳)

(راجح) امام شوکانی وغیرہ کا موقف احادیث کے زیادہ قریب ہے۔

(عبدالرحمن مبارکپوری) جمہور کا موقف راجح ہے۔ (۴)

□ (ابن قدامہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ مریض کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور اس میں اصل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے ”تم میں جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں کنتی پوری کر لے۔“ (۵)

(۱) [سبل السلام (۸۸۶/۲) بدایة المجتہد (۱۶۵/۲) الفقه الاسلامی وأدلته (۶۳۱/۲) المجموع

(۲۶۰/۱۶) الروض النضیر (۱۳۴/۳) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۰۰/۱۰)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۰۱/۳)]

(۳) [سبل السلام (۸۸۶/۲) تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)]

(۴) [تحفة الأحوذی (۴۵۳/۳)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴۰۳/۴)]

کیا مجاہدین فرض روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

(سعودی مجلس افتاء) اگر کافروں سے جہاد کرنے والے لوگ ایسے مسافر ہوں جو نماز قصر کر سکتے ہیں تو ان کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے اور رمضان کے بعد ان پر قضاء کے روزے رکھنا لازم ہے۔ لیکن اگر وہ مسافر نہیں مثلاً کفار نے ان کے شہر میں ان پر حملہ کر دیا ہے تو پھر جوان میں سے جہاد کے ساتھ روزے کی استطاعت رکھتا ہوگا اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور جو جہاد کے ساتھ روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا ہوگا اس کے لیے جائز ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دے اور پھر رمضان ختم ہونے کے بعد جتنے دن روزے چھوڑے ہیں اتنے دن قضاء کے روزے رکھے۔ (۱)

حاملہ اور مرضہ کے روزے کا حکم

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت بھی حکم میں مسافر کی طرح ہی ہے جیسا کہ حضرت انس بن مالک کعمی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ وَضَعَ عَنِ الْمَسَافِرِ الصَّوْمَ وَشَطْرَ الصَّلَاةِ وَعَنِ الْجَبَلِيِّ وَالْمَرْضِعِ الصَّوْمَ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور نصف نماز اور حاملہ اور دودھ پلانے والی خاتون سے (صرف) روزہ ساقط کر دیا ہے۔“ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) اگر حاملہ عورت رمضان کے روزے کی وجہ سے اپنے نفس یا اپنے پیٹ کے بچے کے متعلق خائف ہو تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء ہے۔ اس کی حالت اس معاملے میں مریض کی حالت کی طرح ہے جو روزے کی طاقت نہیں رکھتا یا اس کی وجہ سے اپنے نفس پر کسی نقصان سے خائف ہے..... اور اسی طرح دودھ پلانے والی جب اپنے نفس کے متعلق خائف ہو اگر رمضان میں اپنے بچے کو دودھ پلائے یا اپنے بچے کے متعلق خائف ہو کہ اگر وہ روزہ رکھے لے گی تو اسے دودھ نہیں پلا سکے گی تو وہ روزہ چھوڑ دے اور اس پر صرف قضاء لازم ہے۔ (۳)

اگر مرنے والے پر قضاء کے روزے ہوں

جو شخص ایسی حالت میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کا ولی (یعنی وارث) اس کی طرف سے

(۱) [فتاویٰ اسلامیہ (۱۴۱۲/۱)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۰۷) أحمد (۳۴۷۱۴) أبو داود (۲۳۰۸) ترمذی (۷۱۵) نسائی

(۱۸۰/۱۴) ابن ماجہ (۱۶۶۷) ابن خزیمہ (۲۰۳۲) عبد بن حمید (۴۳۱)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۲۰۱۰/۲۲)]

روزے رکھے۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿من مات وعليه صيام صام عنه وایہ﴾

”اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور اس کے ذمے روزے ہوں تو اس کا ولی اس کی طرف سے وہ روزے

رکھے گا۔“ (۱)

مسند بزار کی جس روایت میں یہ لفظ زائد ہیں کہ ﴿إن شاء﴾ ”اگر چاہے (تو وارث روزے رکھے)۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۲)

(2) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿بيننا أنا جالس عند رسول الله ﷺ إذ أتته امرأة فقالت إني تصدقت على أمي بجارية وإنها

ماتت قال: فقال وحب أجرك وردها عليك الميراث قالت يا رسول الله إنه كان عليها صوم شهر

أفأصوم عنها؟ قال صومي عنها، قالت: إنها لم تصح مط، أفأحج عنها؟ قال: حجي عنها﴾

”ایک دفعہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا

میں نے اپنی والدہ پر ایک لونڈی صدقہ کی تھی لیکن وہ (میری والدہ) فوت ہو گئی۔ راوی نے کہا کہ آپ ﷺ نے

فرمایا کہ تجھے اجر ضرور ملے گا اور اس نے وہ لونڈی تجھ پر میراث کی صورت میں لوٹا دی ہے۔ پھر اس نے کہا اے اللہ

کے رسول! میری والدہ کے ذمے ایک ماہ کے روزے تھے کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے

نے فرمایا کہ تو اس کی طرف سے روزے رکھ لے۔ پھر اس نے کہا کہ اس نے کبھی حج نہیں کیا، کیا میں اس کی طرف

سے حج کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس کی طرف سے حج کر لے۔“ (۳)

(۱) [بخاری (۱۹۵۲) کتاب الصوم: باب من مات عليه صوم، مسلم (۱۱۴۷) أحمد (۶۹/۶) أبو داود

(۲۴۰۰) بیہقی (۲۵۵/۴) مشکل الآثار (۱۴۰/۳) أبو یعلیٰ (۴۴۱۷) ابن خزیمہ (۲۰۵۲) ابن حبان

(۳۵۷۴) الإحسان) دار قطنی (۱۹۴/۲) بیہقی (۲۵۵/۴) شرح السنة (۵۰۹/۳)

(۲) [ضعيف: التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲۳/۲) كشف الأستار عن زوائد البزار (۱۰۲۳)؛

(۴۸۱۱) مجمع الزوائد میں ہے کہ اس کی سند حسن ہے۔ [۱۷۹/۳] حافظ ابن حجر نے ابن ابی عمیر راوی کی وجہ سے اسے

ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص الحیر (۴۵۷/۶) فتح الباری (۱۵۷/۴)]

(۳) [مسلم (۱۱۴۹) کتاب الصیام: باب قضاء الصیام عن العیت، ابو داود (۲۸۷۷) ترمذی (۶۶۷) نسائی

فی السنن الكبرى (۶۷/۴) ابن ماجہ (۱۷۵۹) حاکم (۳۴۷/۴) أحمد (۳۵۱/۵) تحفة الأشراف

(۱۹۸۰) امام حاکم نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔]

امام بیہقی ”خلافيات“ میں رقمطراز ہیں کہ یہ سنت ثابت ہے۔ میرے علم میں نہیں کہ اہل حدیث کے درمیان اس مسئلے میں (کہ ولی روزے رکھے گا) کوئی اختلاف ہو۔ (۱)

(احمد، اوزاعی) اسی کے قائل ہیں (لیکن ان کے نزدیک میت کی طرف سے صرف نذر کا روزہ ہی رکھا جاسکتا ہے)۔ ایک روایت کے مطابق امام شافعیؒ بھی یہی موقف رکھتے ہیں۔

(مالک، ابو حنیفہ) کسی صورت میں بھی میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھا جاسکتا۔ بلکہ ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا چاہیے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا بھی یہی فتویٰ ہے اور امام شافعیؒ سے بھی ایک روایت کے مطابق یہی قول مروی ہے۔ (۲)

(راجع) میت کی طرف سے میت کا ولی روزے رکھ سکتا ہے اور اس میں نیابت درست ہے کیونکہ صحیح حدیث اس پر شاہد ہے۔ جو لوگ ایک مسکین کو کھانا کھلانے کے قائل ہیں ان کی دلیل ضعیف روایت ہے جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ﴿من مات وعليه صيام اطعم عنه مكان كل يوم مسكينا﴾ ”جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس کے ذمے روزے تھے تو اس کی طرف سے ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے۔“ (۳)

امام نوویؒ اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ ثابت نہیں ہے۔ (۴)

علماء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ میت کی طرف سے روزے رکھنا واجب ہے یا مستحب۔

(جمہور) استحباب کے قائل ہیں۔ (۵)

(ابن حزم) میت کی طرف سے روزے رکھنا واجب ہے۔ (۶)

(صدیق حسن خان) اسی کے قائل ہیں۔ (۷)

(۱) [فتح الباری (۷۰۶/۴) نیل الأوطار (۲۱۳/۳)]

(۲) [الحوای (۴۵۲/۳) المغنی (۳۹۹/۴) الأم (۱۴۴/۲) بدائع الصنائع (۱۰۳/۲) المبسوط (۸۹/۳)]

الکافی (ص ۱۲۲) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف (۳۳۴/۳) نیل الأوطار (۲۱۴/۳)

(۳) [ضعیف : ضعیف ابن ماجہ (۲۸۹) کتاب الصیام : باب من مات وعليه صیام رمضان قد فرط فيه 'ترمذی

(۷۱۸) ابن ماجہ (۱۷۵۷)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۴۷۹/۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۱۴/۳)]

(۶) [المحلی (۴۲۰۰۴)]

(۷) [الروضۃ الندیة (۵۰۱/۱)]

(امیر ضغالیؒ) اس میں اصل وجوب ہی ہے۔ (۱)

(البانیؒ) یہ عمل واجب نہیں ہے۔ (۲)

○ واضح رہے کہ ”وعلیہ صیام“ سے نفل نہیں بلکہ ایسے روزے مراد ہیں جو اس پر فرض ہوں مثلاً رمضان یا نذر وغیرہ کے روزے۔

میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھنے کا حکم

ورثاء کو چاہیے کہ میت کی طرف سے نذر کے روزے رکھیں۔

(۱) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿جاءت امرأة إلى رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله إن أمي ماتت وعليها صوم نذر

أفأصوم عنها؟ قال أريت لو كان علي أمك دين فقضيتها أكان يؤدي ذلك عنها؟ قالت نعم، قال

فصومي عن أمك﴾

”رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک عورت آئی اور اس نے کہا اے اللہ کے رسول! میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے نذر کے روزے ہیں کیا میں اس کی طرف سے روزے رکھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: مجھے بتلاؤ اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا کرتی؟ اس نے کہا ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی طرف سے روزے بھی رکھو۔“

ایک روایت میں اس عبارت کے بعد یہ الفاظ زائد ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿فدين الله أحق أن يقضى﴾

”اللہ کا قرض ادائیگی کا زیادہ مستحق ہے۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أن امرأة ركبت البحر فنذرت إن نجاها الله أن تصوم شهرا فنجأها الله فلم تصم حتى

ماتت فحانت ابنتها أو أختها إلى رسول الله ﷺ فأمرها أن تصوم عنها﴾

(۱) [سبل السلام (۲/۸۹۴)]

(۲) [التعليقات الرضية على الروضة الندية (۲/۲۵۱)]

(۳) [مسلم (۱۱۴۸) كتاب الصيام: باب قضاء الصوم عن الميت، بخارى (۱۹۵۳) كتاب الصوم: باب من

مات وعليه صوم، ابو داود (۳۳۰۸)، ترمذی (۷۱۶)، نسائی فی السنن الكبرى (۷۱۷) كتاب الصوم: باب من مات وعليه صوم، ابن مساجه (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۵۷۰) ابن خزيمة (۲۰۵۳) طيالسي (۲۶۲۱) بيهقي

(۲۵۵/۴) (۲۷۹/۶) دارقطنی (۱۹۵/۲)]

”ایک عورت سمندر میں سوار ہوئی تو اس نے یہ نذر مانی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی تو وہ ایک ماہ روزے رکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے نجات دے دی لیکن وہ روزے رکھنے سے پہلے ہی وفات پا گئی۔ پھر اس کی بیٹی یاس کی بہن رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ وہ اس (میت) کی طرف سے روزے رکھے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أن سعد بن عبادہ استفتی رسول اللہ ﷺ فقال إن أمی ماتت وعلیہا نذر لم تقضه فقال رسول اللہ ﷺ اقضه عنہا ﴾

”بلاشبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے فتویٰ پوچھا اور کہا کہ میری والدہ فوت ہو گئی ہے اور اس کے ذمے نذر تھی جسے اس نے پورا نہیں کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم اس کی طرف سے پوری کر دو۔“ (۲)

(ابن قدامہ) میت کی طرف سے نذر کے روزے اس کا ولی رکھے گا۔ (۳)

ایسا بوڑھا شخص جو نہ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتا ہو اور نہ قضا دینے کی وہ کیا کرے؟

اُسے چاہیے کہ وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا کر کفارہ ادا کر دے۔

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ رخص للشیخ الکبیر أن یفطر ویطعم عن کل یوم مسکینا ولا قضاء علیہ ﴾

”بڑی عمر کے بوڑھے کو روزہ چھوڑ دینے کی رخصت دی گئی ہے، وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا

دے۔ اور اس پر قضا نہیں۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۲۹) کتاب الأیمان والنذور: باب قضاء النذر عن المیت، ابو داؤد

(۳۳۰۸) ابن خزیمہ (۲۰۵۴) احمد (۲۱۶۱/۱-۳۳۸) نسائی (۲۰۱۷)]

(۲) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۸۲۸) کتاب الأیمان والنذور: باب قضاء النذر عن المیت، ابو داؤد

(۳۳۰۷)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۳۹۹/۴)]

(۴) [صحیح: دار فطنی (۲۰۵۲) حاکم (۴۰۴/۱)] امام دارقطنی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ امام حاکم فرماتے ہیں

کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ صحتی حلاق نے شواہد کی وجہ سے اسے

صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۴۵/۴)] شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل

اسلام (۸۸۷/۲)]

معلوم ہوا کہ بہت بوڑھا شخص جس کے متعلق یہ امید ہی نہ ہو کہ وہ دوبارہ قوی و مضبوط ہو جائے گا (اور اسی طرح ایسا مریض جو علاج سے ایس ہو چکا ہو) ہر روزے کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا سکتے ہیں۔

(2) حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿لما نزلت "وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين" كان من أراد أن يفطر ويفتدي حتى

نزلت الآية التي بعدها فنسختها﴾

”جب یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ فِدْيَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ﴾ [البقرة: ۱۸۴]

تو جو شخص روزہ چھوڑنا چاہتا وہ فدیہ دے دیتا حتیٰ کہ اس کے بعد والی آیت نازل ہوئی اور اس نے اسے منسوخ کر دیا۔“ (۱)

(3) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی حدیث کی طرح ہی مروی ہے لیکن اس

میں یہ لفظ زائد ہیں کہ جب یہ آیت ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ [البقرة: ۱۷۵] نازل

ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اس ماہ کا روزہ مقیم تندرست شخص پر ثابت کر دیا جبکہ مریض اور مسافر کے لیے اس میں رخصت دے دی۔“ (۲)

(4) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ليست بمنسوخة هو الشيخ الكبير و المرأة الكبيرة لا يستطيعان أن يصوما فيطعمان كل

يوم مسكينا﴾

”یہ آیت ﴿وَعَلَى الَّذِينَ يُطِيقُونَهُ﴾ منسوخ نہیں ہے بلکہ یہ ایسے بوڑھے مرد اور بوڑھی عورت کے

لیے ہے جو روزہ رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس لیے وہ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں گے۔“ (۳)

(ابن قدامہ) بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت جب ان کے لیے روزہ باعث مشقت ہو جائے تو ان کے لیے جائز

ہے کہ وہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دیں۔..... اسی طرح ایسا مریض جس کے

تندرست ہونے کی امید نہ ہو وہ بھی روزہ چھوڑ دے اور ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے کیونکہ وہ بھی

(۱) [بخاری (۴۵۰۷) کتاب التفسیر: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه، مسلم (۱۱۴۵) أبو داود

(۲۳۱۵) ترمذی (۷۹۸) نسائی (۱۹۰/۱۴)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۴۷۸، ۴۷۹) كتاب الصلاة: باب كيف الأذان، أحمد (۲۳۳/۵) أبو داود

(۵۰۷، ۵۰۶) ابن خزيمة (۳۸۱)]

(۳) [بخاری (۴۵۰۵) كتاب التفسیر: باب فمن شهد منكم الشهر فليصمه، نسائی (۱۹۰/۱۴) طبری (۸۱/۲)

طبرانی کبیر (۱۱۳۸۸) عبد الرزاق (۷۵۷۷) دار قطنی (۲۰۵/۲) حاکم (۴۴۰۱۱) بیہقی (۲۷۰/۱۴)]

بوڑھے مرد کے حکم میں ہی ہے۔ (۱)

(سعودی مجلس افتاء) جو بڑی عمر کی وجہ سے رمضان کے روزوں سے عاجز آ جائے جیسے بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت یا اس پر روزہ رکھنا شدید گراں ہو تو اس کے لیے روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دے، نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم یا کھجور یا چاول یا اس کی مثل جو بھی اپنے گھر والوں کو کھلاتا ہے۔ اور اسی طرح ایسا مریض وہ روزے سے عاجز ہو یا اس پر روزہ شدید مشقت کا باعث ہو اور اس کے تندرست ہونے کی بھی امید نہ ہو (تو وہ بھی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔ (۲)

□ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا بھی یہی حکم ہے۔ (۳)

□ مسکین کو کھانا کھلانے کے حکم میں اختلاف ہے۔

(جمہور) مسکین کو کھانا کھلانا ضروری ہے۔

(مالکؒ) یہ عمل مستحب ہے۔ (۴)

□ ایک روایت میں مسکین کو کھلائے جانے والے کھانے کی مقدار نصف صاع (تقریباً سوا کلو) گندم مذکور ہے۔ (۵)

□ امیر صنعانی رقمطراز ہیں کہ حدیث میں موجود لفظ ”شیخ“ سے مراد ایسا شخص ہے جو روزہ رکھنے سے عاجز ہو۔ (۶)

رمضان کی قضا پے درپے روزوں کے ساتھ یا الگ الگ؟

دونوں طرح درست ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

(۱) ﴿لَا بَأْسَ أَنْ يَفْرُقَ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى "فِعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ"﴾ [البقرة: ۱۸۴]

” (رمضان کی قضا مسلسل نہیں بلکہ) الگ الگ روزے رکھ کر دی جائے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دوسرے دنوں سے کتنی پوری کر لو (یہ نہیں فرمایا کہ پے درپے روزے رکھو)۔“ (۷)

(۱) [المعنى لابن قدامة (۴/۳۹۵-۳۹۶)]

(۲) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة و الافتاء (۱۰/۱۶۰۱۰)]

(۳) [دار فطنی (۲/۲۰۷) امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۴) [الفقه الإسلامی وأدلته (۲/۲۴۷) بداية المصنهد (۲/۱۷۷) قوانین الأحكام الشرعية (ص ۱۴۳)]

(۵) [دار فطنی (۲/۲۰۷) امام دارقطنی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

(۶) [مسئل السلام (۲/۸۹۰)]

(۷) [بخاری تعلیقاً (قبل الحدیث ۱۹۵۰) كتاب الصوم: باب متى يقضى قضاء رمضان]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿نزلت "فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ" متتابعات فسقطت متتابعات﴾

”پہلے یہ آیت نازل ہوئی کہ قضاء روزے دوسرے دنوں میں پے درپے رکھے جائیں لیکن پھر پے درپے روزے رکھنے کا حکم ساقط ہو گیا۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رمضان کی قضا کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ﴿إِنْ شَاءَ فَرَّقْ وَإِنْ شَاءَ تَابَعْ﴾ ”اگر چاہے تو الگ الگ روزے رکھ لے اور اگر کوئی چاہے تو مسلسل رکھ لے۔“ (۲)

اگرچہ روایت ضعیف ہے لیکن قرآن کی مطلق آیت ﴿فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ اس بات کی متقاضی ہے کہ دونوں طرح قضا دینا درست ہے کیونکہ مقصود گنتی پوری کرنا ہے اور وہ دونوں طرح حاصل ہو جاتا ہے۔ جس روایت میں ہے کہ

﴿مَنْ كَانَ عَلَيْهِ صَوْمٌ مِنْ رَمَضَانَ فَلْيَسِرْهُ وَلَا يَقْطَعْهُ﴾

”جس کے ذمے رمضان کے روزے ہوں وہ انہیں مسلسل رکھے علیحدہ علیحدہ نہ رکھے۔“

وہ ضعیف ہے۔ (۳)

(ابن کثیر) اس آیت ﴿فِعْدَةٌ مِنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ [البقرة: ۱۸۴] کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کیا روزوں کی قضا پے درپے واجب ہے یا الگ الگ بھی جائز ہے؟ اس مسئلے میں دو قول ہیں:

(1) پے درپے قضا واجب ہے کیونکہ قضا ادا کو ہی بیان کرتی ہے۔

(2) پے درپے قضا واجب نہیں ہے بلکہ یہ محض اس کی مشیت پر موقوف ہے۔ جمہور سلف و خلف کا یہی قول ہے اور دلائل اسی کو ثابت کرتے ہیں کیونکہ پے درپے روزے رکھنا صرف ماہ رمضان میں واجب ہے اس ضرورت کی وجہ سے کہ اس کی ادائیگی اس مہینے میں ہی ہو البتہ ماہ رمضان کے اختتام پر صرف اتنا ہی ضروری ہے کہ جتنے ایام کے روزے چھوڑے ہیں وہ تعداد پوری کر لی جائے (خواہ وقفے وقفے سے ہی روزے رکھ کر کی جائے)۔ (۴)

(ابن تداؤد) ماہ رمضان کی قضا الگ الگ بھی کفایت کر جاتی ہے لیکن زیادہ بہتر یہ ہے کہ پے درپے قضا

(۱) [دارقطنی (۱۹۲/۲) بیہقی (۲۵۸/۴) امام دارقطنی نے اس کی سند صحیح کہا ہے۔]

(۲) [ضعیف: تمام المنة (ص ۴۲۳) دارقطنی (۱۹۳/۲) ابن الجوزی (۹۹/۲)] حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو

ضعیف کہا ہے۔ [تلخیص النجیر (۳۹۴/۲)]

(۳) [ضعیف: تمام المنة (ص ۴۲۴) دارقطنی (۱۹۱/۲)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (تحت الآية ۱۸۵)]

دی جائے۔ (۱)

(الہابیؒ) خلاصہ کلام یہ ہے کہ نہ تو وقفے وقفے سے روزوں کی قضاء کے متعلق کوئی مرفوع حدیث ثابت ہے اور نہ ہی پے درپے روزوں کے متعلق لہذا کتاب و سنت کے زیادہ قریب یہی ہے کہ قضاء کے روزے پے درپے اور وقفے وقفے سے دونوں طرح درست ہیں۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) جن ایام کے روزے چھوڑے ہیں ان کی قضاء دینا واجب ہے خواہ الگ الگ روزے رکھے کر یا پے درپے۔ (۳)

رمضان کی قضا تاخیر سے بھی درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كَانَ يَكُونُ عَلَى الصَّوْمِ مِنْ رَمَضَانَ فَمَا اسْتَطَاعَ أَنْ أَقْضِيَ إِلَّا فِي شَعْبَانَ ﴾

”میرے ذمے رمضان کے روزے ہوتے تو میں ماہ شعبان کے علاوہ (سارا سال) ان کی قضا دینے کی طاقت نہ رکھتی۔“ (۴)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں مطلقاً رمضان کی قضا تاخیر سے دینے کا جواز ہے قطع نظر اس سے کہ وہ کسی عذر کی وجہ سے ہو یا بغیر کسی عذر کے۔ (۵)

(الہابیؒ) حق بات یہ ہے کہ اگر استطاعت ہو تو جلدی قضا دینا واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

﴿ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ﴾ [آل عمران: ۱۳۳] ”اپنے رب کی مغفرت کی طرف دوڑو۔“ (۶)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں (انہوں نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو طاقت نہ ہونے پر محمول کیا ہے)۔ (۷)

(شیخ حسین بن عودہ) فوری طور پر روزے رکھنا واجب ہے الا کہ کوئی عذر پیش آجائے۔ (۸)

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴۰۸/۴)]

(۲) [إرواء الغلیل (۹۷/۴)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۳۹/۱۰)]

(۴) [بخاری (۱۹۵۰) کتاب الصوم: باب من یقضی قضاء رمضان، مسلم (۱۱۴۶) أبو داود (۲۳۹۹)

ترمذی (۷۸۳) نسائی (۱۰۰/۴) ابن ماجہ (۱۶۶۹) أحمد (۱۲۴/۶)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۱۱/۳)]

(۶) [تمام المنة (ص ۲۱۱)]

(۷) [المحلی (۲۶۰/۶)]

(۸) [الموسوعة الفقہیة المیسرة (۳۲۳/۳)]

(سعودی مجلس افتاء) شعبان تک رمضان کی قضاء کو مؤخر کرنا جائز ہے خواہ یہ تاخیر بغیر کسی عذر کے ہی ہو لیکن افضل یہ ہے کہ جلد از جلد قضاء کے روزے رکھ لیے جائیں۔ (۱)

کیا جان بوجھ کر روزہ توڑنے والا قضاء دے گا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿من أفطر يوماً من رمضان من غير عذر ولا مرض لم يقضه صيام الدهر وإن صامه﴾

”اگر کسی نے رمضان میں کسی عذر اور مرض کے بغیر ایک دن کا بھی روزہ نہ رکھا تو ساری عمر کے روزے بھی اس کا بدلہ (یعنی قضاء) نہیں ہو سکتے۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑ دینے والا شخص قضاء نہیں دے گا کیونکہ اسے قضاء دینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ البتہ اسے چاہیے کہ خلوص دل سے سچی توبہ کرے اور اپنا گناہ معاف کرائے۔ (ابن تیمیہ) جان بوجھ کر بلا عذر روزہ توڑنے والا قضاء نہیں دے گا۔ (۳)

(ابن حزم) اسی کے قائل ہیں اور مزید انہوں نے یہی موقف حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت علی بن ابی طالب، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی نقل کیا ہے۔ (۴) (البانی) انہوں نے اسی موقف کو ظاہر قرار دیا ہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ لیکن رمضان میں ہم بستری کرنے والے کے متعلق صحیح ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اسے قضاء کا بھی حکم دیا۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) رمضان کے روزے ارکان اسلام میں سے ایک رکن ہیں اور جان بوجھ کر مکلف شخص کا روزے چھوڑ دینا بہت بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ بعض اہل علم کا موقف یہ ہے کہ ایسا شخص کافر و مرتد ہے اور اس پر خالص توبہ اور کثرت کے ساتھ اعمال صالحہ مثلاً نفل عبادات وغیرہ کی ادائیگی واجب ہے۔ اور اس پر لازم ہے کہ دینی شعائر کی پابندی کرے مثلاً نماز روزہ حج اور زکوٰۃ وغیرہ۔ اور علماء کے اقوال میں سے زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس پر کوئی قضاء نہیں کیونکہ اس کا جرم اس سے زیادہ بڑا ہے کہ قضاء سے اس کے روزے کی کمی پوری ہو جائے۔ (۶)

(۱) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۳۳/۱۰)]

(۲) [بحاری تعنیقاً (قبل الحدیث / ۱۹۳۵) کتاب الصوم : باب إذا جامع فی رمضان]

(۳) [الاحتیارات (ص ۶۵۱)]

(۴) [المحلی (۱۸۰/۶) : مسألة (۷۳۵)]

(۵) [تمام العنة (ص ۴۲۵ - ۴۲۶)]

(۶) [فتاویٰ اسلامیة (۱۰۴/۲)]

(مالکؒ) جو ماہ رمضان میں جان بوجھ کر کھانی لے یا جماع کر لے اس پر قضاء اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔ (۱)

حائضہ اور نفاس والی عورت روزے نہ رکھے لیکن بعد میں قضاء دے

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿أليس إذا حاضت المرأة لم تصل ولم تصم﴾

”کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت حائضہ ہوتی ہے تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزے رکھتی ہے۔“ (۲)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كان يصيبنا ذلك فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلاة﴾

”ہمیں یہ (حیض) آتا تھا تو ہمیں روزے کی قضاء کا حکم دیا جاتا تھا لیکن نماز کی قضاء کا حکم نہیں دیا

جاتا تھا۔“ (۳)

اسی طرح ابوالثرناد نے بیان کیا ہے کہ

﴿أن الحائض تقضى الصيام ولا تقضى الصلاة﴾

”حائضہ روزے تو قضاء کر لے لیکن نماز کی قضاء نہ کرے۔“ (۴)

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ حائضہ عورت ماہ رمضان میں روزے نہیں رکھے گی لیکن جب وہ حیض سے پاک ہو جائے گی تو اپنے روزے پورے کرے گی۔

(ابن قدامہؒ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے روزہ رکھنا جائز نہیں ہے اور یہ دونوں رمضان میں روزہ چھوڑیں گی اور بعد میں قضاء دیں گی۔ اور اگر یہ روزہ رکھ بھی لیں تو انہیں روزہ کفایت نہیں کرے گا۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) ایام حیض کے دوران عورت نماز اور روزے سے پرہیز کرے گی۔ پھر جب طہر و پاکیزگی دیکھے گی تو اس پر غسل اور روزوں کی قضاء واجب ہو جائے گی۔ (۶)

(۱) [تفسیر قرطبی (۳۱۷/۲)]

(۲) [بخاری (۱۹۵۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۳) [مسلم (۳۳۵) کتاب الحيض: باب وجوب قضاء الصوم على الحائض دون الصلاة، بخاری (۳۲۱)]

کتاب الحيض: باب لا تقضى الحائض الصلاة، ابو داود (۲۶۲) ترمذی (۱۳۰)]

(۴) [بخاری (قبل الحديث ۱۹۵۱) کتاب الصوم: باب الحائض تترك الصوم والصلاة]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۳۹۷/۴)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۵۶/۱۰)]

حائضہ عورت پر روزوں کے حرام ہونے کی کیا حکمت ہے؟

ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر من و عن عمل کرنے خواہ کسی حکم کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَىٰ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ ﴾ [الأحزاب: ۵۱]

”کسی مومن مرد و عورت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ (یاد رکھو!) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“
ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَإِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا ﴾ [النور: ۵۱]

”جب اہل ایمان کو اس لیے بلا یا جاتا ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے درمیان فیصلہ کر دے تو ان کا قول یہ ہوتا ہے کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں۔“

علاوہ ازیں ہر مومن کا یہ پختہ ایمان و یقین ہونا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام احکامات خاص حکمت و مصلحت کے تحت ارشاد فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو صرف اسی کام کا حکم دیا ہے جس میں ان کا فائدہ ہے اور صرف اسی کام سے روکا ہے جس میں ان کا نقصان ہے۔

امام ابن کثیر نے کیا خوب کہا ہے کہ

نبی کریم ﷺ کی شریعت کامل اور اکمل شریعت ہے۔ عقلمیں جس چیز کو بھی معروف اور اچھا سمجھتی ہیں شریعت اسلامیہ نے اس کا حکم دیا ہے۔ اور جس چیز کو بھی عقل منکر اور برائی سمجھتی ہے اس سے شریعت نے منع کر دیا ہے۔ کوئی بھی ایسا حکم نہیں دیا جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ یہ حکم کیوں دیا ہے اور کسی بھی ایسی چیز سے منع نہیں کیا گیا کہ جس کے متعلق یہ کہا جاسکے کہ اس سے منع کیوں کیا گیا ہے۔ (۱)

تاہم بعض اوقات حکم کی حکمت ہمیں معلوم ہو جاتی ہے اور بعض اوقات معلوم نہیں ہوتی۔ حائضہ عورت پر وزے کی حرمت میں کیا حکمت ہے اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض کا تو کہنا ہے کہ ہمیں اس کی حکمت کا علم نہیں۔ جیسا کہ امام الحرمین نے کہا کہ: اس کا روزہ صحیح نہ ہونے کے معنی کا ادراک نہیں کیا جاسکتا اس لیے کہ وزے کے لیے طہارت و پاکیزگی شرط نہیں۔ (۲)

بعض دوسرے علماء کا کہنا ہے کہ اس میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حائضہ عورت پر رحم کرتے ہوئے اسے

[البدایة والنہایة (۷۹/۶)]

[المجموع (۳۸۶/۲)]

روزہ رکھنے سے روکا ہے۔ کیونکہ خون کے اخراج سے کمزوری ہو جاتی ہے اور اگر وہ اس کے ساتھ روزہ بھی رکھے تو اس کے ساتھ اور بھی کمزوری ہوگی کیونکہ حیض اور روزہ دونوں کی کمزوری جمع ہو جائے گی جس بنا پر روزہ اسے اعتدال پر قائم نہیں رہنے دے گا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے اسے نقصان پہنچے۔

(ابن تیمیہ) ہم حیض کی حکمت اور اس کا قیاس کے مطابق ہونے کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

یقیناً شریعت اسلامیہ ہر چیز میں عدل و انصاف لائی ہے اور عبادات میں اسراف ظلم و زیادتی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے اور عبادات میں میانہ روی کا حکم دیا ہے۔ اسی لیے شارع ﷺ نے افطاری میں جلدی اور سحری میں تاخیر کا حکم دیا ہے اور وصال (یعنی بغیر افطاری کے دوسرا روزہ رکھنا) سے نبی کریم ﷺ نے منع کرتے ہوئے فرمایا کہ ”افضل اور عادلانہ روزے داود علیہ السلام کے روزے ہیں وہ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن چھوڑتے تھے۔“ لہذا عبادت میں عدل مقاصد شریعت میں سب سے بڑا مقصد ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحَرِّمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ

الْمُعْتَدِينَ﴾ [المائدة: ۸۷]

”اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں ان کو حرام مت کرو اور حد سے تجاوز مت کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا۔“

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں حلال اشیاء کو حرام قرار دینا زیادتی قرار دیا ہے جو کہ عدل کے بھی منافی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿فِيظَلَمَ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبَاتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا

وَأَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ﴾ [آل عمران: ۱۶۰-۱۶۱]

”یہودیوں کے ظلم کی وجہ سے ہم نے ان پر حلال کردہ پاکیزہ اشیاء کو حرام کر دیا اور ان کے اللہ تعالیٰ کے

راستے سے بہت زیادہ روکنے کے سبب اور ان کے سود لینے کی وجہ سے حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔“

جب وہ لوگ ظالم تھے تو اس وجہ سے ان پر بطور سزا پاکیزہ اشیاء بھی حرام کر دی گئیں، لیکن اس کے

برعکس امت وسط اور امت عدل کے لیے پاکیزہ اشیاء کو حلال کیا گیا اور ان پر گندی اور خمیث اشیاء حرام قرار

دی گئیں۔ اور جب معاملہ یہی ہے تو روزہ دار کو بھی متوی اشیاء یعنی کھانے پینے سے منع کر دیا گیا، اور اسے ان

اشیاء کے اخراج سے بھی منع کر دیا گیا جن کے اخراج سے کمزوری لاحق ہوتی ہے..... اور خارج ہونے والی

اشیاء کی دو قسمیں ہیں:

ایک قسم تو ایسی ہے جس کے خروج سے بچنے کی طاقت ہی نہیں اور یا پھر وہ نقصان نہیں دیتی تو اس سے

منع نہیں کیا گیا مثلاً دو گندی اشیاء یعنی بول و براز۔ کیونکہ ان کے خروج سے اسے کوئی ضرر و نقصان نہیں اور نہ ہی اس سے بچا جا سکتا ہے۔ اگر اس کے خروج کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی نقصان نہیں بلکہ اس کے خروج میں ہی فائدہ ہے۔

اور اسی طرح اگر کسی کو خود بخود قے آجائے تو اس سے بچنا مشکل ہے۔ اور اسی طرح نیند کی حالت میں احتلام سے بچنا بھی ممکن نہیں ہے۔ الا کہ قے عمد اور جان بوجھ کر کرے کیونکہ قے ایسے مادے کو خارج کرتی ہے جس سے غذا حاصل ہوتی ہے یعنی کھانا پینا وغیرہ۔ اور اسی طرح مشمت زنی جس میں شہوت شامل ہوتی ہے..... اور حیض میں آنے والے خون میں خون کا اخراج ہے۔ اور پھر حائضہ عورت کے لیے ممکن ہے کہ وہ حیض کے علاوہ کسی اور وقت جب اسے خون نہ آتا ہو تب روزے رکھ لے کیونکہ ایسی حالت میں اس کے لیے روزہ رکھنا اعتدال پسندی ہوگی کیونکہ اس حالت میں خون نہیں نکلتا جو بدن کو قوت دینے والا مادہ ہے۔

دوران حیض روزہ رکھنا کہ جب اس کا خون خارج ہوتا ہے جو بدن کو تقویت دینے کا باعث ہے جس کے اخراج سے بدن کو نقصان اور کمزوری ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے روزہ اعتدال کی حالت سے نکل جائے گا۔ اس لیے عورت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ حالت حیض کے علاوہ دوسرے اوقات میں روزہ رکھے۔ (۱)

نظلی روزوں کی قضاء ادا کرنا ضروری نہیں

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿لما كان يوم الفتح "فتح مكة" جاءت فاطمة فجلست عن يسار رسول الله ﷺ وأم هانئ عن يمينه قالت فجاءت الوليدة باناء فيه شراب فناولته فشرب منه ثم ناوله أم هانئ فشربت منه فقالت يا رسول الله! لقد أفطرت و كنت صائمة فقال لها أكنت تقضين شيئا؟ قالت: لا، قال فلا يضرك إن كان تطوعا﴾

”فتح مکہ کے دن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب آ کر بیٹھ گئیں اور ام ہانی رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب۔ پھر ایک لونڈی ایک برتن لے کر آئی اس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ اس نے وہ برتن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو پکڑا دیا انہوں نے بھی اس سے پیا۔ اور کہا کہ اے اللہ کے رسول! یقیناً میں نے روزہ توڑ دیا اور میرا تو روزہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ اس نے کہا نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ نظلی روزہ تھا

(۱) [مجموع الفتاوی لابن تیمیہ (۲۳۴/۲۵۰)]

کوٹھوئی حرج نہیں۔“ (۱)

(جمہور، احمد، شافعی، اسحاق) اگر نفلی روزہ رکھنے والا روزہ توڑ دے تو اس پر کوئی قضاء نہیں البتہ اگر وہ اپنی مرضی سے روزہ رکھنا چاہے تو اس پر کوئی حرج نہیں (ان کی دلیل مذکورہ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے)۔

(ابوحنیفہ، مالک) نفلی روزہ توڑنے والے پر قضاء لازم ہے۔ (۲)

امام ابوحنیفہ اور ان کے ہم رائے حضرات نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے نفلی روزہ رکھا ہوا تھا۔ دوران روزہ ان کے سامنے کوئی کھانے کی چیز پیش کی گئی تو ان کا دل چاہا اور انہوں نے اسے کھالیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ آئے تو انہوں نے آپ ﷺ کو بتلایا۔ آپ ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ﴿اقتضیا یوماً آخر مکانہ﴾ ”اس کی جگہ دوسرے دن روزے کی قضاء دو۔“

لیکن یہ روایت دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ یہ ضعیف ہونے کی بنا پر قابل حجت نہیں۔ (۳)

(واجب) جمہور کا مؤقف برحق ہے۔

اس کی دلیل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی وہ روایت بھی ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ بیان کرتے ہیں:

﴿صنعت للنبي ﷺ طعاماً فلما وضع قال رجل أنا صائم، فقال رسول الله ﷺ: دعاك

أحوك وتكلف لك أفطر فصم مكانه إن شئت﴾

”میں نے نبی کریم ﷺ کے لیے کھانا تیار کیا۔ جب کھانا رکھ دیا گیا تو ایک آدمی نے کہا میں روزہ دار ہوں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تیرے بھائی نے تجھے دعوت دی ہے اور تیرے لیے تکلف کیا ہے (لہذا) تم روزہ توڑ دو اور

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۵) کتاب الصیام: باب فی الرخصة فیہ، ابو داؤد (۲۴۵۶) ترمذی

(۷۳۱) کتاب الصوم: باب ما جاء فی إفتار الصائم المتطوع، نسائی فی السنن الکبری (۲۵۰/۲)

کتاب الصیام: باب ذکر حدیث سماک، احمد (۳۴۱/۶)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۴۹۱/۳) نیل الأوطار (۲۴۲/۳) الأم (۱۴۱/۲) الحاوی (۴۹۸/۳) المبسوط

(۷۸۱/۳) بدائع الصنائع (۹۴/۲) بداية المحتشد (۲۱۶/۱) الکافی لابن عبد البر (ص ۱۲۹/۱) الإنصاف فی

معرفة تراجم من الخلاف (۳۵۲/۳-۳۵۳)]

(۳) [ضعیف: ضعیف ترمذی (۱۱۸) کتاب الصوم: باب ما جاء فی إيجاب القضاء علیہ، ترمذی (۷۳۵) ابو

داؤد (۲۴۵۷) کتاب الصیم: باب من رأى علیہ القضاء، احمد (۱۴۱/۶-۲۳۷-۲۶۳) مؤطا

(۳۰۶/۱) نسائی فی السنن الکبری (۲۴۷/۲) بیہقی (۲۸۰/۱۴) امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف

ہے۔ معالم السنن (۱۳۵/۲)]

- اس کی جگہ اگر چاہو تو روزہ رکھ لینا۔“ (۱)
- (ابن حجر) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کی حدیث کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ (نفل روزہ توڑ کر اس کی قضاء دینا) واجب نہیں۔ (۲)
- (شوکانی) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)
- (ابن قدامہ) نفل روزہ رکھنے والا اگر روزہ چھوڑ دے تو اس پر کوئی قضاء نہیں لیکن اگر وہ قضاء دیتا ہے تو بہتر ہے۔ (۴)
- (سعودی مجلس افتاء) نفل روزے کی قضاء دینا ضروری نہیں۔ (۵)
- اگر کوئی کافر ماہ رمضان میں مسلمان ہو

تو اس پر قبول اسلام سے قبل گزرے ہوئے روزوں کی قضاء دینا ضروری نہیں بلکہ اسے چاہیے کہ جتنے روزے باقی ہیں وہی رکھے۔ امام شمسی، امام قنادہ، امام مالک، امام اوزاعی، امام شافعی، امام ابو ثور اور اصحاب الرائے رحمہم اللہ اجمعین کا یہی موقف ہے۔

(ابن قدامہ) اسی کے قائل ہیں۔ مزید فرماتے ہیں کہ البتہ جس دن وہ مسلمان ہوا ہے اس دن کھانے پینے سے رکا رہے اور پھر اس دن کی قضاء دے۔

(احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(مالک، ابو ثور، ابن منذر) ان کے نزدیک اس پر اس دن کی قضاء بھی ضروری نہیں۔ (۶)

اکیلے جمعہ کے روز فرض روزے کی قضاء کا کیا حکم ہے؟

(سعودی مجلس افتاء) مسلمان کے لیے جائز ہے کہ وہ جمعہ کے دن رمضان کے کسی روزے کی قضاء دے خواہ وہ صرف اکیلا جمعہ کا ہی روزہ رکھے۔ (۷)

(۱) [بیہقی فی السنن الکبریٰ (۲۷۹/۴) کتاب الصیام: باب التخییر فی القضاء إن کان صومہ تطوعاً، مختصر الخلافیات (۸۷/۳ - ۸۹) مجمع الزوائد (۵۶۱/۴) حافظ ابن حجر نے اس کی سند کو حسن کہا ہے۔ [فتح

الباری (۲۴۷/۴)]

(۲) [فتح الباری (۲۴۷/۴)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۴۲/۳)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴۱۰/۴)]

(۵) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۴۰۳/۱۰)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: المغنی لابن قدامة (۴۱۴/۴ - ۴۱۵)]

(۷) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۳۴۷/۱۰)]

نفلی روزے کا بیان

باب صوم التطوع

شوال کے چھ روزے

(۱) حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال فذاك كصيام الدهر﴾

”جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو یہ عمل سارا سال (روزے

رکھنے) کی مانند ہوگا۔“ (۱)

سارے سال کے روزوں کی مانند اس لیے کہا گیا ہے کہ کیونکہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے لہذا رمضان

کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور چھ شوال کے دو ماہ کے برابر ہوئے جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی

ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة، من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها﴾

”جس نے عید الفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال (کے روزوں) کی طرح ہوں گے۔

(کیونکہ) جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔“ (۲)

(شافعی، احمد) ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔

(ابوضیفہ، مالک) یہ روزے مکروہ ہیں۔ (۳)

(۱) [مسلم (۱۱۶۴) کتاب الصیام: باب استحباب صوم ستة أيام من شوال أبو داود (۲۴۳۳) کتاب

الصوم: باب فی صوم ستة أيام من شوال، ابن ماجہ (۱۷۱۶) کتاب الصیام: باب صیام ستة أيام من شوال،

ترمذی (۷۵۶) مشکل الآثار (۱۱۷۱۳) طبرانی صغیر (۲۳۸/۱) بیہقی (۲۹۲/۴) کتاب الصوم: باب فی

فضل صوم ستة أيام من شوال، ابن خزیمہ (۲۱۱۴) ابن حبان (۳۶۲۶) الإحسان) أحمد (۳۰۸/۳)

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۹۲) کتاب الصیام: باب صیام ستة أيام من شوال، ابن ماجہ (۱۷۱۵)

أحمد (۲۸۰/۵) دارمی (۲۱/۲) کتاب الصوم: باب صیام ستة أيام من شوال، بیہقی (۲۹۳/۴) کتاب

الصیام: باب فی فضل صوم ستة أيام من شوال، ابن خزیمہ (۲۱۱۵) ابن حبان (۹۲۸) الموارد) نسائی

فی السنن الكبرى كما فی تحفه الأشراف (۱۳۸/۲) مصباح الزجاجة (۲۵/۲) امام ابن حبان اور امام ابن

خزیمہ نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔]

(۳) [نیل الأوطار (۲۱۶/۳) تحفة الفقهاء (۵۲۵/۱) حاشیة ابن عابدین (۴۳۵/۲) الکافی (۳۵/۱) مؤطا

مالک (ص ۲۱) نهاية المحتاج (۲۰۸/۳) روضة الطالبین (۳۸۷/۲)]

(راجع) بلا تردید پہلا مؤقف گذشتہ احادیث کی وجہ سے صحیح ہے کہ یہ روزے مستحب ہیں۔

(ابن قدامہؒ) کثیر اہل علم کے نزدیک ماہ شوال کے چھ روزے مستحب ہیں۔ (۱)

کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ یہ چھ روزے شوال کی ابتداء میں درمیان میں آخر میں اور پے در پے یا الگ الگ ہر طرح جائز

اور درست ہیں کیونکہ ان تمام اشیاء کی تعیین شارع ﷺ نے نہیں کی۔

(نوویؒ) ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ افضل یہ ہے کہ یہ چھ روزے عید الفطر کے بعد پے در پے رکھے جائیں

لیکن اگر کوئی وقفے وقفے سے یہ روزے رکھے یا انہیں ماہ شوال کی ابتداء سے آخر تک مؤخر کر دے تو اسے بھی پے

در پے روزے رکھنے کی فضیلت حاصل ہو جائے گی۔ (۲)

(صدیق حسن خانؒ) میں کہتا ہوں کہ حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ماہ شوال کے چھ روزے کفایت کر جاتے ہیں خواہ

شوال کی ابتداء میں رکھے جائیں یا اس کے درمیان میں رکھے جائیں یا اس کے آخر میں رکھے جائیں۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) عید الفطر کے متصل بعد شوال کے چھ روزے رکھنا لازم نہیں بلکہ عید کے ایک روز بعد یا کچھ

ایام کے بعد پے در پے یا الگ الگ حسب سہولت ماہ شوال میں رکھے جاسکتے ہیں۔ اس مسئلے میں حکم وسیع ہے اور یہ

روزے فرض نہیں ہیں بلکہ سنت ہیں۔ (۴)

(ابن بازؒ) شوال کے چھ روزے سنت ہیں اور رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور یہ روزے پے در پے اور الگ

الگ ہر طرح جائز ہیں۔ (۵)

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ

(۱) حضرت بنیدہ بن خالد سے روایت ہے کہ ازواج مطہرات میں سے کسی نے بیان کیا کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يصوم تسع ذي الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة أيام من كل شهر: أول

اثنين من الشهر والخمسين﴾

”رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے پہلے نو روزے، یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴۳۸/۴)]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۵۶/۸)]

(۳) [الریوضة الندية (۵۵۵/۱)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۹۱/۱۰)]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۱۶۵/۲)]

کرتے تھے تین دن کے روزے ہر ماہ کی ابتدائی سوموار اور پہلی دو جمعراتوں کے روزے ہیں۔“ (۱)
 (۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله عزو جل، من هذه الأيام، یعنی: أيام العشر؛ قالو: يا رسول الله! ولا الجهاد في سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد في سبيل الله؛ إلا رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع بشيء؛ من ذلك﴾

”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان دنوں یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں کے نیک عمل سے زیادہ کسی دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کر دیا)۔“ (۲)

یقیناً نیک اعمال میں روزہ بھی شامل ہے لہذا اگر کوئی ان دنوں میں روزے رکھتا ہے تو اسے باقی دنوں کے گھوڑوں سے زیادہ اجر ملے گا۔

عشرہ ذوالحجہ افضل ہے یا رمضان کا آخری عشرہ؟

(ابن تیمیہ) کسی نے سوال کیا کہ عشرہ ذوالحجہ اور ماہ رمضان کے آخری عشرے میں سے کون سا افضل ہے؟ تو شیخ نے جواب دیا کہ ”ذوالحجہ کے (ابتدائی) دس دن رمضان کے آخری دس دنوں سے افضل ہیں اور رمضان کی آخری دس راتیں ذوالحجہ کی (ابتدائی) دس راتوں سے افضل ہیں۔“ (۳)

(ابن قیم) اگر کوئی صاحب دانش اس جواب پر غور و فکر کرے گا تو اسے معلوم ہوگا کہ یہ جواب نہایت کافی و شافی ہے۔ کیونکہ عشرہ ذوالحجہ کے دنوں میں اللہ تعالیٰ کو جس قدر نیک عمل محبوب ہے اس قدر اور دنوں میں محبوب نہیں۔ اور اس عشرے میں یوم عرفة، یوم نحر اور یوم ترویہ (یعنی ایام حج) بھی ہیں۔

اور رمضان کی آخری راتیں جاننے کی راتیں ہیں جن میں مکمل طور پر رسول اللہ ﷺ جاگا کرتے تھے۔ اور اس عشرے کی راتوں میں ایک ایسی رات بھی ہے جو ہزار بیٹیوں سے بہتر ہے۔

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۲۹) کتاب الصیام: باب فی صوم العشر، ابو داؤد (۲۴۳۷) صحیح نسائی (۲۲۳۶)]

(۲) [بخاری (۹۶۹) کتاب العیدین: باب فضل العمل فی أيام التشریق، أبو داؤد (۲۴۳۸) ترمذی (۷۵۷) ابن ماجہ (۱۷۲۷) دارمی (۱۷۸۱، ۱۷۸۰) أحمد (۲۲۴۱) شرح السنة (۱۱۲۵)]

(۳) [مجموع الفتاویٰ (۲۸۷/۲۵)]

لہذا جس نے بھی اس تفصیل کے بغیر جواب دیا اس کے لیے ممکن نہیں ہے کہ کسی صحیح دلیل کے ذریعے اسے ثابت کر سکے۔ (۱)

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نونارتخ کا روزہ

(۱) حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿صوم یوم عرفہ یکفر سنتین ماضیة ومستقبلة﴾

”عرفہ کے دن (یعنی نوزوالحجہ) کا روزہ دو سال ایک گزشتہ اور ایک آئندہ کے گناہ مٹا دیتا ہے۔“ (۲)

(۲) سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

﴿کان رسول اللہ یصوم تسع ذی الحجۃ ویوم عاشوراء وثلاثة أيام من کل شهر﴾

”رسول اللہ ﷺ نوزوالحجہ، یوم عاشوراء اور ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے۔“ (۳)

(شوکانیؒ) یوم عرفہ کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔ (۴)

حاجیوں کے لیے نوزوالحجہ کا روزہ

میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے نوزوالحجہ کا روزہ مکروہ ہے۔ (۵)

(۱) حضرت أم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿أن ناسا تماروا عندها یوم عرفة فی صوم النبی ﷺ فقال بعضهم هو صائم وقال بعضهم

لیس بصائم فأرسلت إلیه بقدر لبن وهو واقف علی بعیره فشره﴾

”ان کے ہاں کچھ لوگ عرفات کے دن نبی کریم ﷺ کے روزے کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ بعض

نے کہا کہ آپ ﷺ روزہ دار ہیں اور بعض نے کہا کہ آپ روزہ سے نہیں ہیں۔ اس پر حضرت أم فضل رضی اللہ عنہا نے

(۱) [کما فی الموسوعة الفقهية المیسرة (۲۰۶/۳)]

(۲) [أحمد (۲۹۶/۵) مسلم (۱۱۶۲) کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلاثة أيام من کل شهر.....؛ أبو داود

(۲۳۲۵) کتاب الصوم: باب فی صوم الدهر تطوعاً، ابن ماجه (۱۷۳۰) کتاب الصیام: باب صیام یوم

عرفة، ترمذی (۷۴۶) کتاب الصیام: باب صیام یوم عرفة، نسائی فی الکبری (۱۰۰/۲) حمیدی (۴۲۹)

عبد بن حمید (۱۹۴) عبد الرزاق (۸۷۲۶) بیہقی (۲۸۶/۴) طحاوی (۷۲/۲) بغوی (۱۷۸۹) ابن أبی

شیبة (۵۷/۳)

(۳) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۲۹) کتاب الصوم: باب فی صوم العشر] (۲۴۳۷)

(۴) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳)]

آپ ﷺ کی خدمت میں دودھ بھیجا (تاکہ حقیقت ظاہر ہو جائے) آپ اپنے اونٹ پر سوار تھے آپ نے دودھ پی لیا۔“ (۱)

(2) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أن الناس شكوا في صيام النبي ﷺ يوم عرفة فأرسلت إليه بحلاب وهو واقف في الموقف فشرب منه والناس ينظرون ﴾

”عرفہ کے دن کچھ لوگوں کو نبی کریم ﷺ کے روزے کے متعلق شک ہوا۔ اس لیے انہوں نے آپ کی خدمت میں دودھ بھیجا۔ آپ اس وقت عرفات میں وقوف فرماتے تھے۔ آپ نے وہ دودھ پی لیا اور سب لوگ دیکھ رہے تھے۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ نبی رسول اللہ ﷺ عن صوم يوم عرفة بعرفات ﴾

”رسول اللہ ﷺ نے میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔“ (۳)

(جہور) میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے روزہ نہ رکھنا مستحب ہے۔

(ابن قدامہ) اکثر اہل علم میدان عرفات میں عرفہ کے دن روزہ نہ رکھنا مستحب قرار دیتے ہیں۔ (۴)

(شوکانی) ”یوم عرفہ کا روزہ حاجیوں کے لیے میدان عرفات میں مکروہ ہے۔“ (۵)

اس کی علت و حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدان عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعاؤں کو اور دیگر حاجیوں کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر انسان دعا وغیرہ

(۱) [بخاری (۱۹۸۸) کتاب الصوم: باب صوم يوم عرفة، مسلم (۱۱۲۳) ابو داود (۲۴۴۱) ترمذی

(۷۵۰) ابن خزیمہ (۲۸۲۸) ابن حبان (۳۶۰۵) بیہقی (۳۶۰۶) (۲۸۳/۴)]

(۲) [بخاری (۱۹۸۹) کتاب الصوم: باب صوم يوم عرفة، مسلم (۱۱۲۳) ابن حبان (۳۶۰۶) عبد الرزاق

(۷۸۱۴) بغوی (۷۸۱۵) بیہقی (۱۷۹۱) (۲۸۴/۴)]

(۳) [ضعیف: ضعیف أبو داود (۵۲۸) أيضا، الضعيفة (۴۰۴) تمام الجنة (ص ۱۰۱/۴۱) أبو داود

(۲۴۴۰) أحمد (۳۰۴۱۲) ابن مساجه (۳۷۳۲) شرح معانی الآثار (۷۲۱۲) مشکل الآثار

(۱۱۲/۴) حاکم (۴۳۴۱۱) بیہقی (۲۸۴/۴) [شیخ حازم علی قاضی نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعليق علی

سبل السلام (۹۰۷/۲) امام حاکم نے اس روایت کو بخاری کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے بھی ان کی

موافقت کی ہے۔]

(۴) [المغنی (۴۴۴/۴)]

(۵) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳)]

سے کمزوری و عجز محسوس نہیں کرتا تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (۱)

ماہ محرم کے روزے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ سئل أى الصيام أفضل بعد شهر رمضان قال أفضل الصيام بعد شهر رمضان

صيام شهر الله المحرم ﴾

”رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہ محرم کے روزے ہیں۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ ماہ محرم کے روزے نہایت فضیلت والے ہیں لہذا اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنے چاہیں البتہ یوم عاشورا (دس محرم) کا روزہ ان میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

﴿ كان يوم عاشوراء يوماً تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله ﷺ يصومه فلما قدم

المدينة صامه وأمر الناس بصيامه فلما فرض رمضان قال: من شاء صامه ومن شاء تركه ﴾

”یوم عاشوراء ایسا دن ہے کہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض کروایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھے اور جو چاہے چھوڑ دے۔“ (۳)

یوم عاشوراء کا روزہ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله ﴾

(۱) [نیل الأوطار (۲۱۹/۳) المغنی (۴۴۴/۴)]

(۲) [مسلم (۱۱۶۳) کتاب الصیام: باب فضل صوم المحرم، أبو داود (۲۴۲۹) ترمذی (۷۴۰) ابن ماجہ

(۱۷۴۲) نسائی (۱۶۱۳) وفی السنن الکبریٰ (۲۹۰۵) دارمی (۲۹۰۶) (۲۱/۲) أحمد (۳۴۲/۲)

ابو عوانة (۲۹۰/۲) بیہقی (۲۹۱/۴) ابن حبان (۲۵۶۳)]

(۳) [أحمد (۲۹/۶) بخاری (۱۵۹۲) کتاب الحج: باب قول الله تعالى: جعل الله الكعبة مسلم

(۱۱۲۵) أبو داود (۲۴۴۲) ترمذی (۷۵۳) ابن ماجہ (۱۷۳۳) موطا (۲۹۹/۱) حمیدی (۲۰۰) ابن

حبان (۳۶۲۱) عبد الرزاق (۷۸۴۲) ابن حزيمة (۲۰۸۰) ابن ابی شیبہ (۵۵/۳) طحاوی (۷۴/۲)

بیہقی (۲۸۸/۴-۲۹۰)]

”اللہ تعالیٰ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے کے عوض گذشتہ سال کے گناہ معاف فرما

دیں گے۔“ (۱)

(ابن قدامہ) یوم عاشوراء کا روزہ مستحب ہے۔ (۲)

(سعودی مجلس افتاء) مسلمان کے لیے یوم عاشوراء میں روزہ رکھنا مشروع ہے۔ (۳)

(ابن باز) یوم عاشوراء کا روزہ مستنون ہے۔ (۴)

یوم عاشوراء کے روزے کی ابتدا اور مقصد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿قدم النبی ﷺ المدينة فرأى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا؟ قالوا يوم

صالح، هذا يوم نجى الله بنى إسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال فأنا أحق بموسى

منكم فصامه وأمر بصيامه﴾

”نبی ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پس

آپ ﷺ نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ

علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے اس دن روزہ رکھا

اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔“ (۵)

(۱) [مسلم (۱۱۶۲) کتاب الصیام: باب استحباب صیام ثلثة أيام من کل شهر..... أبو داود (۲۳۲۵) کتاب

الصوم: باب فی صوم الدهر تطوعاً] ابن ماجہ (۱۷۳۰) کتاب الصیام: باب صیام یوم عرفہ، ترمذی

(۷۴۶) کتاب الصیام: باب صیام یوم عرفہ، نسائی فی الکبریٰ (۱۰۱۲) عبد الرزاق (۸۷۲۶) بیہقی

[[(۲۸۶/۴) احمد (۲۹۶/۵)]]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۴۰/۴)]

(۳) [فتاویٰ اللجنة الدائمة لبحوث العلمیة والإفتاء (۴۰۰/۱۰)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۷۰/۲)]

(۵) [بخاری (۲۰۰۴) کتاب الصوم: باب صوم یوم عاشوراء، مسلم (۱۱۳۰) أحمد (۲۹۱/۱) أبو داود

(۳۴۴۴) ابن ماجہ (۱۷۳۴) حمیدی (۵۱۵) عبد الرزاق (۷۸۴۳) بیہقی (۲۷۶/۴) ابن أبی شیبہ

(۵۶/۳) دارمی (۲۲/۲) طحاوی (۷۵/۲) طبرانی (۱۲۳۶۲/۱۲) شرح السنة (۱۷۸۲) ابن حبان

[[(۳۶۲/۵) ابن خزیسة (۲۰۸۴)]]

یوم عاشوراء کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا يا رسول الله! إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع قال فلم يات العام المقبل حتى توفي رسول الله ﷺ﴾

”جب رسول اللہ ﷺ نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تو لوگوں نے کہا یقیناً یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (اس لیے روزہ رکھتے ہیں)۔ آپ ﷺ نے فرمایا آئندہ سال انشاء اللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال (اس دن) سے پہلے ہی آپ ﷺ اوفات پائے گے۔“ (۱)

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿لئن بقیت الی قابل لأصومن التاسع﴾

”اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا (یعنی زندہ رہا) تو ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔“ (۲)

معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ دس محرم کا روزہ رکھتے تھے پھر آپ ﷺ نے نو محرم کو یہ روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لہذا یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہوا۔

(جہور) یوم عاشوراء سے مراد دس محرم ہی ہے۔ حضرت سعید بن مسیب، حضرت حسن بصری، امام مالک، امام احمد، امام اسحاق اور دیگر بیشتر علماء اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

(ابن عباس رضی اللہ عنہما) یوم عاشوراء سے مراد نو محرم ہے۔ (۴)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود﴾

”نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔“ (۵)

(۱) [مسلم (۱۱۳۴) کتاب الصیام: باب أی یوم الصیام فی عاشوراء، أبو داود (۲۴۴۵) ابن ماجہ (۵۸۰۹)

تحفة الأشراف (۶۵۶۶)]

(۲) [مسلم (۱۱۳۴) ایضاً، ابن ماجہ (۱۷۳۶) عبد بن حمید (۶۷۱)]

(۳) [نیل الأوطار (۲۲۴/۳)]

(۴) [مسلم (۱۱۳۳)]

(۵) [بیہقی فی معرفة السنن والآثار (۸۹۶۶) (۳۰۰/۶) الفتح الربانی (۱۸۹/۱) طحاوی (۷۸/۲)

عبدالرزاق (۷۸۳۹) شیخ احمد عبدالرحمن البنا نے اس موقوف روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔]

اس روایت کی وجہ سے امام شوکانیؒ فرماتے ہیں کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نو محرم کا بھی روزہ رکھے۔ (۱)

علاوہ ازیں جس روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا یوم عاشوراء کا روزہ رکھ کے یہود کی مخالفت کرو ﴿وَصَوْمُوا قَبْلَهُ يَوْمًا وَأُوبَعْدَهُ يَوْمًا﴾ ”اور اس سے پہلے ایک دن (یعنی نو محرم) یا اس کے بعد ایک دن (یعنی گیارہ محرم) کا روزہ رکھو“ وہ ضعیف ہے۔ (۲)

(راجح) زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ نو اور دس محرم دونوں کا روزہ رکھا جائے جیسا کہ گذشتہ حضرت ابن عباسؓ کی صحیح موقوف روایت میں موجود ہے لیکن اگر کوئی صرف نو محرم کا روزہ رکھنا چاہے تو درست ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسی خواہش کا اظہار کیا تھا۔

(ابن حجر) بعض اہل علم کے بقول صحیح مسلم میں مروی حدیث ”کہ آئندہ سال میں زندہ رہا تو نو محرم کا روزہ ضرور رکھوں گا“ کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں: ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کی مراد یہ تھی کہ یوم عاشوراء کے روزے کے لیے دس کی بجائے نو کا روزہ مقرر کر دیا جائے اور دوسرا یہ کہ آپ ﷺ دس کے ساتھ نو کا روزہ بھی مقرر فرمانا چاہتے تھے۔ مگر آپ ﷺ کسی صورت کو متعین کرنے سے پہلے وفات پا گئے۔ لہذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ نو اور دس دونوں کا روزہ رکھا جائے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) اگر کوئی صرف ایک دن یوم عاشوراء کا روزہ رکھ لے تو یہ جائز ہے لیکن افضل یہ ہے کہ اس سے پہلے ایک دن یا اس کے بعد ایک دن روزہ رکھا جائے۔ (۴)

یوم عاشوراء میں کھانے پکانا، خوشی کا اظہار کرنا یا ماتم وغیرہ کرنا کینسا ہے؟

(ابن تیمیہ) ان سے کسی نے یہ فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواب میں فرمایا ”اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہ تو نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے اور نہ ہی صحابہ سے۔ اور نہ مسلمان ائمہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے اور نہ ہی ائمہ اربعہ وغیرہ نے۔ اور نہ قابل اعتماد اہل کتب نے اس کے متعلق کچھ روایت کیا ہے نہ نبی کریم ﷺ سے نہ صحابہ سے اور نہ ہی تابعین سے۔ نہ کوئی صحیح حدیث اور نہ ہی کوئی ضعیف حدیث۔ نہ صحیح کی کتب میں نہ سنن میں اور نہ ہی

(۱) [السیل الجراز (۱۴۸/۲)]

(۲) [أحمد (۲۴۱/۱) ابن خزيمة (۲۰۹۵) الکامل (۹۵۶/۳) السنن الكبرى للبيهقي (۲۸۷/۴) اس کی سند میں ابن ابی لیلیٰ اور داؤد بن یحییٰ دونوں راوی ضعیف ہیں۔]

(۳) [فتح الباری (۷۷۳/۴)]

(۴) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۰۱/۱۰)]

مسائید میں۔ ان باتوں میں سے کچھ بھی بہتر زمانوں میں موجود نہیں تھا۔ اور لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے ایک جھوٹی اور من گھڑت روایت میں بیان کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿من وسع على أهله يوم عاشوراء وسع الله عليه سائر السنة﴾

”جس نے عاشوراء یعنی دس محرم کے روز اپنے گھر والوں پر فراخی کی اللہ تعالیٰ اس پر سارا سال

فراخی کریں گے۔“ (۱)

ماہ شعبان کے روزے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول لا يفطر، ويفطر حتى نقول لا يصوم، فما رأيت رسول الله ﷺ استكمل صيام شهر إلا رمضان وما رأيته في شهر أكثر صياماً منه في شعبان﴾

”رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفل روزہ رکھنے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔“ (۲)

(۲) حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿قلت يا رسول الله! لم أرك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان، قال: ذاك شهر تغفل الناس فيه عنه بين رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فيه الأعمال إلى رب العالمين وأحب أن يرفع عملي وأنا صائم﴾

”میں نے کہا اے اللہ کے رسول! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہ شعبان میں رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس میں اس سے غافل ہیں حالانکہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں

(۱) [مجموع الفتاوى (۲۵/۲۹۹)]

(۲) [بخاری (۱۹۶۹) کتاب الصيام: باب صوم شعبان، مسلم (۱۱۵۶) مؤطا (۶۸۸) احمد (۲۵۲۹۲) ابو

داود (۲۴۳۴) ترمذی (۷۶۸) نسائی (۲۱۷۸) ابن ماجہ (۱۷۱۰) ابن حبان (۳۵۸۰) ابن خزيمة

(۲۰۷۷) بیہقی (۲۹۲/۴) طیالسی (۱۴۹۷)]

کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔“ (۱)

(۳) حضرت أم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن رسول الله ﷺ لم يكن يصوم من السنة شهرا تاما إلا شعبان يصل به رمضان ﴾
 ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس کے ساتھ رمضان متصل ہوتا ہے، کے سوا سال کے کسی مہینے کے مکمل (دنوں

میں) روزے نہیں رکھتے تھے۔“ (۲)

○ جس روایت میں ہے ”رمضان کے بعد سب سے افضل روزے شعبان کے ہیں۔“ وہ ضعیف ہے۔ (۳)

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے

جس شخص کی پہلے سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ہے وہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھے جیسا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ

﴿ إذا اتصف شعبان فلا تصوموا ﴾

”جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔“ (۴)

سوموار اور جمعرات کا روزہ

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن النبي ﷺ كان ينحري صيام الإثنين والخميس ﴾

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔“ (۵)

(۲) حضرت أسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

(۱) [صحیح: صحیح نسائی (۲۲۲۱) کتاب الصیام: باب صوم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بأبی هو وأمی، نسائی (۲۳۵۹)

تمام المنة (ص/۴۱۲) صحیح الترغیب (۱۰۰۸)]

(۲) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۴۸) کتاب الصوم: باب فیمن يصل شعبان برمضان، أبو داود (۲۳۳۶)

ترمذی (۷۳۶) نسائی (۲۰۰/۴) ابن ماجہ (۱۶۴۸) أحمد (۳۱۱/۶)]

(۳) [ضعیف: ضعيف ترمذی (۱۰۴) کتاب الزکاة: باب ماجاء فی فضل الصدقة، إرواء الغلیل (۸۸۹)

ترمذی (۶۶۳)]

(۴) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۰۴۹) کتاب الصوم: باب فی کراهية فی ذلك، أبو داود (۲۳۳۷) ترمذی

(۷۳۸) ابن ماجہ (۱۶۵۱) أحمد (۴۴۲/۲) ابن أبی شیبہ (۲۱/۳)]

(۵) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۱۴) کتاب الصیام: باب صیام يوم الإثنين والخميس، أحمد (۸۰/۶)

ترمذی (۷۴۵) نسائی (۱۵۲/۴) ابن حبان (۳۶۴۳) ابن خزيمة (۲۱۱۶)]

﴿ أن النبي ﷺ كان يصوم يوم الاثنين والخميس وسئل عن ذلك فقال : إن أعمال العباد تعرض يوم الاثنين والخميس ﴾

نبی کریم ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے ان دنوں کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔“ (۱)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿ تعرض الأعمال كل اثنين وخميس فأحب أن يعرض عملي وأنا صائم ﴾
 ”ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ دار ہوں۔“ (۲)

(4) حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿ سئل عن صوم يوم الإثنين ؟ فقال : ذلك يوم ولدت فيه وأنزل علي فيه ﴾
 ”نبی کریم ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھ پر نزول قرآن (شروع) ہوا۔“ (۳)

(5) سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

﴿ إن يوم الاثنين والخميس يغفر الله فيهما لكل مسلم إلا مهتجرين يقول دعهما حتى يصطلحا ﴾

(۱) [صحيح : صحيح أبو داود (۲۱۲۸) كتاب الصوم : باب في صوم الإثنين والخميس ، أبو داود (۲۴۳۶) نسائي (۲۰۱/۴) كتاب الصيام : باب صوم النبي بأبي هو وأمي ، طيالسي (۱۹۳/۱) كتاب الصيام : باب ما جاء في صيام أيام الاثنين والخميس ، البيهقي (۲۹۳/۴) كتاب الصيام : باب صوم يوم الاثنين والخميس ، أحمد (۲۰۱/۵) ابن خزيمة (۲۹۹/۳)]

(۲) [صحيح : صحيح ترمذی (۵۹۶) كتاب الصوم : باب صوم يوم الإثنين والخميس ، أحمد (۲۶۸/۲) ترمذی (۷۴۷) ابن ماجه (۱۷۴۰) كتاب الصيام : باب صيام يوم الاثنين والخميس ، دارمی (۱۷۵۸) ابن حبان (۳۶۴۴) ابن خزيمة (۲۱۲۰) عبد الرزاق (۷۹۱۴) حمیدی (۹۷۵)]

(۳) [أحمد (۲۹۶/۵) مسلم (۱۱۶۲) كتاب الصيام : باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر ، أبو داود (۲۴۲۶) نسائي (۲۰۷/۴) ابن خزيمة (۲۱۱۷) ابن حبان (۳۶۴۲) البيهقي (۲۸۶/۴) ابن أبي شيبة (۷۸/۳)]

”بلاشبہ سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتے ہیں مگر ان دو افراد کو نہیں بخشے جو کسی معاملے پر ایک دوسرے سے قطع تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو حتیٰ کہ یہ صلح کر لیں۔“ (۱)

(شوکانی) باب کی احادیث سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ (۲)

ایام بیض کے روزے

(۱) حضرت ملحان قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يأمرنا أن نصوم البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة قال وقال هن كهيئة الدهر﴾

”رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہیں۔“ (۳)

(۲) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ لا يفطر أيام البيض في حضر ولا سفر﴾

”رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں چھوڑتے تھے اور نہ سفر میں۔“ (۴)

(۳) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يصوم يعني من غرة كل شهر ثلاثة أيام﴾

”رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (یعنی چاند کی تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزہ رکھا

کرتے تھے۔“ (۵)

(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۴۱۵) کتاب الصیام: باب صیام یوم الاثنین والخمیس، ابن ماجہ

(۱۷۴۰) حافظ یوسفی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ [مصباح الزجاجة (۳۱/۲)]

(۲) [نیل الأوطار (۲۲۹/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۳۹) کتاب الصوم: باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ابو داؤد

(۲۴۴۹) مسلم (۱۱۶۲) نسائی (۲۴۳۲) ابن ماجہ (۱۷۰۷)]

(۴) [حسن: الصحیحة (۵۸۰) هداية الرواة (۳۴۷/۲) نسائی (۲۳۴۷) کتاب الصوم: باب صوم النبی ﷺ

بأبی هو وأبی وذكر اختلاف الناقلين، طبرانی کبیر (۱۲۳۲۰) الضیاء المقدسی فی المختارة (۱۰۰)]

(۵) [حسن: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۰) کتاب الصیام: باب فی صوم الثلاث من کل شهر، ابو داؤد (۴۴۵۰)

نسائی (۲۰۴/۴) ترمذی (۷۴۲) وفی الشمائل (۳۰۴) احمد (۴۰۶/۱) ابن خزیمہ (۲۱۲۹) ابن جبان

(۳۶۴۱) طیبانی (۳۶۰) بیہقی (۲۹۴/۴) شرح السنة للبیہقی (۵۲۸/۳)]

(4) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿يا أبا ذر! إذا صمت من الشهر ثلاثة أيام فصم ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة﴾
 ”اے ابو ذر! جب تو مہینے میں تین روزے رکھے تو (چاند کی) تیرہ، چودہ اور پندرہ (تاریخ کو) روزے رکھ۔“ (۱)

(5) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿أوصاني خليلي خليلي بثلاث: صيام ثلاثة أيام من كل شهر، وركعتي الضحى، وأوتر قبل أن أنام﴾
 ”میرے خلیل ﷺ نے مجھے تین وصیتیں فرمائی تھیں: کہ میں ہر ماہ تین دن کے روزے رکھ لیا کروں، نماز چاشت کی دو رکعتیں ادا کیا کروں اور سونے سے پہلے وتر پڑھ لیا کروں۔“ (۲)

(6) حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام من كل شهر ثلاثة أيام فذلك صيام الدهر فأقول الله عز وجل تصديق ذلك في كتابه "مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا" [الأَنْعَام: ۱۶۰] اليوم بعشرة أيام﴾
 ”جس نے ہر ماہ تین روزے رکھے تو یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں نازل فرمائی ہے کہ ”جو ایک نیکی لائے گا اس کے لیے اس کے دس گنا اجر ہوگا۔“ یعنی ایک دن دس دنوں کے برابر ہے۔“ (۳)

ایام بیض کا معنی شارع ﷺ نے خود ہی متعین فرمادیا ہے یعنی ہر ماہ چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کے دن۔ (جمہور) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

(ابن قدام) ایام بیض جن میں روزے رکھنے کی رسول اللہ ﷺ نے رغبت دلائی ہے وہ (چاند کی) تیرہ، چودہ

(۱) [حسن صحیح: صحیح ترمذی (۶۰۸) کتاب الصوم: باب فی صوم ثلاثة من كل شهر، إرواء الغلیل (۹۴۷) ترمذی (۷۶۱) نسائی (۲۲۲/۴) ابن خزیمہ (۲۱۲۸) أحمد (۱۰۲/۵) ابن حبان (۳۶۵۵) حمیدی (۱۳۷) عبد الرزاق (۷۸۷۳) بیہقی (۲۹۴/۴)]

(۲) [بخاری (۱۹۸۱) کتاب الصوم: باب صيام أيام البيض ثلاثة عشر وأربع عشرة وخمس عشرة، مسلم (۷۲۱) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة الضحى، ابو داود (۱۴۳۲) کتاب الصلاة: باب فی الوتر قبل النوم، ابن حبان (۲۵۳۶) کتاب الصلاة، أحمد (۵۹/۲) نسائی (۲۲۹/۳) کتاب قیام اللیل وتطوع النهار، دارمی (۱۸۱/۲) بیہقی (۴۷/۳)]

(۳) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۰۹) أيضا، ترمذی (۷۶۲) أحمد (۱۴۵/۵) نسائی (۲۱۹/۴) ابن ماجه (۱۷۰۸)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۳۰۸/۴) فتح الباری (۷۴۹/۴) نبل الأوطار (۲۳۵/۳)]

اور چترہ تاریخ ہے۔ ہر ماہ تین دن روزے رکھنا مستحب ہے اور ہمیں اس میں کسی اختلاف کا علم نہیں۔ (۱)

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا

(۱) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿أخبر رسول الله ﷺ أني أقول والله لأصومن النهار ولأقوم من الليل ما عشت فقلت له قد قلته بأبي أنت وأمي قال: فإنك لا تستطيع ذلك، فصم وأفطر، وقم ونم، وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها وذلك مثل صيام الدهر، قلت: إني أطيق أفضل من ذلك، قال فصم يوماً وأفطر يوماً، قلت: إني أطيق أفضل من ذلك، قال: فصم يوماً وأفطر يوماً، فقال النبي ﷺ لا أفضل من ذلك﴾

”رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ خدا کی قسم! زندگی بھر میں دن میں روزے رکھوں گا اور ساری رات عبادت کروں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی اور قیام بھی کر اور سو بھی اور مینے میں تین دن روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن روزہ چھوڑ کر۔ میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ، یہ داود علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔“ (۲)

(ابن قدامہ) سب سے افضل روزے یہ ہیں کہ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔ (۳)

راہ جہاد میں روزہ رکھنا

(۱) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۴۵)]

(۲) [بخاری (۱۹۷۶) کتاب الصوم: باب صوم الدهر، مسلم (۱۱۰۹) أحمد (۱۸۷/۲) ابن خزيمة

(۲۱۰۶) ابن حبان (۳۵۷۱) طحاوی (۸۵/۲) طیالسی (۲۲۵۵) عبد الرزاق (۷۸۶۲) بیہقی

[۱۶/۳]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۴۵)]

﴿من صام یوما فی سبیل اللہ بعد اللہ وجہہ عن النار سبعین خریفا﴾
 ”جس شخص نے اللہ کی راہ میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے چہرے کو ستر سال کے لیے جہنم کی آگ سے دور کر دیں گے۔“ (۱)

(۲) حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿من صام یوما فی سبیل اللہ جعل اللہ بینہ وبين النار خندقا كما بین السماء والأرض﴾
 ”جس نے اللہ کے راستے میں ایک دن روزہ رکھا اللہ تعالیٰ اس کے درمیان اور (جہنم کی) آگ کے درمیان خندق بنا دیں گے جیسے آسمان وزمین کے درمیان ہے۔“ (۲)

لفظ ”فی سبیل اللہ“ جب مطلقا بولا جائے تو اس سے مراد راہِ جہاد ہی ہوتا ہے غالباً یہی وجہ ہے کہ امام بخاریؒ بھی اس حدیث کو ”کتاب الجہاد“ میں لائے ہیں۔

(شوکانیؒ) یہ (یعنی مندرجہ بالا) حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جہاد کے لیے (نفلی) روزہ رکھنا مستحب ہے کیونکہ ”فی سبیل اللہ“ سے مراد جہاد ہے۔ (۳)

لہذا ثابت ہوا کہ دورانِ جہاد ایک روزہ رکھنے کا یہ ثواب ہے لیکن اگر روزہ رکھنے سے کمزوری آجائے اور جہاد میں نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر روزہ نہ رکھنا افضل ہے۔

(نوویؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۴)

ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کو اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

﴿إنہما یوما عید للمشرکین فأنأأرید أن أخالفہم﴾

(۱) [بخاری (۲۸۴۰) کتاب الجہاد والسیر: باب فضل الصوم فی سبیل اللہ، مسلم (۱۱۰۳) ترمذی (۱۶۲۳) نسائی (۱۷۲/۴) ابن ماجہ (۱۷۱۷) ابن خزیمہ (۲۱۱۲) دارمی (۲۴۰۴) عبد بن حمید (۹۷۷)]

(۲) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۱۶۲۴) کتاب فضائل الجہاد: باب ما جاء فی فضل الصوم فی سبیل اللہ]

(۳) [نبیل الأوطار (۲۳۹/۳)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۲۷۹/۴)]

”یہ دونوں دن شکر کوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔“ (۱)

نفلی روزہ انسان جب چاہے افطار کر سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ دخل علي النبي ﷺ ذات يوم فقال: هل عندكم شيء؟ فقلنا: لا، قال: فإني إذن صائم، ثم أتانا يومًا آخر فقلنا: يا رسول الله! أهدى لنا حيس فقال: أرينيه فلقد أصبحت صائمة فأكل ﴾
 ”ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا ”نہیں۔“
 آپ ﷺ نے فرمایا ”میں تو پھر روزہ دار ہوں۔“ پھر ایک دوسرے دن آپ ﷺ ہمارے پاس آئے تو میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بھی دکھاؤ۔ بیشک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے (حلوہ) کھالیا۔“ (۲)

(2) حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿ أحى النبي ﷺ بين سلمان وأبي الدرداء فزار سلمان أبا الدرداء فرأى أم الدرداء متبذلة فقال لها: ما شأنك، قالت: أخوك أبو الدرداء ليس له حاجة في الدنيا، فجاء أبو الدرداء فصنع له طعاما فقال كل، قال فإني صائم، قال ما أنا بأكل حتى تأكل، قال: فأكل، فلما كان الليل ذهب أبو الدرداء يقوم، قال: نم، فنام، ثم ذهب يقوم، فقال نم، فلما كان من آخر الليل قال سلمان: قم الآن فصليا، فقال له سلمان: إن لربك عليك حقا، ولنفسك عليك حقا، ولأهلك عليك حقا، فأعط كل ذي حق حقه، فأتى النبي ﷺ فذكر ذلك له، فقال النبي ﷺ صدق سلمان ﴾

”نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ میں (ہجرت کے بعد) بھائی چارہ کرایا تھا۔ ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے گئے تو ان کی بیوی حضرت ام درداء

(۱) [صحیح: نسائی فی الکبریٰ (۱۴۶/۲) (۲۷۷۵) ابن خزیمہ (۲۱۶۷) ابن حبان (۳۶۱۶) أحمد (۲۲۳/۶) طبرانی کبیر (۲۳۸/۲۳) حاکم (۴۳۶/۱)] امام بیہقی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ [المجمع (۱۹۸/۳) امام حاکم نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے جب کہ امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔ شیخ حازم علی قاضی نے اسے صحیح کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۹۰۶/۲)] شیخ صحیحی حلاق نے اسے حسن کہا ہے۔ [التعلیق علی سبل السلام (۱۷۵/۴)]

(۲) [مسلم (۱۱۵۴) کتاب النسیام: باب جواز صوم النافلة بنية من النهار..... أحمد (۲۰۷/۶) أبو داود (۲۴۵۵) ترمذی (۷۳۴) نسائی (۱۹۴/۴) شرح معانی الآثار (۱۰۹/۲) دار قطنی (۱۷۲/۲) بیہقی (۲۷۵/۴) عبد الرزاق (۷۷۹۳)]

کو بہت پھٹے پرانے حال میں دیکھا۔ ان سے دریافت کیا کہ ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ ام درداء نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی ابو درداء ایسے ہیں کہ انہیں دنیا میں کوئی حاجت ہی نہیں۔ پھر ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی آگے اور ان کے سامنے کھانا پیش کیا اور کہا کہ کھانا کھاؤ۔ انہوں نے کہا کہ میں تو روزہ دار ہوں۔ اس پر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی اس وقت تک کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تم خود بھی شریک نہ ہو گے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ کھانے میں شریک ہو گئے (اور اپنا نظلی روزہ توڑ دیا)۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے بیدار ہوئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر (کچھ دیر بعد) وہ قیام کرنے لگے تو سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ابھی سو جاؤ۔ پھر جب رات کا آخری حصہ ہوا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اچھا اب اٹھ جاؤ۔ چنانچہ دونوں نے نماز پڑھی۔ اس کے بعد حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے رب کا تم پر حق ہے تمہاری جان کا تم پر حق ہے اور تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے۔ لہذا ہر حق والے کو اس کا حق ادا کرو۔ جب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سلمان نے سچ کہا ہے۔“ (۱)

(3) حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی پینے کی چیز پیش کی گئی آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن مجھے پکڑا دیا لہذا میں نے بھی اس سے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں گناہ کر بیٹھی ہوں آپ میرے لیے استغفار کیجئے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا:

﴿كنت صائمة فأفطرت فقال أمن قضاء كنت تقضيه؟ قالت: لا، قال: فلا يضرك﴾

”میں روزہ دار تھی اور میں نے (آپ کا جوٹھا پانی پینے کے لیے) روزہ توڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔“

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔ (۲)

(4) جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿الصائم المتطوع أمير نفسه إن شاء صام وإن شاء أفطر﴾

(۱) [بخاری (۱۹۶۸، ۶۱۳۹) کتاب الصوم: باب من أتمم على أخيه ليفطر في التطوع..... ترمذی

[۲۴۱۳]

(۲) [صحيح: صحيح ابو داود (۲۱۴۵) كتاب الصيام: باب في الرخصة فيه ابو داود (۲۴۵۶) ترمذی

(۷۳۱) كتاب الصوم: باب ما جاء في إفطار الصائم المتطوع]

”نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر چاہے تو روزہ مکمل کر لے اور اگر چاہے تو

توڑ دے۔“ (۱)

(شوکانی) باب کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ جس نے نفلی روزہ رکھا ہو وہ روزہ توڑ سکتا ہے بالخصوص جب وہ کسی مسلمان کی کھانے کی دعوت میں ہو۔ (۲)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

□ نفلی روزہ توڑنے والے شخص پر اس روزے کی قضاء دینا ضروری نہیں بلکہ اسے اختیار ہے اگر وہ پسند کرے تو قضاء دے لے اور اگر نہ چاہے تو نہ دے دونوں طرح درست ہے۔ نیز اس مسئلے کی مزید تفصیل گذشتہ ”روزوں کی قضاء کے بیان“ کے تحت گزر چکی ہے، تفصیل کا طالب اس کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

(سعودی مجلس افتاء) نفلی روزہ رکھنے والے کے لیے جائز ہے کہ وہ روزے کے درمیان میں روزہ چھوڑ دے اور اس پر کوئی قضاء نہیں۔ (۴)

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا یحل للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه ﴾

”کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا خاوند گھر میں ہو والا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ﴿ فی غیر رمضان ﴾ ”رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔“ (۵)
(نووی) اس حدیث میں مذکور روزے کو نفلی اور مستحب روزے پر محمول کیا جائے گا کہ جس کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ اور یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے (یعنی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے جبکہ شوہر عورت کے پاس موجود ہو)۔ (۶)

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی، ترمذی (۷۳۲) کتاب الصیام: باب ما جاء فی إفتار الصائم المتطوع]

(۲) [نیل الأوطار (۲۴۲/۳)]

(۳) [تحفة الأحوذی (۴۹۰/۳)]

(۴) [فتاوی اللحنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۳۸۸/۱۰)]

(۵) [بخاری (۵۱۹۵) کتاب النکاح: باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها لأحد إلا بإذنه، أبو داؤد (۲۴۵۸)]

(۶) مسلم (۱۰۲۶) کتاب الزکاة: باب ما أنفق العبد من مال مولاه، أحمد (۳۱۶/۲) بیہقی (۱۹۲/۴)

[شرح السنة (۱۶۶۴) عبدالوہاب (۷۸۸۶)]

(۶) [شرح مسلم للندوی (۳۵۱/۴)]

(2) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿جاءت امرأة إلى النبي ﷺ ونحن عنده فقالت يا رسول الله إن زوجي صفوان بن معطل يضربني إذا صليت ويفطرنني إذا صمت، لا يصلي صلاة الفجر حتى تطلع الشمس قال، و صفوان عنده قال فسأله عما قالت فقال يا رسول الله أما قولها يضربني إذا صليت فإنها تقرأ بسورتين وقد نهيتها قال فقال لو كانت سورة واحدة لكفت الناس وأما قولها يفطرنني فإنها تنطلق فتصوم وأنا رجل شاب فلا أصبر فقال رسول الله ﷺ يومئذ لا تصوم المرأة إلا بإذن زوجها وأما قولها إني لا أصلي حتى تطلع الشمس فإننا أهل بيت قد عرف لنا ذاك لا نكاد نستيقظ حتى تطلع الشمس قال فإذا استيقظت فصل﴾

”ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور اس وقت ہم بھی آپ ﷺ کے پاس تھے وہ کہنے لگی اے اللہ کے رسول! میرا شوہر صفوان بن معطل جب میں نماز پڑھتی ہوں تو مجھے مارتا ہے جب میں روزہ رکھتی ہوں تو میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اور نماز فجر طلوع آفتاب کے بعد ادا کرتا ہے۔ راوی نے بیان کیا کہ صفوان بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے وہ باتیں پوچھیں جو اس عورت نے کہی تھیں۔ تو اس نے کہا اے اللہ کے رسول! اس کی یہ بات کہ جب میں نماز پڑھتی ہوں یہ مجھے مارتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ نماز میں دوسورتیں پڑھتی ہے (اور اتنی دیر مجھے چھوڑے رکھتی ہے) حالانکہ میں نے اسے دوسورتیں پڑھنے سے منع بھی کیا تھا۔ اگر ایک سورت پڑھی جائے تو وہ بھی لوگوں کو کافی ہو جاتی ہے۔ صفوان نے کہا کہ اس کی یہ بات کہ یہ میرا روزہ تڑوا دیتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ روزے رکھنا شروع ہو جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں، مجھ سے سہم نہیں ہوتا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر (نفلی) روزہ نہ رکھے۔ صفوان نے کہا اس کی یہ بات کہ میں طلوع آفتاب کے بعد نماز فجر ادا کرتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اہل پیشہ لوگ ہیں اور ہماری یہ عادت بن چکی ہے (کہ رات کے آخری حصے میں سوتے ہیں) اس لیے صبح طلوع آفتاب تک نہیں اٹھ سکتے تو آپ ﷺ نے فرمایا: جب تم اٹھو اسی وقت نماز ادا کر لیا کرو۔“ (۱)

(ابن حجر عسقلانی) شوہر حاضر ہو اور اس کی رضامندی کے بغیر عورت کے لیے نفلی روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۲)

(۱) [صحیح: صحیح ابو داؤد (۲۱۴۷) کتاب الصیام: باب المرأة تصوم بغیر اذن زوجها، ابو داؤد

(۲۴۵۹) الصحیحہ (۷۰۲/۱)]

(۲) [الزواجر لابن حجر العسقلانی (۴۳۱/۱)]

حرام مہینوں اور ماہِ رجب میں روزوں کے متعلق کچھ ثابت نہیں

(شیخ حسین بن عودہ) حرام مہینوں کی تخصیص میں کچھ بھی ثابت نہیں۔ اور اس ضمن میں جو حدیث مروی ہے وہ ضعیف ہے (جیسا کہ شیخ البانیؒ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)۔ (۱)

باقی صرف وہی روزے رہ جاتے ہیں جن کے متعلق نصوص موجود ہیں مثلاً سوموار اور جمعرات کا روزہ اور ایامِ بیض کے روزے وغیرہ۔

اسی طرح ماہِ رجب کے روزوں کے متعلق بھی کوئی دلیل ثابت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی خاص فضیلت ثابت ہے۔ (۲)

خرشہ بن حرب بیان کرتے ہیں کہ

﴿رأيت عمر يضرب أكف المترجيبين حتى يضعوها في الطعام ويقول كلوا فإنما هو شهر

كانت تعظمه الجاهلية﴾

”میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا وہ ماہِ رجب میں روزہ رکھنے والوں کے ہاتھوں پر مارتے تھے حتیٰ کہ وہ اپنے ہاتھ کھانے میں داخل کرتے (اور روزے توڑ دیتے) اور عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ یہ ایسا مہینہ ہے جس کی جاہلیت کے لوگ تعظیم کیا کرتے تھے۔“ (۳)

ایک روایت میں ہے کہ

﴿عن ابن عمر: أنه كان إذا رأى الناس وما يعدونه لرجب كرهه﴾

”حضرت ابن عمرؓ نے جب لوگوں اور رجب کے لیے ان کی تیار کردہ اشیاء دیکھتے تو ناپسند کرتے۔“ (۴)

(ابن تیمیہؒ) خاص طور پر ماہِ رجب کے روزے کے متعلق تمام احادیث ضعیف ہیں بلکہ موضوع و من گھڑت ہیں۔ اہل علم ان میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں کرتے۔ (۵)

(ابن قدامہؒ) صرف ماہِ رجب کے ہی روزے رکھنا مکروہ ہے۔ (۶)

(سعودی مجلسِ افتاء) سوموار اور جمعرات کا روزہ ماہِ رجب یا ماہِ شعبان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ سال کے تمام

(۱) [تمام المنة (ص ۴۱۳) ضعیف ابو داؤد (۵۲۶)]

(۲) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۲۶۲/۳)]

(۳) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۷) روہ ابن ابی شیبہ]

(۴) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۸) روہ ابن ابی شیبہ]

(۵) [مجموع الفتاوى (۲۹۰/۲۵)]

(۶) [المغنی لابن قدامة (۴۲۹/۴)]

مہینوں میں مستحب ہے۔ (۱)

نفلی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کر نا لازم نہیں

کیونکہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دن میں نفل روزے کی نیت کی اور روزہ رکھ لیا۔ اس لیے نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے پہلے نیت کر لینے سے روزہ ہو جاتا ہے۔ اس مسئلے کی مزید تفصیل گزشتہ ”روزوں کے آداب کے بیان“ کے تحت گزر چکی ہے۔

کیا فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھے جاسکتے ہیں؟

(سعودی مجلس افتاء) جس نے اپنے اوپر فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھ لیے پھر فرض روزوں کی قضاء دی تو اس کی قضاء کفایت کر جائے گی لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضاء دے پھر نفل روزے رکھے کیونکہ فرض زیادہ اہم ہے۔ (۲)



(۱) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۴۰۰)

(۲) فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۱۰/۳۸۳)

جن ایام کے روزے ممنوع ہیں

باب الايام المنعی عن صیامها

عیدین کا روزہ رکھنا حرام ہے

(1) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿نہی رسول اللہ عن صوم یوم الفطر والنحر﴾

”رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے منع فرمایا ہے۔“ (۱)

(2) ابن ازہر کے غلام ابو سعید نے بیان کیا کہ

﴿شہدت العید مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال: هذان یومان نہی رسول اللہ عن

صیامهما: یوم فطر کہ من صیامکم والیوم الآخر تأکلون فیہ من نسککم﴾

”میں عید کے دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ دو دن

ایسے ہیں جن کے روزوں سے رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے۔ (ماہ رمضان کے) روزوں کے بعد

افطار کا دن (یعنی عید الفطر کا دن) اور دوسرا دن وہ جس میں تم اپنی قربانی کا گوشت کھاتے ہو (یعنی عید

الاضحیٰ کا دن)۔“ (۲)

(3) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿یُنہی عن صیامین: الفطر والنحر﴾

”دو روزوں سے منع کیا گیا ہے: عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے روزے سے۔“ (۳)

(4) ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا صوم فی یومین: الفطر والأضحی﴾

(۱) [بخاری (۱۹۹۱) کتاب الصوم: باب صوم یوم الفطر، مسلم (۱۱۳۸) کتاب الصیام: باب النہی عن

صوم یوم الفطر ویوم الأضحی، أحمد (۳۴۱۳) شرح السنة (۴۵۱) ابن ماجہ (۱۷۲۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۹۰) کتاب الصوم: باب صوم یوم الفطر، مسلم (۱۱۳۷) کتاب الصیام: باب النہی عن

صوم یوم الفطر ویوم الأضحی، ابو داؤد (۲۴۱۶) ترمذی (۷۷۱) ابن ماجہ (۱۷۲۲) مؤطا (۱۷۸۱)

ابن حبان (۳۶۰۰) ابن الجارود (۴۰۱) بیہقی (۲۹۷/۴) شرح السنة للبیہقی (۱۷۸۹)]

(۳) [بخاری (۱۹۹۳) کتاب الصوم: باب الصوم یوم النحر، مسلم (۱۱۳۸) کتاب الصیام: باب النہی عن

صوم یوم الفطر ویوم الأضحی، مؤطا (۳۰۰/۱) شرح السنة للبیہقی (۱۷۸۸) احمد (۵۱۱/۴) ابن حبان

(۳۵۹۸) بیہقی (۲۹۷/۴)]

”عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں میں روزہ رکھنا جائز نہیں۔“ (۱)

(نووی) علماء نے اجماع کیا ہے کہ ہر حال میں ان دنوں دنوں کا روزہ حرام ہے، خواہ انسان ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھے یا نفل روزہ رکھے یا کفارے کا روزہ رکھے یا اس کے علاوہ کوئی اور روزہ رکھے۔ (۲)

(ابن قدامہ) اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ عیدین کے دنوں دنوں میں روزہ رکھنا ممنوع و حرام ہے، خواہ نفل روزہ ہو نذر کا ہو یا کفارے کا ہو یا کفارے کا ہو۔ (۳)

(ابن حجر بیہقی) عیدین کو دنوں میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۴)

(جمہور شافعی) عیدین کے دنوں میں روزے کی نذر منعقد نہیں ہوتی اور نہ ہی اس کی قضا لازم ہے۔

(ابو حنیفہ) نذر منعقد ہو جاتی ہے اور ان دنوں کی قضا بھی لازم ہے لہذا اگر کوئی ان دنوں میں نذر کا روزہ رکھ لے تو درست ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) عیدین کے دنوں دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۶)

عیدین کے دوسرے یا تیسرے دن روزہ رکھنے کا حکم

یاد رہے کہ عید کے دوسرے روز شوال کا یا قضاء کا روزہ رکھنا درست ہے کیونکہ عید کا صرف ایک دن ہے اور لوگوں میں جو یہ معروف ہو چکا ہے کہ عید کے تین دن ہیں اس کے متعلق شریعت میں کوئی نص موجود نہیں لہذا دو یا تین شوال کو روزہ رکھنا جائز ہے۔

ایام تشریق کا روزہ رکھنا حرام ہے

(۱) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا:

﴿کل فہذہ الأيام التی کان رسول اللہ ﷺ یأمرنا یأفطارھا وینہانا عن صیامھا﴾ قال مالک

وہی ایام التشریق ﴿﴾

(۱) [بخاری (۱۹۹۵) کتاب الصوم: باب الصوم یوم النحر]

(۲) [شرح مسلم للنووی (۲۷۱/۴) نیل الأوطار (۲۴۶/۳)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۲۴/۴)]

(۴) [الزواجر لابن حجر المہشمی (۴۳۲/۱)]

(۵) [المغنی (۳۹۸/۴) الحاوی (۴۵۵/۳) الأم (۱۴۴/۲) بدائع الصنائع (۷۸/۲) المیسوط (۹۵/۳) الکافی

(ص ۱۲۸/۱) بدایة المحتشد (۲۱۵/۱) نیل الأوطار (۲۴۶/۳)]

(۶) [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمیة والإفتاء (۴۰۵/۱۰)]

”کھاؤ ان دنوں میں رسول اللہ ﷺ ہمیں روزہ چھوڑنے کا حکم دیا کرتے تھے اور روزہ رکھنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ امام مالک فرماتے ہیں کہ ان دنوں سے مراد ایام تشریق (یعنی گیارہ بارہ اور تیرہ ذوالحجہ کے دن) ہیں۔“ (۱)

(2) ہمیشہ ہذلی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

﴿ایام التشریق ایام اکل و شرب﴾

”ایام تشریق کھانے پینے کے دن ہیں۔“ (۲)

(3) صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ اعلان کروایا:

﴿أنه لا يدخل الحنة إلا مؤمن، وایام منی ایام اکل و شرب﴾

”بلاشبہ جنت میں صرف مؤمن ہی داخل ہوگا اور ایام منی (یعنی 11، 12، 13 ذوالحجہ کے دن) کھانے پینے

کے دن ہیں۔“ (۳)

(ابن حزم) ایام تشریق میں روزے جائز نہیں۔ (۴)

(ابن قدامہ) ایام تشریق میں روزہ رکھنا ممنوع ہے۔ (۵)

(ابن حجر عسقلانی) ایام تشریق میں روزہ رکھنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۶)

حج تمتع کرنے والے کے لیے ایام تشریق میں روزوں کا حکم

(1) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿لم یرخص فی ایام التشریق أن یصمن إلا لمن لم یجد الهدی﴾

”کسی کو ایام تشریق میں روزہ رکھنے کی اجازت نہیں مگر اس کے لیے جسے قربانی کی طاقت نہ ہو۔“ (۷)

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۱۳) کتاب الصیام: باب صیام ایام التشریق، أبو داود (۲۴۱۸) أحمد

(۱۹۷/۴) دارمی (۲۴۴/۲) طحاوی (۲۴۴/۲) حاکم (۴۳۵/۱) بیہقی (۲۹۷/۴) ابن خزيمة

[[(۲۱۴۹)

(۲) [مسلم (۱۱۴۱) کتاب الصیام: باب تحريم صوم ایام التشریق، أبو داود (۲۸۱۳) نسائی (۱۷۰/۷)

أحمد (۷۵/۵) طحاوی (۲۴۵/۲) بیہقی (۲۹۷/۴) [[

(۳) [مسلم (۱۱۴۲) کتاب الصیام: باب تحريم صوم ایام التشریق، احمد (۴۶۰/۳) [[

(۴) [المحلی بالآثار (۴۵۱/۴) [[

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴۲۵) [[

(۶) [الزواجر لابن حجر النیشمی (۴۳۲/۱) [[

(۷) [بخاری (۱۹۹۷، ۱۹۹۸) کتاب الصوم: باب صیام ایام التشریق]

(2) حضرت عروہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿كانت عائشة رضی اللہ عنہا تصوم ایام منی وکان أبوہ یصومہا﴾
 ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایام منی (یعنی ایام تشریق) کے روزے رکھتی تھیں، اور ہشام کے والد عروہ بھی روزہ رکھتے تھے۔“ (۱)

(3) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿الصیام لمن تمتع بالعمرة إلى الحج إلى یوم عرفة، فإن لم یجد هدیا ولم یصم صام ایام منی﴾
 ”جو حاجی حج اور عمرہ کے درمیان تمتع کرے، اسی کو یوم عرفہ تک روزہ رکھنے کی اجازت ہے لیکن اگر قربانی کی طاقت نہ ہو اور نہ اس نے روزہ رکھا تو ایام منی (ایام تشریق) میں بھی روزہ رکھ لے۔“ (۲)

ان تمام احادیث سے معلوم ہوا کہ حج تمتع کرنے والا شخص اگر قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ منی میں رہنے کے دنوں میں روزے رکھ سکتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کے لیے ان ایام میں روزے رکھنے کی اجازت نہیں۔ امام بخاری بھی اسی کے قائل ہیں یہی وجہ ہے کہ انہوں نے صرف جواز کی احادیث ہی نقل فرمائی ہیں اور جن احادیث میں ممانعت ہے وہ ذکر نہیں کیں۔

(ابن حجر) انہوں نے بھی اسی موقوف کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

(شوکانی) یہی مذہب سب سے زیادہ قوی ہے۔ (۴)

تاہم فقہاء نے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے:

(شافعی، ابوحنیفہ) کسی کے لیے بھی ایام تشریق میں روزے رکھنا جائز نہیں۔

(مالک) وہ حج تمتع کرنے والا جو قربانی کی طاقت نہ رکھتا ہو ایام تشریق میں روزے رکھ سکتا ہے (امام شافعی کا

قدیم قول یہی ہے)۔ (۵)

(راجح) امام مالک وغیرہ کا موقوف راجح ہے۔

(۱) [بخاری (۱۹۹۶) کتاب الصیام: باب صیام ایام التشریق]

(۲) [بخاری (۱۹۹۹) کتاب الصوم: باب صیام ایام التشریق]

(۳) [فتح الباری (۷۶۸/۴)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۴۹/۳)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۱۶۹/۳) کشاف القناع (۳۴۲/۲) الإنصاف فی معرفة الراجح من الخلاف

(۳۵۱/۳) الأم للشافعی (۱۰۴/۲) مغنی المحتاج (۴۳/۱) المہذب (۱۸۹/۱) الخرشی (۲۶۵/۲)

[المدونة الكبرى (۳۸۹/۱)]

استقبالِ رمضان کے لیے ایک یا دو دن پہلے روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا يتقصد من أحدكم رمضان بصوم يوم أو يومين إلا أن يكون رجل كان يصوم صوما فليصم ذلك اليوم ﴾

”تمہارے کوئی شخص رمضان سے پہلے (شعبان کی آخری تاریخوں میں) ایک یا دو دن کے روزے نہ رکھے البتہ اگر کسی کو ان میں روزے رکھنے کی عادت ہو تو اس دن بھی روزہ رکھ سکتا ہے۔“ (۱)

بغیر عادت کے نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إذا انتصف شعبان فلا تصوموا ﴾

”جب شعبان نصف ہو جائے تو تم روزے نہ رکھو۔“ (۲)

واضح رہے کہ حدیث میں مذکور ممانعت ایسے شخص کے لیے ہے جو عادتاً روزے نہ رکھتا ہو اور جس کی عادت ہو وہ نصف شعبان کے بعد بھی روزے رکھ سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ حدیث سے بھی یہی بات واضح ہوتی ہے۔

خاوند کی اجازت کے بغیر بیوی نفلی روزہ نہ رکھے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ

روزے رکھے جبکہ اس کا شوہر گھر میں ہو والا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔“

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں ”رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔“ (۳)

(نووی) یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے۔ (۴)

(۱) [بخاری (۱۹۱۴) کتاب الصوم: باب لا يتقصد من رمضان بصوم يوم ولا يومين، مسلم (۱۰۸۲) أبو داؤد

(۲۳۳۵) ترمذی (۶۸۴) نسائی (۱۴۹۵) ابن ماجہ (۱۶۵۰) أحمد (۲۳۴۱/۲)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داؤد (۲۰۴۹) كتاب الصوم: باب في كراهية ذلك، ترمذی (۷۳۸) ابن ماجہ

(۱۶۵۱) نسائی فی الكبرى کما فی تحفة الأشراف (۱۴۰۹۸/۱۰) أحمد (۴۴۲۲) عبد الرزاق

(۷۳۲۵) دارمی (۱۷/۲) ابن حبان (۳۵۸۹) شرح معانی الآثار (۸۲/۲)]

(۳) [بخاری (۵۱۹۵) كتاب المكاح: باب لا تاذن المرأة في بيت زوجها لأحد إلا باذنه، أبو داؤد (۲۴۵۸)

مسلم (۱۰۲۶) أحمد (۳۱۶۲) بیہقی (۱۹۲/۴) شرح السنة (۱۶۹۴) عبد الرزاق (۷۸۸۶)]

(۴) [شرح مسلم للنووی (۳۵۱/۴)]

اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے گزشتہ ”نفل روزے کا بیان“ ملاحظہ کیجیے۔

ہمیشہ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(1) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:

﴿ إِنَّكَ لَتَصُومُ الدَّهْرَ وَتَقُومُ اللَّيْلَ فَقُلْتَ نَعَمْ قَالَ : إِنَّكَ إِذَا فَعَلْتَ ذَلِكَ هَجَمْتَ لَهَا الْعَيْنَ وَنَفَهْتَ لَهَا النَّفْسَ ، لَا صَامَ مِنْ صَامِ الدَّهْرِ ، صَوْمٌ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ صَوْمِ الدَّهْرِ كُلِّهِ ، قُلْتَ : فَإِنِّي أَطِيقُ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ ، قَالَ : فَصِمِ صَوْمَ دَاوُدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ يَصُومُ يَوْمًا وَيُفْطِرُ يَوْمًا وَلَا يَفِرُ إِذَا لَاقَى ﴾

”کیا تو مسلسل روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے؟ میں نے کہا ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تو ایسے ہی کرتا رہا تو آنکھیں دھنس جائیں گی اور تو بہت کمزور ہو جائے گا۔ یہ کوئی روزہ نہیں کہ کوئی زندگی بھر (بغیر ناغے کے روزانہ) روزہ رکھے۔ (ہر ماہ) تین دن کا روزہ پوری زندگی کے روزے کے برابر ہے۔ اس پر میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر داؤد علیہ السلام کا روزہ رکھ لو۔ وہ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن چھوڑتے تھے اور جب دشمن کا سامنا ہوتا تو پیٹھ نہیں دکھلاتے تھے۔“ (۱)

(2) حضرت عبداللہ بن شہیر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ صَامَ الْأَبَدَ فَلَا صَامَ وَلَا أَفْطَرَ ﴾

”جس نے ہمیشہ روزہ رکھا اس نے گویا نہ تو روزہ رکھا اور نہ ہی افطار کیا۔“ (۲)

(3) تین آدمیوں نے نبی ﷺ کی عبادت کو اپنے لیے کم سمجھا۔ ان میں سے ایک نے کہا ﴿ أَنَا أَصُومُ الدَّهْرَ وَلَا أَفْطِرُ ﴾ ”میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا، کبھی نہیں چھوڑوں گا.....“ آپ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ لَكِنِّي أَصُومُ وَأَفْطِرُ فَمَنْ رَغِبَ عَنِ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي ﴾ ”لیکن میں روزہ رکھتا بھی ہوں اور چھوڑتا

(۱) [بخاری (۱۹۷۹) کتاب الصوم: باب صوم داود، مسلم (۱۱۰۹) کتاب الصيام: باب النهي عن صوم الدهر، ابن أبي شيبة (۷۸۱۳) أحمد (۱۶۴۱۲) نسائي (۲۰۶/۴) ابن خزيمة (۲۱۰۶) طحاوی (۸۰/۲) طيالسی (۲۲۰۵) عبد الرزاق (۷۸۶۲) بیہقی (۲۹۹/۴) ابن حبان (۳۵۷۱) (۳۶۳۸) الحلیة لأبي نعیم (۳۲۰/۳)]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۸۴) کتاب الصيام: باب ماجاء فی صيام الدهر، ابن ماجہ (۱۷۰۵) احمد (۲۴/۴) نسائي (۲۰۶/۴) ابن خزيمة (۲۱۰۵) حاکم (۴۳۵/۱) ابن أبي شيبة (۳۲۷/۲) ابن حبان (۳۵۸۳)]

بھی ہوں..... جس نے میری سنت سے بے رغبتی اختیار کی وہ مجھ سے نہیں۔“ (۱)

جمعہ کا الگ روزہ رکھنا ممنوع ہے

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا یصوم أحدکم یوم الجمعة إلا یوما قبلہ أو بعدہ ﴾

”تم میں سے کوئی بھی بروز جمعہ روزہ نہ رکھے سوائے اس کے کہ اس سے ایک دن پہلے یا ایک دن بعد بھی

روزہ رکھے۔“ (۲)

(۲) حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

﴿ أن النبی ﷺ دخل علیہا یوم الجمعة وہی صائمة فقال: أصمت بالأمس؟ قالت: لا،

قال: أتريدین أن تصومین غدا؟ قالت: لا، قال فأفطری ﴾

”نبی کریم ﷺ ان کے ہاں جمعہ کے روز تشریف لے گئے اور وہ روزہ دار تھیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا

کہ کل کے دن بھی تم نے روزہ رکھا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا آئندہ کل

روزہ رکھنے کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: پھر روزہ توڑ دو۔“ (۳)

(۳) ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ لا تلتصخوا یوم الجمعة بصیام من بین الأيام إلا أن تكون فی صوم یصومه أحدکم ﴾

”دوسرے دنوں میں جمعہ کا دن روزے کے لیے خاص نہ کرو والا کہ جمعہ کا دن ایسے دن میں آجائے کہ اس

میں تم میں سے کوئی (پہلے سے ہی) روزہ رکھتا ہو۔“ (۴)

(ترمذی) اہل علم کا اسی پر عمل ہے وہ ناپسند کرتے ہیں کہ آدمی جمعہ کے دن کو روزہ کے لیے خاص کر لے اور نہ اس

(۱) [بخاری (۵۰۶۳) کتاب النکاح: باب الترغیب فی النکاح، مسلم (۱۴۰۱)]

(۲) [بخاری (۱۹۷۵) کتاب الصوم: باب صوم یوم الجمعة، مسلم (۱۱۴۴) کتاب الصیام: باب النہی أن

یختص یوم الجمعة بصوم، ترمذی (۱۱۹/۳) کتاب الصوم: باب ما جاء فی کراهیة صوم یوم الجمعة

وحدہ، بیہقی (۳۰۲/۴)]

(۳) [بخاری (۱۹۸۶) کتاب الصوم: باب صوم یوم الجمعة، ابو داؤد (۲۴۲۲) احمد (۴۳۰-۳۲۴/۶)

نسائی فی السنن الکبری (۱۴۲/۲) (۲۷۵۳) ابن خزیمہ (۲۱۶۲) ابن حبان (۳۶۱۱) طحاوی

(۷۸/۲) بیہقی (۳۰۲/۴) شرح السنۃ للبیہقی (۱۸۰۵) ابن ابی شیبہ (۴۳/۳)]

(۴) [مسلم (۱۱۴۳) کتاب الصیام: باب کراهیة صیام یوم الجمعة منفردا، نسائی فی السنن الکبری

(۱۴۱/۲) (۲۷۵۱) بیہقی (۳۰۲/۴)]

سے پہلے روزہ رکھے اور نہ اس کے بعد۔ نیز امام احمد اور امام اسحاقؒ بھی اسی کے قائل ہیں۔ (۱)
 (ابن قدامہؒ) اکیلے جمعہ کے دن روزہ رکھنا مکروہ ہے ہاں اگر یہ دن کسی کے اُن دنوں میں آجائے جن میں وہ پہلے سے روزے رکھتا چلا آ رہا ہے مثلاً وہ ایک دن روزہ رکھتا ہے اور ایک دن روزہ چھوڑتا ہے وغیرہ تو پھر درست ہے۔ (۲)

(جہور) ان احادیث میں بروز جمعہ روزے کی ممانعت تحریمی نہیں بلکہ تزیہی ہے۔ (۳)
 بعض لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ جمعہ کا دن روزے کے لیے مختص کرنا اس لیے ممنوع ہے کیونکہ جمعہ کے دن کو عید کہا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ﴿یوم الجمعة یوم عیدکم﴾ ﴿جمعہ کا دن تمہارا عید کا دن ہے۔﴾ (۴)
 ایک اور روایت میں قیس بن سکن بیان کرتے ہیں کہ

﴿مر ناس من أصحاب عبد الله علی ابی ذر یوم جمعة وهم صیام فقال: أقسمت علیکم لتفطرن فإنہ یوم عید﴾

”عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے کچھ لوگ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے اور وہ روزہ دار تھے۔ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تم پر قسم ڈالتا ہوں ضرور روزہ توڑ دو کیونکہ یہ عید کا دن ہے۔“ (۵)
 اور عید کے دن روزہ رکھنا بالافتقار ناجائز ہے۔ تاہم جمعہ اور عید میں اتنا فرق ضرور ہے کہ عید کے دن بہر صورت روزہ رکھنا ممنوع ہے جبکہ جمعہ کے دن کے ساتھ ایک دن پہلے یا بعد میں روزہ رکھنے سے اس دن روزہ رکھنا جائز ہو جاتا ہے۔

فرض روزے کے علاوہ صرف ہفتے کا روزہ رکھنا ممنوع ہے

حضرت صماء بنت بسر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿لا تصوموا یوم السبت إلا فیما افترض علیکم وإن لم یجد أحدکم إلا لحاء عنبۃ أو عود شجرة فلیمضغه﴾

”ہفتے کے دن روزہ نہ رکھو سوائے فرض روزے کے۔ پس اگر تم میں سے کوئی انگور کا چھلکا یا کسی درخت کا تنکا

(۱) [جامع ترمذی (۱۱۹/۳)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۲۶/۴)]

(۳) [المجموع (۴۳۸/۶ - ۴۳۹)]

(۴) [أحمد (۵۳۲/۲)]

(۵) [صحیح: إرواء الغلیل (۹۵۹) رواہ ابن ابی شیبۃ]

پائے تو چاہیے کہ (یعنی کاروزہ توڑنے کے لیے) اسی کو کھالے۔“ (۱)

(ابن قدامہ) اکیلا ہفتے کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ (۲)

واضح رہے کہ ممانعت صرف اس صورت میں ہے کہ جب اکیلا ہفتے کا روزہ رکھا جائے لیکن جب اس کے ساتھ ایک اور روزہ ملا لیا جائے تو جائز ہے۔ (۳)

مشکوٰۃ دن کا روزہ رکھنا

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿من صام اليوم الذي يشك فيه فقد عصى أبا القاسم﴾

”جس نے مشکوٰۃ دن میں روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم رضی اللہ عنہ کی نافرمانی کی۔“ (۴)

معلوم ہوا کہ ماہ شعبان کی انتیس (29) تاریخ کو اگر یہ شک ہو جائے کہ آیا چاند نظر آیا ہے یا نہیں تو اس دن روزہ رکھنا ممنوع ہے اور رسول اللہ رضی اللہ عنہ کی نافرمانی ہے۔

روزے میں وصال کرنا

حرام ہے اور اس کی تفصیل گزشتہ ”روزہ دار کے لیے حرام افعال کا بیان“ کے تحت گزر چکی ہے۔



(۱) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۱۶) كتاب الصوم: باب النهي أن يخص يوم السبت بصوم إرواء الغليل (۹۶۰) تمام المنة (ص/۴۰۵) ترمذی (۷۴۴) كتاب الصوم: باب ما جاء في صوم يوم السبت ابن ماجة (۷۲۶) كتاب الصيام: باب ما جاء في صيام يوم السبت، دارمی (۱۹/۲) شرح معانی الآثار (۸۰/۲) ابن خزيمة (۲۱۶۲) حاکم (۴۳۵/۱) بیہقی (۳۰۲/۴) شرح السنة (۱۸۰۶)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۲۸/۴)]

(۳) [ابن خزيمة (۲۱۶۷) أحمد (۳۲۳۱)]

(۴) [بخاری تعليقا (قبل الحديث ۱۹۰۶) كتاب الصوم: باب إذا رأيت الهلال..... أبو داود (۱۳۳۴) ترمذی

(۶۸۶) نسائی (۱۵۳/۴) ابن ماجة (۱۶۴۵) دارمی (۲/۲) دارقطنی (۱۵۷/۲) حاکم (۴۲۳/۱)

بیہقی (۲۰۸/۴)

نماز تراویح کا بیان

باب صلاة التراويح

نماز تراویح کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يرفع في قيام رمضان من غير أن يأمرهم بعزيمة ويقول: من قام رمضان إيماناً واحتساباً غفر له ما تقدم من ذنبه﴾

”رسول اللہ ﷺ بالجزم حکم تو نہیں دیتے تھے البتہ قیام رمضان کی ترغیب دلایا کرتے تھے اور فرماتے تھے: جس نے حالت ایمان میں اور اجر و ثواب کی غرض سے قیام رمضان میں شرکت کی اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔“ (۱)

(نوٹی) اس حدیث میں قیام رمضان سے مراد نماز تراویح ہے اور اس کے استحباب پر علماء کا اتفاق ہے۔ (۲)
(شوکانیؒ) یہ حدیث قیام رمضان یعنی نماز تراویح کی فضیلت و استحباب پر دلالت کرتی ہے۔ (۳)

نماز تراویح گھر میں افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ

فقہانے اس مسئلے میں اختلاف کیا ہے کہ یہ نماز گھر میں اکیلے اکیلے پڑھنا افضل ہے یا مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے:

(احمد، شافعی، ابو حنیفہ) مسجد میں جماعت کے ساتھ افضل ہے۔

(مالک، ابو یوسف) گھر میں اکیلے پڑھنا افضل ہے۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں ہے کہ فرانس کے علاوہ انسان کی نماز گھر میں افضل ہے۔ (۴)

(۱) [ترمذی (۸۰۸) کتاب الصوم: باب الترغیب فی قیام رمضان وما جاء فيه من الفضل، بخاری (۲۰۰۹) کتاب صلاة التراويح: باب فضل من قام رمضان، مسلم (۷۵۹) کتاب صلاة المسافرين: باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراويح، أبو داود (۱۳۷۱) کتاب الصلاة: باب فی قیام شهر رمضان، نسائی (۲۲۰۶) کتاب الصیام: باب ذکر اختلاف یحیی بن أبی کثیر والنضر بن شیبان، ابن ماجہ (۱۳۲۶) أحمد (۲۸۱/۲) دارمی (۲۶/۲)]

(۲) [شرح مسلم (۲۹۸/۳)]

(۳) [نبیل الأوطار (۲۶۵/۲)]

(۴) [نبیل الأوطار (۲۶۵/۲) المغنی (۶۰۵/۲)]

(راجح) نماز تراویح مسجد میں باجماعت افضل ہے کیونکہ سنت نبوی سے یہی عمل ثابت ہے۔ بعد ازاں آپ ﷺ نے فرض ہو جانے کے اندیشے سے اسے ترک کر دیا تھا لیکن آپ ﷺ کی وفات کے بعد جب یہ اندیشہ نہ رہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ایک امام کے پیچھے جمع کر دیا۔ اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أن رسول الله ﷺ خرج ليلة من جوف الليل فصلى في المسجد وصلى رجال بصلاته فأصبح الناس فتحدثوا 'فاجتمع أكثر منهم' فصلوا معه 'فأصبح الناس فتحدثوا فكثر أهل المسجد من الليلة الثالثة' فخرج رسول الله ﷺ فصلى فصلوا بصلاته 'فلما كانت الليلة الرابعة عجز المسجد عن أهله حتى خرج لصلاة الصبح فلما قضى الفجر أقبل على الناس فتشهد ثم قال أما بعد فإنه لم يخف على مكانكم ولكني خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها - فتوفى رسول الله ﷺ والأمر على ذلك﴾

”رسول اللہ ﷺ نے ایک رات مسجد میں نماز پڑھائی۔ صحابہ نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ یہ نماز ادا کی۔ دوسری رات آپ ﷺ نے یہ نماز پڑھائی تو نمازیوں کی تعداد بہت زیادہ بڑھ گئی۔ تیسری یا چوتھی رات تو یہ تعداد ایک بڑے اجتماع کی صورت اختیار کر گئی لیکن نبی ﷺ اس رات نماز پڑھانے کے لیے تشریف نہ لائے۔ صبح کے وقت آپ ﷺ نے فرمایا جتنی بڑی تعداد میں تم لوگ جمع ہو گئے تھے۔ میں نے اسے دیکھا، لیکن یہ خدشہ میرے باہر آنے کے لیے رکاوٹ بنا رہا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے اور پھر تم اس کی ادائیگی سے عاجز آ جاؤ۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت تھی۔“

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے تین راتیں نماز پڑھائی لیکن چوتھی رات آپ ﷺ تشریف نہ لائے..... (اس روایت کے آخر میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:)

﴿ ولكني خشيت أن تفرض عليكم فتعجزوا عنها فتوفى رسول الله ﷺ والأمر على ذلك﴾

”لیکن مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کر دی جائے تو تم اس سے عاجز آ جاؤ“ پھر رسول اللہ ﷺ کی وفات ہو گئی لیکن یہ معاملہ اسی طرح رہا۔“ (۱)

(2) حضرت عبدالرحمن بن عبد القاری فرماتے ہیں کہ

(۱) [بخاری (۱۱۲۹، ۲۰۱۲) کتاب الجمعة: باب تحريض النبي على صلاة الليل، مسلم (۷۶۱) مؤطا (۱۱۳/۱) نسائی (۲۰۲/۳) أحمد (۱۶۹/۶) ابن خزيمة (۲۲۰۷) عبد بن حميد (۱۴۶۹) ابن الجارود (۴۰۲) بیہقی (۴۰۲/۲) شرح السنة (۵۰۸/۲)]

﴿خرجت مع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ لیلۃ فی رمضان إلی المسجد فإذا الناس أوزاع متفرقون یصلی الرجل لنفسه، ویصلی الرجل فیصلی بصلاته الرهط فقال عمر: إنی أری لو جمعت هؤلاء علی قارئ واحد لکان أمثل، ثم عزم فجمعهم علی أبی بن کعب، ثم خرجت معہ لیلۃ أخرى والناس یصلون بصلاة قارئهم، قال عمر: نعم البدعة هذه، والنبی ینامون عنہا أفضل من النبی یقومون۔ یرید آخر اللیل۔ وکان الناس یقومون أولہ﴾

”میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں گیا، سب لوگ متفرق اور منتشر تھے۔ کوئی اکیلا نماز پڑھ رہا تھا اور کوئی کسی کے پیچھے کھڑا تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اگر میں تمام لوگوں کو ایک قاری کے پیچھے جمع کر دوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے اسی عزم و ارادے کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو ان کا امام مقرر کر دیا۔ (حضرت عبدالرحمنؓ کہتے ہیں کہ) پھر ایک رات جب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلا تو دیکھا کہ لوگ اپنے امام کے پیچھے نماز (تراویح) پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ نیا طریقہ بہتر اور مناسب ہے۔ اور رات کا وہ حصہ جس میں یہ لوگ سو جاتے ہیں اُس حصے سے بہتر ہے جس میں یہ نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی مراد رات کے آخری حصے کی فضیلت سے تھی کیونکہ لوگ یہ نماز رات کے شروع میں ہی پڑھ لیتے تھے۔ (۱)

(3) حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿أمر عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ أبی بن کعب و تمیما الداری أن یقوما للناس فی رمضان بإحدى عشرة رکعة فكان القارئ یقرأ بالمئین حتی کنا نعتمد علی العصا من طول القيام، فما کنا ننصرف إلا فی فروع الفجر﴾

”حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔ چنانچہ امام ایک رکعت میں مئین سورتوں (جن کی آیات ایک سو سے زیادہ ہیں) میں سے کوئی ایک سورت تلاوت کرتا تھی کہ ہم طویل قیام کی وجہ سے لاشیوں کا سہارا لیتے تھے اور ہم صبح صادق کے آغاز میں کہیں واپس لوٹتے تھے۔“ (۲)

مندرجہ بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان باجماعت مشروع ہے اور رسول اللہ ﷺ نے محض اس اندیشے کی وجہ سے چوتھی رات جماعت سے گریز کیا تھا کہ یہ نماز مسلمانوں پر فرض نہ کر دی جائے۔ بعد ازاں جب

(۱) [بخاری (۲۰۱۰) کتاب صلاة القراویح: باب فضل من قام رمضان، مؤطا (۱۱۴/۱)]

(۲) [صحیح: هداية الرواة (۶۹/۲) مؤطا (۹۲)]

رسول اللہ ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا تو جس چیز سے رسول اللہ ﷺ خائف تھے اس سے امن ہو گیا کیونکہ کسی بھی کام کی علت اپنے وجود یا عدم میں معلول کے تابع ہوتی ہے لہذا جب عارض زائل ہو گیا تو باجماعت (نماز تراویح) کی سنت باقی رہ گئی۔

پس جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت آیا تو انہوں نے اسی سنت کو زندہ کرتے ہوئے کہ جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنایا تھا اس نماز کو باجماعت ادا کرنے کا حکم دے دیا۔ یاد رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس فعل کو بدعت سے اس لیے موسوم کیا تھا کہ ان کے زمانے میں پہلے اس طرح یہ نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اس لیے ان کے زمانے میں یقیناً یہ نیا کام تھا۔ لیکن فی الحقیقت یہ کام رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کیا جا چکا تھا۔ اسے بدعت کہنے کی وجہ یہ ہرگز نہیں تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بدعت کی تقسیم سے مطلع کرنا چاہتے تھے کہ بدعت کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک بدعت حسنہ اور ایک سیدہ، جیسا کہ آج بعض حضرات یہ مؤقف رکھتے ہیں۔ بلکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

(ابن تیمیہؒ) اس حدیث میں یہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدعت کو اچھا کہا ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی بدعت ہے شرعی نہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ لغت میں بدعت ہر ایسے کام کو کہا جاتا ہے جس کی ابتداء پہلی مرتبہ کی گئی ہو۔ شرعی بدعت یہ ہے کہ ہر ایسا کام جس کی کوئی شرعی دلیل موجود نہ ہو۔ (۱)

عورتیں بھی مسجد میں حاضر ہو کر باجماعت تراویح میں شرکت کر سکتی ہیں

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روزے رکھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں نماز تراویح نہیں پڑھائی حتیٰ کہ ماہ رمضان کے صرف سات دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد (تیسویں رات) کو تراویح پڑھائی، پھر چوبیسویں رات کو آپ ﷺ نے تراویح نہیں پڑھائی اور پچیسویں رات جب نصف گزر گئی تو آپ ﷺ نے ہمیں تراویح پڑھائی۔ ہم نے کہا اے اللہ کے رسول! اگر آپ ہمیں اس رات کے باقی حصے میں بھی تراویح پڑھائیں تو بہتر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿إنه من قام مع الإمام حتى ينصرف كتب له قيام ليلة﴾ ثم لم يصل بنا حتى بقي ثلاث من الشهر و صلى بنا في الثالثة، و دعا أهله و نسائه، فقام بنا حتى تخوفنا الفلاح،

قلت له: و ما الفلاح؟ قال: السحور ﴿﴾

”جس نے امام کے ساتھ اس کے فارغ ہونے تک نماز تراویح ادا کی (یعنی باجماعت نماز تراویح کا اہتمام کیا) اس کے لیے ساری رات کے قیام کا اجر لکھا جائے گا۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں تراویح نہیں پڑھائی حتیٰ کہ ماہ رمضان کے صرف تین دن باقی رہ گئے۔ پھر آپ ﷺ نے ہمیں ستائیسویں رات کو تراویح پڑھائی اور اس میں اپنے گھر والوں اور اپنی بیویوں کو بھی شریک کیا۔“ آپ ﷺ نے ہمیں اتنی دیر قیام کرایا کہ ہمیں فلاح کے ختم ہو جانے کا خوف لاحق ہو گیا۔ میں (یعنی جبیر بن نفیر) نے کہا کہ یہ فلاح کیا ہے؟ تو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اس سے مراد سحری ہے۔“ (۱)

اس حدیث میں محل شاہد یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب تیسری مرتبہ نماز تراویح پڑھائی تو اپنی بیویوں کو بھی تراویح کی جماعت میں شریک کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر عورتیں مسجد میں جا کر باجماعت نماز تراویح پڑھنا چاہیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

نماز تراویح کا وقت

نماز تراویح کا وقت عشاء کے بعد سے لے کر طلوع فجر تک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يصلي فيما بين أن يفرغ من صلاة العشاء إلى الفجر إحدى عشرة ركعة يسلم بين كل ركعتين ويوتر بواحدة﴾
 ”رسول اللہ ﷺ نماز عشاء سے فارغ ہونے کے بعد فجر تک گیارہ رکعت نماز ادا فرماتے۔ ہر دو رکعتوں کے بعد سلام پھیرتے اور پھر آخر میں ایک رکعت دہرا فرماتے۔“ (۲)

تاہم افضل وقت رات کا آخری حصہ ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿فإن صلاة آخر الليل مشهودة وذلك أفضل﴾

(۱) [صحیح: صحیح ترمذی (۶۴۶) کتاب الصوم: باب ما جاء في قيام شهر رمضان، ترمذی (۸۰۶) ابو داؤد (۱۳۷۵) کتاب الصلاة: باب في قيام شهر رمضان، نسائی (۱۳۶۴) کتاب السہو: باب بواب من صلى مع الإمام حتى ينصرف، ابن ماجہ (۱۳۲۷) کتاب إقامة الصلاة والسنة فيها: باب ما جاء في قيام شهر رمضان، احمد (۱۵۹/۵) ابن خزيمة (۲۲۰۶) دارمی (۲۶۱/۲)]

(۲) [مسلم (۷۳۶) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب صلاة الليل وعدد ركعات النبي ﷺ في الليل وأن الوتر ركعة، بخاری (۶۲۶) مؤطا (۲۶۴) ابو داؤد (۱۳۳۶) ترمذی (۴۴۰) نسائی (۴۴۱) (۶۸۴) (۱۳۲۷) وفي السنن الكبرى (۱۴۱۹) شرح السنة للبعثی (۹۰۰) ابن حبان (۲۴۲۷) بیہقی (۲۳/۳) تحفة الأشراف (۱۶۵۹۳)]

”بلاشبہ رات کے آخری حصے کی نماز میں (فرشتوں کو) حاضر کیا جاتا ہے اور وہی افضل ہے۔“ (۱)

(ابن حزمؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ ما كان النبي ﷺ يزيد في رمضان ولا في غيره على إحدى عشرة ركعة ﴾

”رمضان اور غیر رمضان میں نبی ﷺ (رات کی نماز) گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے۔“ (۳)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تہجد قیام اللیل قیام رمضان اور نماز تراویح ایک ہی نماز کے مختلف نام ہیں۔

(۲) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ

﴿ أن يقوموا المناس في رمضان بإحدى عشرة ركعة ﴾

”وہ دونوں رمضان میں لوگوں کو گیارہ رکعت قیام کرائیں۔“ (۴)

نماز تراویح کی رکعتوں کی تعداد میں فقہاء نے اختلاف کیا ہے:

(احمد، شافعی، ابوحنیفہ) اس نماز کی رکعتوں کی تعداد بیس ہے۔

(مالکؒ) یہ تعداد گیارہ رکعت ہے۔ (۵)

(داجح) امام مالکؒ کا قول راجح ہے کیونکہ گذشتہ صحیح حدیث اس کا ثبوت ہے۔

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۶)

(عبدالرحمن مبارکپوریؒ) دلیل کے اعتبار سے راجح و مختار اور قوی ترین قول امام مالکؒ کا ہے۔ (۷)

(۱) [مسلم (۷۵۵) کتاب صلاة المسافرين و قصرها: باب من خاف أن لا يقوم من آخر الليل فليوتر أوله،

أحمد (۳۱۵/۳) * (۱۴۶۳۰) * (۱۵۱۸۱) ترمذی (۴۵۵) ابن ماجہ (۱۱۸۷) ابن خزیمہ (۱۰۸۶) ابن

ابی شیبہ (۲۸۲/۲)]

(۲) [المحلی بالآثار (۹۱/۲)]

(۳) [بخاری (۱۱۴۷) کتاب الجمعة: باب قیام النبي باللیل فر رمضان وغیره، مسلم (۷۳۸) أبو داود

(۱۳۴۱) ترمذی (۴۳۹) نسائی (۲۳۴۱۳) مؤطا (۱۲۰/۱)]

(۴) [صحیح: هدية الرواة (۶۹۰۲) مؤطا (۹۲)]

(۵) [المنغني (۶۰۴/۲) عمدة القاری (۲۰۱/۹) تحفة الأحمدي (۶۰۸/۳)]

(۶) [نبيل الأوطار (۲۶۹/۲)]

(۷) [تحفة الأحمدي (۶۰۸/۳)]

(امیر صنعانیؒ) انہوں نے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ حدیث کو ہی مقدم رکھا ہے۔ (۱)

جو لوگ بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر﴾

”رسول اللہ ﷺ رمضان میں بیس رکعت نماز اور وتر پڑھا کرتے تھے۔“ (۲)

(2) حضرت یزید بن رومان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگ رمضان میں تیس (23) رکعات قیام کرتے تھے۔“ (۳)

(3) سنن بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بنی اللہ اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح)

پڑھائیں۔“ (۴)

(4) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت نماز پڑھائیں۔ (۵)

یاد رہے کہ بیس رکعت تراویح کے اثبات میں پیش کی جانے والی تمام روایات ضعیف ہیں۔ (۶)

(ابن حجر عسقلانیؒ) یہ بات صحیح نہیں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز تراویح میں بیس رکعات ادا کی تھیں اور اس ضمن میں جو

(۱) [سبل السلام (۵۳۳/۲)]

(۲) [ابن أبی شیبہ (۳۹۳/۲) بیہقی (۴۹۶/۲) ابن عدی (۲۴۱/۱) عبد بن حمید (۶۵۳) طبرانی کبیر

(۱۲۱۰۲) طبرانی أوسط (۷۹۸)] حافظ ابن حجر نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے۔ [فتح الباری (۲۵۴/۴)] امام

زیلعی نے بھی اسے ضعیف کہا ہے۔ [نصب الرایة (۱۵۳/۲)] امام بیہقی نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف اور

ناقابل حجت قرار دیا ہے۔ [الحوای للفتاویٰ (۳۴۷/۱) المصایب فی صلاة التراویح (ص ۲۰۱)] عبدالرحمن

مبارکپوری نے اس حدیث کو بہت زیادہ ضعیف کہا ہے۔ [تحفة الأحوذی (۶۱۳/۳)] شیخ محمد صحنی حلاق نے بھی

اسے ضعیف کہا ہے۔ [التعلیق علی السبل الحرار (۶۶۳/۱)] اس کی سند میں ابوشیبہ (ابراہیم بن عثمان) راوی ہے

جسے امام احمد، امام ابن معین، امام بخاری، امام مسلم، امام بو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، رحمہم اللہ، جمیع اور دیگر علماء نے ضعیف کہا

ہے۔ [سبل السلام (۵۳۲/۲) تحفة الأحوذی (۶۱۵/۳) التاریخ الکبیر (۳۱۰/۱) المنحروحين

(۱۰۴۱۱) الخرح والتعدیل (۱۱۵/۲) میزان الاعتدال (۴۷۳/۱) تقرب التهذیب (۳۹/۱)]

(۳) [مؤطا (۱۱۵/۱)]

(۴) [بیہقی (۴۹۶/۲)]

(۵) [اس کی سند میں ابوالحسناء راوی مجہول ہے۔ [تقرب التهذیب (۴۱۲/۲) الإكمال (۴۷۵/۲) میزان الاعتدال

(۳۵۶/۷)]

(۶) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: تحفة الأحوذی (۶۱۲/۳) (۶۱۶)]

حدیث پیش کی جاتی ہے وہ شدید قسم کی ضعیف ہے۔ (۱)

نماز تراویح دو دو رکعت پڑھنی چاہیے

(1) جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ

﴿ یسلم بین کل رکعتین ﴾

”آپ ﷺ قیام اللیل کرتے ہوئے ہر دو رکعتوں میں سلام پھیرتے تھے۔“ (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ صلاة اللیل منی منی ﴾

”رات کی نماز دو دو رکعت کی صورت میں پڑھی جائے۔“ (۳)

قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت

صحیح بخاری میں ہے کہ

﴿ و كانت عائشة رضی اللہ عنہا یومها عبدها ذکوان من المصحف ﴾

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف (یعنی قرآن) سے دیکھ کر ان کی امامت کرایا کرتا تھا۔“ (۴)

(ابن باز) قیام رمضان میں قرآن سے دیکھ کر قراءت کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسا کہ صحیح بخاری میں مذکور ہے

کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غلام ذکوان مصحف سے دیکھ کر پڑھتا (یعنی امامت کراتا) تھا۔ (۵)

تین راتوں سے کم میں قرآن ختم کرنا درست نہیں

(1) جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ

﴿ لا یفقه من قرأ القرآن فی أقل من ثلاث ﴾

(۱) [الموسوعة الفقهية ۱۴۲/۲۷-۱۴۵]

(۲) [مسلم (۷۳۶) کتاب صلاة المسافرین وقصرها : باب صلاة اللیل وعدد رکعات النبی ﷺ فی اللیل وأن

الوتر رکعة بخاری (۶۲۶)]

(۳) [بخاری (۹۹۰) کتاب الجمعة : باب ما جاء فی الوتر مسلم (۷۴۹) أبو داود (۱۳۲۶) ترمذی (۴۳۷)

نسائی (۲۲۷/۳) ابن ماجہ (۱۳۲۰) أحمد (۵/۲) موطا (۱۲۳/۱) دارقطنی (۴۱۷/۱) ابن خزیمہ

(۱۲۱۰)]

(۴) [بخاری (قبل الحدیث ۶۹۲) کتاب الأذان : باب إمامة العبد والمولی]

(۵) [فتاویٰ اسلامیة (۳۳۷/۱)]

- (۱) ”ایسا شخص سمجھدار نہیں ہے جس نے تین راتوں سے کم میں مکمل قرآن پڑھا۔“
 (2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ لا أعلم نبی اللہ ﷺ قرأ القرآن كله حتى الصباح ﴾

- ”میرے علم میں نہیں کہ نبی کریم ﷺ نے کبھی صبح تک سارا قرآن ختم کیا ہو۔“
 اس مسئلے میں مزید تفصیل کے لیے ”محلّی ابن حزم“ کا مطالعہ مفید ہے۔ (۳)

نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا کیسا ہے؟

(ابن باز) اماموں کے لیے مشروع ہے کہ وہ اگر استطاعت رکھتے ہوں تو قیام رمضان میں مقتدی حضرات کو سارا قرآن سنائیں۔ امام ہر رات وہ آیات اور سورتیں تلاوت کرے جو پچھلی رات پڑھی گئی آیات و سورتوں کے بعد والی ہیں یہاں تک کہ امام کے پیچھے والے نمازی اپنے رب تعالیٰ کی کتاب مسلسل اسی ترتیب سے سن لیں جو مصحف میں ہے۔ (۴)

□ یہاں یہ بات یاد رہے کہ نماز تراویح میں مکمل قرآن ختم کرنا فرض نہیں کیونکہ اس کا کوئی شرعی ثبوت موجود نہیں۔ لہذا اگر کوئی مکمل قرآن سے کم بھی پڑھتا ہے تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ (واللہ اعلم)

مسجد کے ساتھ ملحق گھر میں امام کی اقتداء میں نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

گھر میں مسجد کے امام کی اقتداء کرتے ہوئے نماز ادا کرنا صحیح نہیں۔ مقتدی کی نماز امام کے ساتھ اس وقت صحیح ہوگی جب وہ مسجد میں ہو اور صفیں بھی ایک دوسرے کے ساتھ ملی ہوئی ہوں یا پھر مسجد سے باہر ہو اور صفیں مسجد سے باہر تک ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں تو پھر امام کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔ مثلاً اگر مسجد اندر سے بھر جائے اور بعض لوگ اندر جگہ نہ ہونے کی وجہ سے مسجد کے باہر نماز ادا کریں تو درست ہے لیکن اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں صحیح نہیں۔ جیسا کہ اگر مسجد کے اندر بھی جگہ باقی ہو اور کوئی جان بوجھ کر مسجد کے باہر نماز ادا

(۱) [صحیح: صحیح أبو داود (۱۲۳۹) کتاب الصلاة: باب فی کم یقرأ القرآن، أبو داود (۱۳۹۰) ۱۳۹۴]

(۲) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۱۰۸) کتاب إقامة الصلاة والسنة فیها: باب فی کم یستحب یختم القرآن، ابن ماجہ (۱۳۴۸) نسائی (۱۶۴۰) کتاب قیام اللیل: باب الاختلاف علی عائشہ فی إحياء اللیل،

احمد (۲۴۳۲۳)]

(۳) [المحلّی بالآثار (۹۷-۹۶/۲)]

(۴) [فتاویٰ اسلامیة (۱۰۸/۲)]

کرے تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(سعودی مجلس افتاء) کسی نے دریافت کیا کہ جو شخص اپنے گھر میں سپیکروں کے ذریعے مسجد کے امام کی اقتداء میں نماز ادا کرے اور امام اور مقتدی کے مابین کسی بھی واسطہ سے اتصال نہ ہو تو اس نماز کا کیا حکم ہوگا؟ جیسا کہ مکہ اور مدینہ میں موسم رمضان اور حج میں ہوتا ہے۔

اس سوال کے جواب میں مستقل فتویٰ کمیٹی نے کہا کہ: اس طریقے سے ادا کی گئی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ شوافع اور امام احمدؒ کا یہی مسلک ہے۔ لیکن اگر شخص اس کے گھر کے ساتھ ملی ہوئی ہوں اور امام کو دیکھ کر اور اس کی آواز سن کر اس کی اقتداء کرنا ممکن ہو تو پھر صحیح ہے جس طرح اس کے گھر تک ملی ہوئی صفوں کی نماز صحیح ہے اس کی بھی صحیح ہوگی۔ لیکن اگر مذکورہ شرط نہیں تو پھر نماز صحیح نہیں ہوگی۔ (۱)

چند ضروری مسائل

- نماز تراویح کی ثابت رکعات سے تجاوز درست نہیں۔
 - وتر پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔
 - نوسات پانچ، تین اور ایک رکعت وتر پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
 - وتر نماز عشاء کے بعد سے نماز فجر تک پڑھا جا سکتا ہے۔
 - جو شخص وتر کے وقت سویا رہ جائے جب صبح ہو تو وہ وتر پڑھ لے۔
 - وتر کی پہلی رکعت میں ”سبح اسم ربك الأعلى“ اور دوسری میں ”قل یا ایہا الکفرون“ اور تیسری میں ”قل هو اللہ أحد“ پڑھنا سنون ہے۔
 - قنوت وتر رسول اللہ ﷺ سے صرف رکوع سے پہلے ثابت ہے۔
 - وتر کے بعد دو رکعتیں پڑھنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔
- مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب الصلاة: باب صلاة التطوع“ یا ”نماز کی کتاب: بقل نماز کا بیان“ کا مطالعہ کیجئے۔



اعتکاف کا بیان

باب الاعتکاف

لغوی وضاحت: لَفِظِ اعْتِكَافٍ بَابِ اعْتِكَفَ يَعْتَكِفُ (افعال) سے مصدر ہے۔ اس کا معنی ”بندرہنا“
رکے رہنا اور کسی چیز کو لازم پکڑ لینا، مستعمل ہے جیسا کہ قرآن میں ہے کہ

﴿ مَا هَلِّدِهِ التَّمَانِيْلُ الَّتِي آتَتْكُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴾ [الانبیاء: ۵۶]

”یہ صورتیاں جن کے تم مجاور بنے بیٹھے ہو، کیا ہیں؟“

ایک اور آیت میں ہے کہ

﴿ يَعْكُفُونَ عَلٰی اَصْنَامِهِمْ ﴾ [الأعراف: ۱۳۸]

”وہ لوگ اپنے چند بتوں کے پاس بیٹھے تھے۔“ (۱)

شرعی تعریف: ایک خاص کیفیت سے کسی شخص کا خود کو مسجد میں روک لینا (اعتکاف ہے)۔ (۲)

اعتکاف کے لیے نیت

ہر عبادت کے لیے نیت ضروری ہے اور چونکہ اعتکاف بھی عبادت ہے لہذا اس کے لیے بھی نیت لازمی ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى ﴾

”عملوں کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی۔“ (۳)

یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے زبان کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں لہذا ایسے تمام الفاظ جو اعتکاف کی نیت

کے لیے تھلائے جاتے ہیں بدعت ہیں مثلاً ”نَوَيْتُ سُنَّةَ الْاِعْتِكَافِ“ وغیرہ۔

اعتکاف کا حکم

اعتکاف سنت ہے لیکن اگر کوئی شخص اسے نذر کے ذریعے اپنے اوپر لازم کر لے تو اسے بجالانا واجب

ہوگا۔ اعتکاف کے سنت ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کو بطور عمل اپنایا اور پھر اس پر مداومت

(۱) [القاموس المحيط (ص ۷۵۰) المنجد (ص ۵۷۵)]

(۲) [سبل السلام (۲/۹۰۹)]

(۳) [بخاری (۱) کتاب بدء الوحي، مسلم (۱۹۰۷) ابو داود (۲۲۰۱) ترمذی (۱۶۴۷) ابن ماجہ (۴۲۲۷)]

نسائی (۵۸۱/۱) احمد (۲۵۱/۱) حمیدی (۲۸) ابن خزیمہ (۱۴۲)]

اختیار کی۔ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات اعتکاف کرتی رہیں۔

(ابن حجر) اعتکاف بالاجماع واجب نہیں ہے الا کہ جو اس کی نذرمان لے اس پر واجب ہے۔ (۱)

(عبدالرحمن مبارکپوری) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

(شوکانی) جان لو کہ اعتکاف کے واجب نہ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں الا کہ کوئی جب اس کی نذرمان لے (تو

یہ واجب ہو جاتا ہے)۔ (۳)

(ابن قدام) اعتکاف سنت ہے الا کہ اس کی نذرمانی گئی ہو تو پھر اسے پورا کرنا لازم ہوگا۔ (۴)

(ابن منذر) علماء نے کاجماع کیا ہے کہ اعتکاف لوگوں پر واجب نہیں ہے الا کہ آدمی اسے اپنے نفس پر خود

(نذر کے ذریعے) واجب کر لے تو واجب ہو جاتا ہے۔ (۵)

(نووی) مسلمانوں کاجماع ہے کہ اعتکاف مستحب ہے واجب نہیں ہے۔ (۶)

(قرطبی) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف واجب نہیں ہے بلکہ یہ قربتوں میں سے ایک قربت اور نوافل میں

سے ایک نفل ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ آپ کے صحابہ اور آپ کی بیویوں نے عمل کیا ہے۔ اور یہ اس وقت لازم

ہو جاتا ہے جب انسان اسے خود اپنے اوپر (نذر کے ذریعے) لازم کر لے۔ (۷)

(شیخ ابن عثیمین) رمضان میں اعتکاف کرنا سنت ہے۔ (۸)

(شیخ حسین بن عودہ) اعتکاف سنت ہے لیکن اگر اس کی نذرمانی گئی ہو تو اسے پورا کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ (۹)

نذر پوری کرنے کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿يُؤْفُونَ بِالْأَمْرِ﴾ [الدھر: ۷]

”وہ (مومنین) نذر کو پورا کرتے ہیں۔“

ایک اور آیت میں یہ لفظ ہے ﴿وَلْيُؤْفُوا نَذْرَهُمْ﴾ [الحج: ۲۹]

”انہیں چاہیے کہ اپنی نذریں پوری کریں۔“

(۱) [فتح الباری (۲۷۱/۴)]

(۲) [تحفة الأوحى (۵۸۳/۳)]

(۳) [نیل الأوصار (۲۵۰/۱۳)]

(۴) [المغنی لابن قدامة (۴۵۶/۴)]

(۵) [الجماع لابن المنذر (ص ۴۷۱)]

(۶) [شرح مسلم للنووی (۳۲۴/۴)]

(۷) [تفسیر قرصی (۳۳۱/۲)]

(۸) [فتاویٰ اسلامیة (۱۶۳/۲)]

(۹) [الموسوعة الفقهية الميسرة (۳۵۰/۱۳)]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿من نذر أن يطعم الله فليطعمه ومن نذر أن يعصيه فلا يعصه﴾

”جو شخص اللہ کی اطاعت میں نذر مانتا ہے تو اسے چاہیے کہ اسے پورا کرے اور جو معصیت کی نذر مانتا ہے وہ

نافرمانی نہ کرے۔“ (۱)

لہذا معلوم ہوا کہ اگر اعتکاف کی نذر مان لی جائے تو اسے پورا کرنا واجب ہے۔

ماہ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف زیادہ مؤکد ہے

کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مداومت کے لیے ان ایام کو اختیار کیا تھا۔

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أن النبي ﷺ كان يعتكف العشر الأواخر من رمضان حتى توفاه الله ثم اعتكف

أزواجه من بعده﴾

”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی

بیویاں اعتکاف کرتیں۔“ (۲)

(2) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله يعتكف العشر الأواخر من رمضان﴾

”رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔“ (۳)

(3) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

﴿كان النبي ﷺ يعتكف العشر الأواخر من رمضان، فلم يعتكف عاما، فلما كان في العام

المقبل اعتكف عشرين﴾

”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے۔ ایک سال آپ ﷺ اعتکاف نہ کر سکے

(۱) [بخاری (۶۶۹۶) کتاب الأيمان والنذور: باب النذر في الطاعة، مؤطا (۴۷۶۲) احمد (۳۶۶/۶) ابو

داود (۳۲۸۹) ترمذی (۱۵۲۶) نسائی (۱۷۱۷) ابن ماجہ (۲۱۲۶) بیہقی (۶۸/۱۰)]

(۲) [بخاری (۲۰۲۶) کتاب الاعتكاف: باب الاعتكاف في العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۲) أبو داود

(۲۴۶۲) ترمذی (۷۹۰) احمد (۹۲/۶) عبد الرزاق (۷۶۸۲) ابن خزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳۶۶۵)

دار قطنی (۲۰۱/۲)]

(۳) [بخاری (۲۰۲۵) کتاب الاعتكاف: باب الاعتكاف في العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۱) أبو داود

(۲۴۶۵) ابن ماجہ (۱۷۷۳) احمد (۶۲/۳)]

تو اگلے سال آپ نے بیس دنوں کا اعتکاف کیا۔“ (۱)

(نوٹی) مسلمانوں کا اجماع ہے کہ اعتکاف ماہ رمضان کے آخری عشرے میں زیادہ مؤکد ہے۔ (۲)

اعتکاف مساجد میں کسی بھی وقت درست ہے

کیونکہ شارع علیہ السلام نے اسے کسی معین وقت کے ساتھ خاص نہیں کیا اور ایک حدیث میں ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ

﴿ أن عمر سأل النبي ﷺ قال كنت نذرت في الجاهلية أن أعتكف ليلة في المسجد

الحرام قال : أوف بندرك ﴾

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کی غرض سے کہا کہ میں نے جاہلیت میں نظرمانی تھی کہ میں مسجد حرام میں ایک رات اعتکاف کروں گا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنی نذر پوری کرو۔“ (۳)

ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شوال میں اعتکاف کیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ﴿..... فترك الاعتكاف ذلك الشهر ثم اعتكف عشرا من شوال ﴾

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ (یعنی رمضان) کا اعتکاف چھوڑ دیا اور شوال کے عشرے کا اعتکاف کیا۔“ (۴)

(البانی) اعتکاف رمضان میں اور اس کے علاوہ سال کے تمام ایام میں مسنون ہے۔ (۵)

(سعودی مجلس افتاء) اعتکاف کسی بھی وقت جائز ہے لیکن رمضان کے آخری عشرے میں افضل ہے۔ (۶)

(۱) [صحیح: هداية الرواة (۳۵۹/۲) ابو داود (۲۴۶۳) كتاب الصوم: باب الاعتكاف، ترمذی (۸۰۳)

احمد (۱۰۴/۳) حاکم (۴۳۹/۱) ابن خزیمہ (۲۲۲۶) ابن حبان (۳۶۶۲) (۳۶۶۴) شرح السنة

للبيهقي (۱۸۲۸) بیہقی (۳۱۴/۴) عبد اللہ بن احمد فی زوائد المسند (۱۴۱/۵) امام ترمذی نے اس حدیث

کو حسن فریب کہا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔]

(۲) [شرح مسلم للنووي (۳۲۴/۴)]

(۳) [بخاری (۲۰۳۲) كتاب الاعتكاف: باب الاعتكاف ليلا، مسلم (۱۶۵۶) ترمذی (۱۵۳۹) أبو داود

(۳۳۲۵) أحمد (۲۷/۱) طحاوی (۱۲۳/۳) ابن الحارود (۹۴۱) دارقطنی (۱۹۸/۲) ابن حبان

(۴۳۸۰-الإحسان) بیہقی (۷۶/۱۰)]

(۴) [بخاری (۲۰۳۳) كتاب الاعتكاف: باب اعتكاف النساء، مسلم (۱۱۷۳) ابو داود (۲۴۶۴) نسائی

(۴۵-۴۴/۲) ابن ماجہ (۱۷۷۱) احمد (۸۴/۶) ابن خزیمہ (۲۲۲۴) ابن حبان (۳۶۶۷) موطا

(۳۱۶/۱) شرح السنة للبيهقي (۱۸۲۷) بیہقی (۳۲۲/۴)]

(۵) [قيام رمضان (ص ۳۴۱)]

(۶) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۱۰/۱۰)]

اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں

جیسا کہ گذشتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث اس پر شاہد ہے کیونکہ رات کو روزہ نہیں رکھا جاتا۔

(شافعی، احمد) اسی کے قائل ہیں۔

(ابن قدامہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔

(مالک، ابوحنیفہ) اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ (۱)

(ابن قیم) راجح یہ ہے کہ روزہ شرط ہے۔ (۲)

(راجح) روزے کے بغیر اعتکاف جائز ہے لیکن روزے کے ساتھ افضل ہے۔ (۳)

(شوکانی) امام شافعی کا قول برحق ہے۔ (۴)

(صدیق حسن خان) اسی کے قائل ہیں۔ (۵)

(سید سابق) اعتکاف کرنے والا اگر روزہ رکھ لے تو اس کے لیے بہتر ہے لیکن اگر روزہ نہ رکھے تو اس پر کوئی

گناہ نہیں (مراد یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ ضروری نہیں لیکن اگر رمضان میں اعتکاف کیا ہے تو پھر لازماً فرض

روزے رکھنے ہی پڑیں گے)۔ (۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی جس روایت میں یہ لفظ ہیں ﴿ولا اعتکاف إلا بصوم﴾ ”روزے کے بغیر

کوئی اعتکاف نہیں۔“ (۷)

علماء کے نزدیک زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر موقوف ہے۔ (۸)

اعتکاف صرف مساجد میں ہی کیا جاسکتا ہے

(۱) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

(۱) [الأم، (۱۴۸/۲) الحاوی (۴۸۶/۳) الهدایة (۱۳۲/۱) المبسوط (۱۱۵/۳) بدایة المجتہد (۲۲۰/۱)]

(۲) [کما فی نیل الأوطار (۲۵۰/۳)]

(۳) [مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: اللباب فی علوم الکتاب ”تفسیر القرآن“ (۴۱۹/۳)]

(۴) [نیل الأوطار (۲۵۰/۳)]

(۵) [الروضة الندية (۵۷۳/۱)]

(۶) [فقه السنة (۴۱۸/۱)]

(۷) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۶۰) کتاب الصیام: باب المعتکف یعود المریض، أبو داود

[[۲۴۷۳]]

(۸) [الروضة الندية (۵۷۲/۱)]

﴿ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”اور تم مساجد میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

اس آیت میں اعتکاف کے لیے صرف مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(2) نبی کریم ﷺ کا بھی یہی معمول تھا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿ أَنَّهَا كَانَتْ تَرَجُلُ النَّبِيَّ ﷺ وَهِيَ حَائِضٌ وَهُوَ مَعْتَكِفٌ فِي الْمَسْجِدِ ﴾

”وہ ایام ماہواری میں رسول اللہ ﷺ کی مانگ نکالا کرتی تھیں اور آپ ﷺ مسجد میں اعتکاف

بیٹھے ہوتے۔“ (۱)

(3) حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ

﴿ وَقَدِ ارَانِي عَبْدَ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍوَ الْمَكَانَ الَّذِي كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَعْتَكِفُ فِيهِ مِنَ الْمَسْجِدِ ﴾

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے مسجد کی وہ جگہ دکھائی جہاں رسول اللہ ﷺ اعتکاف کرتے تھے۔“ (۲)

(قرطبی) علماء نے اجماع کیا ہے کہ اعتکاف صرف مسجد میں ہی ہوتا ہے۔ (۳)

کیا اعتکاف کے لیے کسی مسجد کی تخصیص ہے یا تمام مساجد میں درست ہے؟

اس مسئلے میں اہل علم کے مابین اختلاف ہے:

(علی رضی اللہ عنہ) اعتکاف صرف مسجد حرام اور مسجد نبوی میں جائز ہے۔ (۴)

(حذیفہ رضی اللہ عنہ) ان دونوں مساجد اور مسجد بیت المقدس میں جائز ہے۔ (۵)

(زہری) صرف جامع مسجد میں جائز ہے۔ (۶)

(ابو حنیفہ) صرف اُس مسجد میں جائز ہے جہاں امام اور مؤذن مقرر رہو۔ علاوہ ازیں خواتین گھر میں نماز کی جگہ بھی

(۱) [بخاری (۲۰۲۹، ۲۰۴۶) کتاب الاعتکاف: باب المعتكف يدخل رأسه البيت للغسل، مسلم (۲۹۷)

ابو داؤد (۲۴۶۸) ابن ماجہ (۱۷۷۶) أحمد (۸۱/۶) ابن خزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳۶۶۹) بیہقی

(۳۲۰/۴) شرح السنة (۱۸۳۱)]

(۲) [صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۰۴) كتاب الصوم: باب أين يكون الاعتكاف، أبو داود (۲۴۶۵) ابن

ماجة (۱۷۷۳) أحمد (۶۲/۳)]

(۳) [تفسير قرطبي (۳۳۱/۲)]

(۴) [اللباب في علوم الكتاب "تفسير القرآن" (۳۱۹/۳)]

(۵) [تفسير الرازي (۱۹۷/۵)]

(۶) [أيضا]

اعتکاف کر سکتی ہیں۔

(شافعی، احمد) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے لیکن جامع مسجد میں افضل ہے۔

(ابن قدامہ) مردوں کے لیے اعتکاف صرف اس مسجد میں درست ہے جس میں جماعت ہوتی ہو کیونکہ ان پر جماعت نماز ادا کرنا فرض ہے جبکہ عورتوں پر کسی بھی مسجد میں درست ہے کیونکہ ان پر جماعت نماز فرض نہیں۔

(ابن حجر) علماء کا اتفاق ہے کہ اعتکاف کے لیے مسجد شرط ہے (سوائے محمد بن عمر بن لبابہ مالکی کے اس نے ہر جگہ جائز قرار دیا ہے۔

(جمہور) اعتکاف تمام مساجد میں جائز ہے۔ (۱)

(راجح) جمہور کا موقف راجح ہے۔

(بخاری) تمام مساجد میں درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ [البقرة: ۱۸۷] ”عورتوں سے اس وقت مباشرت مت کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو۔“ (۲)

خواتین بھی اعتکاف بیٹھ سکتی ہیں

جیسا کہ صحیح احادیث سے یہ بات ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَعْتَكِفُ الْعَشْرَ الْأَوَّلَ مِنْ رَمَضَانَ حَتَّى تُوَفَّاهُ اللَّهُ ثُمَّ اعْتَكَفَ

أَزْوَاجَهُ مِنْ بَعْدِهِ﴾

”نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ وفات پا گئے پھر آپ ﷺ کی

بیویاں اعتکاف کرتیں۔“ (۳)

(ابن قدامہ) خواتین کا اعتکاف بیٹھنا درست ہے۔ (۴)

(۱) [نیل الأوطار (۲۵۰/۳) فتح الباری (۸۰۶/۴) الباب فی علوم الكتاب "تفسیر القرآن" (۳۱۹/۳) المغنی

لابن قدامة (۴۶۱/۴-۴۶۴/۴)]

(۲) [بخاری (قبل الحدیث ۲۰۲۵) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر]

(۳) [بخاری (۲۰۲۶) کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الأواخر، مسلم (۱۱۷۲) أبو داود

(۲۴۶۲) ترمذی (۷۹۰) أحمد (۹۲/۶) عبد الرزاق (۷۶۸۲) ابن خزيمة (۲۲۲۳) ابن حبان (۳۶۶۵)

دار قطنی (۲۰۱/۲)]

(۴) [المغنی (۴۶۴/۴)]

خواتین بھی مساجد میں ہی اعتکاف کریں گی

کیونکہ ان کے لیے اعتکاف کے متعلق کوئی الگ حکم شریعت میں موجود نہیں۔ اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ عہد رسالت میں عورتوں نے گھروں میں اعتکاف کیا ہو۔
(شافعی، احمد) یہی موقف رکھتے ہیں۔

(ابوحنیفہ، ثورئی) عورت اپنے گھر کی نماز کے لیے مخصوص جگہ میں اعتکاف کرنے ہی اس کے لیے افضل ہے کیونکہ عورت کی نماز گھر میں ہی افضل ہے (نیز امام ابوحنیفہؒ سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا جماعت والی مسجد میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا صحیح نہیں)۔ (۱)

(راجح) پہلا موقف ہی راجح ہے کیونکہ قرآن میں اعتکاف کے لیے مساجد کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔

(ابن قدامہ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۲)

(سید سابقؒ) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)

خواتین کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف کا حکم

(ابن قدامہ) بیوی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے اور نہ ہی کسی غلام کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف بیٹھے۔ (۴)

آخری عشرے میں عبادات کے لیے زیادہ محنت کرنی چاہیے

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله إذا دخل العشر (أي العشر الأخيرة من رمضان) شد مفتره وأحيا ليله وأيقظ أهله﴾

”جب رمضان کا آخری دہاکہ شروع ہو جاتا تو رسول اللہ ﷺ اپنی کمر کس لیتے رات بھر جاگتے رہتے اور اپنی بیویوں کو بھی جگاتے۔“ (۵)

(۱) [المعنى (٤٦٤/٤)]

(۲) [أيضا]

(۳) [فقه السنة (٤١٨/١)]

(۴) [المعنى لابن قدامة (٤٨٥/٤)]

(۵) [بخاری (٢٠٢٤) كتاب فضل ليلة القدر: باب العمل في العشر الأواخر من رمضان، مسلم (١١٧٤)

أبو داود (١٣٧٦) نسائی (٢١٧/٣) ابن ماجہ (١٧٦٨) أحمد (٤٠٦) حمیدی (١٨٧) ابن خزيمة

(٢٢١٤) شرح السنة (١٨٢٣) بیہقی (٣١٣/٤)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كان النبي ﷺ يجهت في العشر الأواخر ما لا يجهت في غيره﴾

”نبی کریم ﷺ آخری عشرے میں اتنی محنت کرتے کہ چٹنی دوسرے دنوں میں نہ کرتے۔“ (۱)

اعتکاف کرنے والا معتکف میں کب داخل ہو؟

بیس (20) رمضان المبارک کی شام کو اعتکاف کرنے والا مسجد میں پہنچ جائے اور اگلے روز صبح فجر کے بعد

اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

(جمہور، ائمہ اربعہ) اسی کے قائل ہیں۔ (۲)

اس کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(1) رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کرتے۔ (۳)

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ إذا آزاد أن يعتكف صلى الفجر ثم دخل معتكفا﴾

”نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ فرماتے تو نماز فجر ادا فرما کر اپنی اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جاتے۔“ (۴)

اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے وقت ہی باہر نکل سکتا ہے

(1) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کے متعلق بیان کرتی ہیں کہ

﴿كان لا يدخل البيت إلا لحاجة إذا كان معتكفا﴾

(۵) ”آپ ﷺ جب اعتکاف میں بیٹھے ہوتے تو کسی (سخت) حاجت کے بغیر گھر میں داخل نہ ہوتے۔“ (۵)

(۱) [صحيح: صحيح ابن ماجة (۱۴۳۰) كتاب الصوم: باب في فضل العشر الأواخر من شهر رمضان

الصحيحه (۲۱۲۳) ابن ماجة (۱۷۶۷)]

(۲) [تحفة الأحوذی (۵۸۴/۳) فيض القدير (۹۶/۵) فتح الباری (۲۳۲/۴)]

(۳) [بخاری (۴۹۹۸) كتاب فضائل القرآن: باب كان جبرئيل يعرض القرآن على النبي؛ ترمذی (۷۹۰) أبو

داود (۲۴۶۶)]

(۴) [ترمذی (۷۹۱) كتاب الصوم: باب ما جاء في الاعتكاف؛ بخاری (۲۰۳۳) مسلم (۱۱۷۲) أبو داود

(۲۴۶۴) ابن ماجة (۱۷۷۱)]

[بخاری (۲۰۲۹) كتاب الاعتكاف: باب لا يدخل البيت إلا لحاجة؛ مسلم (۲۹۷) أبو داود (۲۴۶۸)

ابن ماجة (۱۷۷۶) أحمد (۸۱/۶) ابن خزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳۶۶۹) بیہقی (۳۲۰/۴) شرح السنة

(۱۸۳۱)]

(2) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اعتکاف کرنے والے پر یہ سنت ہے کہ

﴿ لا يخرج لحاجة إلا لما لا بد له منه ﴾

”سوائے کسی ضروری حاجت کے مسجد سے نہ نکلے۔“ (۱)

(3) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ أنها جاءت رسول الله ﷺ تنزوره في المسجد في العشر الأواخر من رمضان، فتحدثت عنده ساعة ثم قامت تنقلب فقام النبي ﷺ معها يقلبها حتى إذا بلغت باب المسجد عند باب أم سلمة مزرجلان من الأنصار فسلمنا على رسول الله ﷺ فقال لهما النبي ﷺ: علي رسلكما، إنما هي صفة بنت حبي، فقالا: سبحان الله يا رسول الله! وكبر عليهما، فقال النبي ﷺ: إن الشيطان يبلغ من الإنسان مبلغ الدم وإني خشيت أن يقذف في قلوبكما شيئا ﴾

”وہ رمضان کے آخری عشرے میں جب رسول اللہ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ سے ملنے کے لیے مسجد میں آئیں۔ کچھ دیر تک آپ ﷺ سے باتیں کیں پھر واپس جانے کے لیے کھڑی ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ بھی انہیں (گھر) چھوڑنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے قریب والے مسجد کے دروازے پر پہنچیں تو دو انصاری آدمی اُدھر سے گزرے اور نبی ﷺ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کچھ سوچنے کی ضرورت نہیں یہ میری بیوی صفیہ بنت حبی ہیں۔ انہوں نے کہا سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول! (گویا) ان پر آپ ﷺ کا یہ جملہ نہایت گراں گزرا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شیطان خون کی مانند جسم میں دوڑتا ہے۔ مجھے یہ خوف لاحق ہوا کہ کہیں تمہارے دلوں میں وہ کوئی بدگمانی نہ ڈال جائے۔“ (۲)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اعتکاف بیٹھنے والا کسی ضروری کام کے لیے اعتکاف کی جگہ سے نکل سکتا ہے اور اسی طرح اگر کوئی بندوبست نہ ہو سکے تو انسان اپنی استعمال کی ضروری اشیاء بھی گھر سے لاسکتا ہے۔

(قرطبی) اعتکاف کرنے والے کے لیے جائز نہیں کہ وہ اعتکاف کی جگہ سے باہر نکلے۔ ہاں اگر کوئی سخت ضرورت ہو تو نکل سکتا ہے۔ (۳)

(۱) [حسن صحیح: صحیح أبو داود (۲۱۶۰) کتاب الصوم: باب المعتكف يعود المريض، أبو داود

(۲۴۷۳) بیہقی (۳۲۱/۴)]

(۲) [بخاری (۲۰۳۸، ۲۰۳۵) کتاب الاعتكاف: باب هل يخرج المعتكف لحوائجه إلى باب المسجد، مسلم

(۲۱۷۵) أبو داود (۲۴۷۰) ابن ماجہ (۱۷۷۹) أحمد (۳۳۷/۶) عبد الرزاق (۸۰۶۵) دارمی (۲۷/۲)

مشکل الآثار (۱۰۰۶) ابن حزمہ (۲۲۳۳) ابن حبان (۳۶۷۱) شرح السنة (۳۹۷/۷) بیہقی (۳۲۱/۴)]

(۳) [تفسیر قرطبی (۳۳۳/۲)]

(ابن منذرؒ) اعتکاف کرنے والا اعتکاف کی جگہ سے کسی سخت حاجت کی وجہ سے ہی نکل سکتا ہے اور وہ حاجت وہ ہے جس کے لیے رسول اللہ ﷺ نکلے تھے (یعنی اپنی بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا کو گھر چھوڑنے کے لیے)۔ (۱)

(ابن کثیرؒ) اگر کوئی اعتکاف بیٹھنے والا کسی سخت حاجت کے لیے اپنے گھر جائے تو وہاں صرف اتنی دیر ہی ٹھہرے جتنی دیر اسے وہاں وہ سخت کام ہے۔ (۲)

(ابن تدامؒ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں الا کہ کوئی اس قدر سخت ضرورت پیش آجائے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ (۳)

اعتکاف کی کم از کم مدت

اعتکاف کی کم از کم کوئی مدت متعین نہیں۔ (۴)

(شوکانیؒ) اسی کو ترجیح دیتے ہیں۔ (۵)

(ابوحنیفہؒ، مالکؒ) اعتکاف کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ (۶)

اعتکاف کی جگہ میں چار پائی اور بستر بھی رکھا جاسکتا ہے

جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ

﴿ أن النبي ﷺ كان إذا اعتكف طرح له فراشه أو يوضع له سريره وراء أسطوانة التوبة ﴾

”نبی کریم ﷺ جب اعتکاف کرتے تو آپ ﷺ کے لیے اسطوانہ توبہ کے پیچھے آپ کا بستر بچھا دیا جاتا یا (راوی کو شک ہے کہ انہوں نے یہ کہا کہ) آپ ﷺ کے لیے وہاں آپ کا چار پائی رکھ دی جاتی۔“ (۷)

(شوکانیؒ) اس حدیث میں یہ ثبوت موجود ہے کہ مسجد میں اعتکاف کی جگہ میں چار پائی اور بستر رکھنا جائز ہے۔ (۸)

(۱) [ایضاً]

(۲) [تفسیر ابن کثیر (۴۰۹/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۶۵)]

(۴) [اللباب فی علوم الكتاب "تفسیر القرآن" (۳۲۰/۱۳)]

(۵) [السيل الحرار (۱۳۶/۲)]

(۶) [تفسیر قرطبی (۳۳۱/۲)]

(۷) [ضعیف: ضعيف ابن ماجة (۳۹۲) كتاب الصيام: باب في المعتكف يلزم مكانا من المسجد، ابن ماجة

(۱۷۷۴) ابن خزيمة (۲۳۳۶) حافظ بصری نے اسے صحیح کہا ہے۔ [الزوائد (۲۴۳/۲)] امام شوکانیؒ فرماتے ہیں

کہ اس کے راوی ثقہ ہیں۔ [نیل الأوطار (۲۰۲/۳)]

(۸) [نیل الأوطار (۲۰۲/۳)]

دوران اعتکاف معتکف کے لیے کیا مستحب ہے؟

اعتکاف کے دوران اعتکاف بیٹھے والے کو چاہیے کہ نفل و نوافل میں مشغول رہے، قرآن کی تلاوت کرے اللہ کا ذکر کرے اور اسی طرح کی دیگر عبادات سرانجام دے۔ عبث و فضول گفتگو اور لایعنی کاموں سے اجتناب کرے اور زیادہ باتیں نہ کرے۔

حدیث میں ہے کہ ﴿من حسن إسلام المرء تركه ما لا يعنيه﴾

”آدمی کے اسلام کی خوبی سے ہے کہ وہ فضول و لایعنی کاموں کو چھوڑ دے۔“ (۱)

نیز اسے چاہیے کہ لڑائی جھگڑے اور فحش کاموں سے بچے کیونکہ یہ کام تو عام حالت میں بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ انہیں دوران اعتکاف اختیار کیا جائے۔

(ابن قدامہ) اعتکاف کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ وہ نماز، تلاوت قرآن اور ذکر الہی میں مشغول رہے۔ مزید فرماتے ہیں کہ قرآن پڑھانا، علم سکھانا، فقہاء سے مناظرہ کرنا، ان کی مجلس اختیار کرنا، حدیث لکھنا اور اس جیسے دیگر ایسے کام جن کا نفع دوسروں تک پہنچتا ہو (دوران اعتکاف) ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک مستحب نہیں ہیں۔ اور یہی امام احمدؒ کے کلام کا ظاہر ہے۔ (۲)

بیوی کا مسجد میں آنا، شوہر کے سر میں کنگھی کرنا

اور اس کا سر دھونا درست ہے جیسا کہ دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی ﷺ کی زیارت کے لیے مسجد میں تشریف لائیں۔ (۳)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿وإن كان رسول الله ﷺ يدخل علي رأسه وهو في المسجد فأرجله﴾

”رسول اللہ ﷺ (دوران اعتکاف) مسجد سے اپنا سر میری طرف حجرے کے اندر کر دیتے۔ اور میں اس میں کنگھی کر دیتی۔“ (۴)

(۱) [صحیح: صحيح ترمذی (۱۸۸۶) شرح العقيدة الواسطية (۲۶۸) (۳۵۵):]

(۲) [المغنی (۴/۴۷۹-۴۸۰):]

(۳) [بخاری (۲۰۳۸) كتاب الاعتكاف: باب زيارة المرأة زوجها في اعتكافه]

(۴) [بخاری (۲۰۲۹) كتاب الاعتكاف: باب يد حل البيت لإلحاجة مسلم (۲۹۷) ابو داود (۲۴۶۸)]

ابن ماجه (۱۷۷۶) احمد (۸۱/۶) ابن حزيمة (۲۲۳۱) ابن حبان (۳۶۶۹) بیہقی (۳۲۰/۴) شرح

السنة للبلغوی (۱۸۳۱):]

(3) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

﴿وكان يخرج رأسه من المسجد وهو معكف فأغسله وأنا حائض﴾

آپ ﷺ اعتکاف کی حالت میں اپنا سر مسجد سے نکالتے اور میں اسے دھوتی حالانکہ میں حائضہ ہوتی۔“ (۱)

اعتکاف کرنے والا بغیر شہوت کے بیوی کو چھوسکتا ہے

جیسا کہ گذشتہ احادیث اس کا واضح ثبوت ہیں۔

اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا جائز ہے

کیونکہ اس سے ممانعت کی کوئی دلیل موجود نہیں اور اس کے بغیر اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

(ابن قدامہ) اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد میں کھانے میں کوئی قباحت نہیں۔ (۲)

(سید سابق) اعتکاف کرنے والے کے لیے مسجد میں کھانا پینا اور سونا جائز ہے۔ (۳)

کیا استحاضہ کی بیماری میں مبتلا خواتین اعتکاف بیٹھ سکتی ہے؟

ایسی عورت کے لیے اعتکاف بیٹھنا درست ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿اعتكفت مع رسول الله ﷺ امرأة من أزواجه مستحاضة فكانت تری الحمرة والصفرة

فرمما وضعتنا الطست تحتها وهي نصلی﴾

”رسول اللہ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی بیویوں میں سے ایک خاتون (حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا) نے جو

کہ مستحاضہ تھیں اعتکاف کیا۔ وہ سرخی اور زردی (یعنی استحاضہ کا خون) دیکھتی تھیں۔ اکثر ہم کوئی برتن ان کے نیچے

رکھ دیتے اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔“ (۴)

(ابن قدامہ) استحاضہ کی بیماری اعتکاف کو نہیں روک سکتی کیونکہ یہ نہ تو نماز کو روکتی ہے اور نہ ہی طواف کو

(یعنی استحاضہ والی عورت نماز بھی پڑھ سکتی ہے اور طواف بھی کر سکتی ہے لہذا اس کے لیے اعتکاف بیٹھنے میں

بھی کوئی حرج نہیں۔ (۵)

(۱) [بخاری (۲۰۳۱) کتاب الاعتکاف: باب غسل المعتکف]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴۸۳/۴)]

(۳) [فقه السنة (۴۲۱/۱)]

(۴) [بخاری (۲۰۳۷) کتاب الاعتکاف: باب اعتکاف المستحاضة]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴۸۸/۴)]

اعتکاف کے لیے مسجد میں خیمہ لگانا درست ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ كان النبي ﷺ يعتكف في العشر الأواخر من رمضان فكنت أضرب له خباء

فيصلي الصبح ثم يدخله ﴾

”نبی کریم ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ میں آپ کے لیے (مسجد میں) ایک

خیمہ لگا دیتی۔ اور آپ صبح کی نماز ادا کر کے اس میں داخل ہو جاتے تھے۔“ (۱)

دوران اعتکاف ممنوع افعال

① کباڑ کا ارتکاب:

(قرطبی) اگر اعتکاف کرنے والا کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرے گا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا کیونکہ کبیرہ

گناہ عبادت کی ضد ہے جیسا کہ حدیث طہارت اور نماز کی ضد ہے۔ (۲)

② جماع و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ وَلَا تَبَاشِرُوهُنَّ وَأَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ ﴾ [البقرة: ۱۸۷]

”تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“

(قرطبی) علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس نے اعتکاف کی جگہ میں جان بوجھ کر اپنی بیوی سے اس کی شرمگاہ میں

جماع و ہم بستری کی اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔

مزید فرماتے ہیں کہ ابو عمر نے کہا ’علماء کا اس پر بھی اجماع ہے کہ اعتکاف کرنے والا نہ تو مباشرت کر سکتا ہے

اور نہ ہی بوسہ لے سکتا ہے۔ (۳)

(ابن کثیر) یہ امر علماء کے ہاں متفق علیہ ہے کہ جب تک اعتکاف بیٹھے والا مقام اعتکاف میں ہے اس پر عورتیں

حرام ہیں (یعنی عورتوں سے ہم بستری یا ان کا بوسہ لینا وغیرہ)۔ (۴)

(۱) [بخاری (۲۰۳۳) کتاب الاعتکاف: باب اعتکاف النساء، مسلم (۱۱۷۳) ابو داؤد (۲۴۶۴) نسائی

(۴۵۰-۴۴۱۲) ابن مناجعہ (۱۷۷۱) احمد (۸۴۶) ابن حبان (۳۶۶۷) ابن خزیمہ (۲۲۲۴) بو طالمالک

(۳۱۶۱) شرح سنن للبخاری (۶۸۴۷) بیہقی (۳۲۲/۴)

(۲) [تفسیر قرطبی (۲۲۴/۲)]

(۳) [تفسیر قرطبی (۳۳۰/۲)]

(۴) [تفسیر ابن کثیر (۴۵۹/۱)]

(ابن حجر پیشی) دوران اعتکاف جماع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ (۱)

③ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر نکلنا:

جیسا کہ گذشتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں ہے کہ

﴿ولا يخرج لحاجة إلا لما لا بد منه﴾

”اعتکاف کرنے والا کسی ضرورت کے لیے (مسجد سے) باہر نہ نکلے الا کہ جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔“ (۲)

(ابن تدامہ) اگر جان بوجھ کر بغیر کسی سخت ضرورت کے مسجد سے باہر نکلے گا تو اعتکاف باطل ہو جائے گا الا کہ

اس نے شرط لگائی ہو یا بھول جائے۔ (۳)

④ مریض کی عیادت، جنازے میں شرکت اور بیوی سے مباشرت:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

﴿السنة على المعتكف: ألا يعود مريضا، ولا يشهد جنازة، ولا يمس امرأة ولا يبشرها﴾

”اعتکاف کرنے والے کے لیے سنت ہے کہ وہ نہ کسی مریض کی عیادت کرے نہ جنازے میں شرکت

کرنے نہ عورت کو چھوئے اور نہ ہی اس سے مباشرت کرے۔“ (۴)

(ابن کثیر) اعتکاف بیٹھے والا مریض کی عیادت کے لیے نہ نکلے لیکن راہ گزرتے ہوئے اسے پوچھ سکتا ہے۔ (۵)

⑤ عورت کا ایام ماہواری میں اعتکاف:

کیونکہ حائضہ عورت کے لیے مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إني لا أحل المسجد لحائض ولا جنب﴾

”بیشک میں حائضہ اور جنبی کے لیے مسجد حلال نہیں کرتا۔“ (۶)

(۱) [الزواجر لابن حجر الهيتمي (۴۳۷/۱)]

(۲) [أبو داود (۲۴۷۳)]

(۳) [المغنی (۴۷۲/۴)]

(۴) [حسن صحيح: صحيح أبو داود (۲۱۶۰) كتاب الصوم: باب المعتكف يعود المريض، أبو داود

(۲۴۷۳)]

(۵) [تفسير ابن كثير (۴۵۹/۱)]

(۶) [ضعيف: ضعيف أبو داود (۴۰) كتاب الطهارة: باب في الجنب يدخل المسجد، إرواء الغليل

(۱۹۳) أبو داود (۲۳۲) بيهقي (۴۴۲/۲)] [شيخ حازم علي قاضي نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ [التعليق على

سبل السلام (۲۰۱/۱)] امام ابن خزيمہ نے بھی اسے صحیح کہا ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے نقل فرمایا ہے۔ [بلوغ

المرام (۱۱۱)]

(ابن قدامہؒ) اس لیے عورت کو ایام ماہواری کی ابتداء ہوتے ہی مسجد سے نکل جانا چاہیے۔ (۱)
 ⑥ شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف:

(ابن قدامہؒ) عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اعتکاف نہ کرے اور نہ ہی کوئی مملوک (غلام لونڈی وغیرہ) اپنے مالک کی اجازت کے بغیر اعتکاف کرے۔ (۲)

اعتکاف باطل کر دینے والے افعال

① دین اسلام سے مرتد ہو جانا:

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ [الزمر: ۶۵]
 ”(اے محمد!) اگر تم بھی شرک کر دو گے تو ضرور تمہارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔“

(ابن قدامہؒ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا مرتد ہو جائے تو اس کا اعتکاف فاسد ہو جائے گا۔ (۳)

② کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنا:

جیسا کہ ابھی پیچھے امام قرطبیؒ کی اس ضمن میں وضاحت گزری ہے۔

③ مباشرت و ہم بستری کرنا:

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ”تم ایسی حالت میں مباشرت نہ کرو کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔“
 اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ

﴿إِذَا جَامَعَ الْمُعْتَكِفُ بَطُلَ اعْتِكَافِهِ وَاسْتَأْنَفَ﴾

”جب اعتکاف بیٹھنے والا ہم بستری کر بیٹھے تو اس کا اعتکاف باطل ہو گیا اور وہ دوبارہ اعتکاف بیٹھے۔“ (۴)

لیکن ایسے شخص پر کوئی کفارہ نہیں ہے کیونکہ اس کے متعلق نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام سے کچھ مروی نہیں۔

(ابن قدامہؒ) جس نے ہم بستری کر لی اس کا اعتکاف فاسد ہو گیا۔ (۵)

④ بغیر ضرورت کے مسجد سے باہر جانا:

(ابن قدامہؒ) اگر اعتکاف بیٹھنے والا کسی ایسے کام کے لیے مسجد سے باہر نکلا جس کے بغیر گزارہ ممکن تھا تو اس کا

(۱) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۸۷)]

(۲) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۸۵)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۷۶)]

(۴) [صحیح: قیام رمضان (ص ۴۱) ابن ابی شیبہ (۳/۹۲)]

(۵) [المغنی لابن قدامة (۴/۴۷۳)]

اعتکاف باطل ہو جائے گا خواہ وہ کچھ ہی دیر کے لیے نکلے۔

(ابوضیفہ، مالک، شافعی) اسی کے قائل ہیں۔ (۱)

(سید سابق) بغیر ضرورت کے عدا مسجد سے باہر نکلنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اگرچہ کوئی کچھ دیر کے لیے ہی مسجد سے نکلے۔ کیونکہ اس طرح مسجد میں ٹھہراؤ ختم ہو جاتا ہے اور یہ اعتکاف کے ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ (۲)

□ امام ابن قدامہ فرماتے ہیں کہ

اعتکاف بیٹھنے والے کے لیے مسجد کی چھت پر پڑھنا جائز ہے کیونکہ وہ مسجد کا ہی حصہ ہے۔

(ابوضیفہ، شافعی، مالک) اسی کے قائل ہیں۔ (۳)



(۱) [المغنی لابن قدامة (۴۶۹/۴)]

(۲) [فقه السنة (۴۲۱/۱)]

(۳) [المغنی لابن قدامة (۴۷۲/۴)]

شب قدر کا بیان

باب لیلۃ القدر

شب قدر کی فضیلت

(1) ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

﴿ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنْزَلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ﴾ [القدر: ۳-۵]

”شب قدر کی عبادت ایک ہزار مہینوں (کی عبادت) سے بہتر ہے۔ اس (میں ہر کام) سرانجام دینے کو اپنے رب کے حکم سے فرشتے اور روح (جبرئیل علیہ السلام) اترتے ہیں۔ یہ رات سر اسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر طلوع ہونے تک رہتی ہے۔“

(ابن کثیر) اس رات کی بہت زیادہ برکت کی وجہ سے اس میں کثرت سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فرشتے برکت و رحمت کے نزول کے ساتھ اترتے ہیں جیسا کہ تلاوت قرآن کریم کے وقت اترتے ہیں، مجلس ذکر کو گھیر لیتے ہیں اور سچے طالب علم کی تعظیم کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔ (۱)

(2) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رمضان کا مہینہ آیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ إِنَّ هَذَا الشَّهْرَ قَدْ حَضَرَ كَرَمٌ وَفِيهِ لَيْلَةُ خَيْرٍ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ مَنْ حَرَمَهَا فَقَدْ حَرَمَ الْخَيْرَ كُلَّهُ وَلَا

يَحْرَمُ خَيْرَهَا إِلَّا كُلَّ مُحْرَمٍ ﴾

”بلاشبہ یہ (با برکت) مہینہ تمہارے پاس آیا ہے (اسے غنیمت سمجھو)۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ جو شخص اس رات کی خیر و برکت سے محروم رہا وہ ہر طرح کی خیر و برکت سے محروم رہا اور اس کی خیر و برکت سے صرف وہی محروم رہتا ہے جو (ہر قسم کی خیر سے) محروم ہو۔“ (۲)

قدر کی راتوں میں نوافل پڑھنا مستحب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿ مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ ﴾

(۱) [تفسیر ابن کثیر (تحت سورة القدر)]

(۲) [حسن صحیح: صحیح ابن ماجہ (۱۳۳۳) کتاب الصیام: باب ما جاء فی فضل شهر رمضان، ابن ماجہ

”جو شخص ایمان اور ثواب کی نیت سے شب قدر کا قیام کرتا ہے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“ (۱)

قدر کی رات کونسی ہے؟

اس میں بے اختلاف ہے یہی وجہ ہے کہ اس کے متعلق حافظ ابن حجر نے چالیس (40) اور امام شوکانی نے پینتالیس (45) اقوال نقل فرمائے ہیں۔ (۲)

ان سب میں راجح اور قوی تر قول یہ ہے کہ شب قدر آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تحروا ليلة القدر في الوتر من العشر الأواخر من رمضان﴾

”شب قدر رمضان کے آخری دھا کے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔“ (۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

﴿كان رسول الله ﷺ يحاور في رمضان العشر التي في وسط الشهر فإذا كان حين

يمسى من عشرين ليلة تمضي ويستقبل إحدى وعشرين رجوع إلى مسكنه ورجع من كان يحاور معه، وأنه أقام في شهر جاور فيه الليلة التي كان يرجع فيها فخطب الناس فأمرهم ما شاء الله ثم قال كنت أجاور هذه العشر، ثم قد بدا لي أن أجاور هذه العشر الأواخر، فمن كان اعتكف معي فليثبت في معتكفه وقد أريت هذه الليلة، ثم أنسيتها، فابتغوها في العشر الأواخر، وابتغوها في كل وتر، وقد رأيتني أسجد في ماء وطين، فاستهلت السماء في تلك الليلة فأمطرت فوكف المسجد في مصلى النبي ﷺ ليلة إحدى وعشرين فبصرت عيني نظرت إليه انصرف من الصبح ووجهه ممتلي طينا وماء﴾

”نبی کریم ﷺ رمضان کے درمیانی عشرے میں اعتکاف کیا کرتے تھے۔ بیس راتیں گزر جانے کے بعد جب اکیسویں رات آئی تو شام کو آپ گھر واپس آجاتے۔ جو لوگ اعتکاف میں ہوتے وہ بھی اپنے گھر کو واپس آجاتے۔ ایک رمضان میں جب آپ اعتکاف میں تھے تو اُس رات میں بھی (مسجد میں ہی) مقیم رہے جس میں

(۱) [بخاری (۲۰۱۴) کتاب فضل ليلة القدر: باب فضل ليلة القدر، مسلم (۷۶۰) نسائی فی الکبریٰ کما فی

تحفة الأشراف (۱۳۷۳، ۱۰) أحمد (۲۸۱/۲) ترمذی (۸۰۸) ابن ماجہ (۱۳۲۶)]

(۲) [فتح الباری (۷۹۴/۴-۷۹۹) نيل الأوطار (۲۶۳/۳-۲۶۶)]

(۳) [بخاری (۲۰۱۷) کتاب فضل ليلة القدر: باب تحری ليلة القدر فی الوتر من العشر الاواخر، مسلم

(۱۱۲۹) ترمذی (۷۹۲) موطا (۳۱۹/۱) أحمد (۵۰/۶) ابن ابی شیبہ (۹۵۲۵) بیہقی (۳۰۷/۴)

شرح السنة (۱۸۱۶)]

آپ کی گھر جانے کی عادت تھی۔ پھر آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ نے لوگوں کو حکم دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا میں اس دوسرے عشرے میں اعتکاف کیا کرتا تھا۔ لیکن مجھ پر یہ ظاہر ہوا ہے کہ مجھے اب اس آخری عشرے میں اعتکاف کرنا چاہیے۔ اس لیے جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ اپنے مقام اعتکاف میں ہی ٹھہرا ہے۔ مجھے یہ رات (یعنی شب قدر) دکھائی گئی لیکن پھر بھلا دی گئی۔ اس لیے تم اسے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ میں نے خود کو (خواب میں) دیکھا کہ میں اس رات کچھڑ میں سجدہ کر رہا ہوں۔ پھر اس رات آسمان پر ابر ہوا اور بارش برسی نبی کریم ﷺ کی نماز پڑھنے کی جگہ (چھت سے) پانی ٹپکنے لگا۔ یہ ایک سوین رات کا ذکر ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ ﷺ صبح کی نماز کے بعد واپس آ رہے تھے اور آپ کے چہرہ مبارک پر کچھڑ لگا ہوا تھا۔“ (۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ التمسوها فی العشر الأواخر من رمضان لیلة القدر فی تاسعة تبقی فی سابعة

تبقی فی خامسة تبقی ﴾

”شب قدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ جب نورات میں باقی رہ جائیں یا سات راتیں باقی رہ جائیں یا جب پانچ باقی رہ جائیں۔“ (۲)

(ابن حجر، شوکانی) انہوں نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔ (۳)

لیکن جمہور کے نزدیک شب قدر ستائیسویں رات ہے۔ (۴)

ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے شب قدر کے متعلق فرمایا ﴿ لیلة سبع

وعشرین ﴾ ”یہ ستائیس کی رات ہے۔“ (۵)

یاد رہے کہ حافظ ابن حجر نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ حدیث موقوف ہے۔ (۶)

(۱) [بخاری (۲۰۱۸) کتاب لیلة القدر: باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر، مسلم (۱۱۶۷)

ابو داؤد (۱۳۸۲) نسائی (۷۹۱۳) مؤطا (۳۱۹/۱) احمد (۲۴/۳) حمیدی (۷۵۶) ابن خزیمہ

(۲۱۷۱) أبو یعلیٰ (۱۱۵۸) ابن حبان (۳۶۸۴-الإحسان) بیہقی (۳۱۴/۴) بغوی (۱۸۱۹)]

(۲) [بخاری (۲۰۲۱) کتاب لیلة القدر: باب تحری لیلة القدر فی الوتر من العشر الأواخر، ابو داؤد (۱۳۸۱)

احمد (۲۳۱/۱) بیہقی فی السنن الکبریٰ (۳۰۸/۴)]

(۳) [فتح الباری (۷۹۵/۴) نیل الأوطار (۲۷۱/۳)]

(۴) [سبل السلام (۹۱۵/۲)]

(۵) [صحیح: صحیح أبو داؤد (۱۲۳۶) کتاب الصلاة: باب من قال: سبع وعشرون، أبو داؤد (۱۳۸۶)]

(۶) [بلوغ المرام (۵۷۶)]

علاوہ ازیں ایک روایت میں یہ لفظ ہے:

﴿فمن كان متحريها فليتحرها في السبع الأواخر﴾

”جو اسے تلاش کرنے کا خواہش مند ہو وہ اسے آخری سات (راتوں) میں تلاش کرے۔“ (۱)

یہ اور اس طرح کی دیگر تمام احادیث میں شب قدر کے تعین کا ذکر اس لیے ہے کیونکہ اس سال وہ رات شب قدر تھی لہذا وہی رات بتلا دی گئی۔ ایسا ہرگز نہیں ہے کہ ہمیشہ وہی رات شب قدر ہوگی۔

(ابن تیمیہ) شب قدر ماہ رمضان کے آخری عشرے میں ہے۔ اسی طرح نبی کریم ﷺ سے صحیح ثابت ہے..... اور یہ اس عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ (۲)

(صدیق حسن خان) فرماتے ہیں کہ مسوی میں ہے کہ قدر کی رات کون سی ہے اس میں اختلاف ہے اور قوی ترین قول یہ ہے کہ (رمضان کے) آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہے۔ (۳)

(سعودی مجلس افتاء) شب قدر کو رمضان کی کسی رات کے ساتھ خاص کرنے والی بات دلیل کی محتاج ہے جو اس کی تعین کرتی ہو اس کے علاوہ ہم ایسا کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تاہم آخری عشرے کی طاق راتیں اس رات کے لیے زیادہ مناسب ہیں اور ان راتوں میں بھی ستائیسویں رات زیادہ مناسب ہے۔ (۴)

شب قدر نامعلوم ہونے کا سبب

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

﴿خرج النبي ﷺ ليخبرنا بليلة القدر فتلاحي رجلان من المسلمين فقال: خرجت

لأخبركم بليلة القدر فتلاحي فلان وفلان فرفعت وعسى أن يكون خيرا لكم﴾

”رسول اللہ ﷺ ہمیں شب قدر کی خبر دینے کے لیے تشریف لارہے تھے کہ دو مسلمان آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: میں آیا تھا کہ تمہیں شب قدر بتا دوں لیکن فلاں اور فلاں نے آپس میں جھگڑا کر لیا پس اس کا علم اٹھا لیا گیا۔ اور امید ہے کہ تمہارے حق میں یہی بہتر ہوگا۔“ (۵)

(۱) [بخاری (۲۰۱۵) کتاب فضل ليلة القدر: باب التماس ليلة القدر في السبع الأواخر، مسلم (۱۱۶۵) مؤطا (۳۲۱/۱) أحمد (۱۷/۲) عبد الرزاق (۷۶۸۸) ابن خزيمة (۲۱۸۲) بیہقی (۳۱۰/۴) ابن حبان (۳۶۷۵)]

(۲) [مجموع الفتاوى (۲۸۴/۲۵)]

(۳) [الروضة الندية (۵۷۶/۱)]

(۴) [فتاوى اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء (۴۱۵/۱۰)]

(۵) [بخاری (۲۰۲۳) کتاب فضل ليلة القدر: باب رفع معرفة ليلة القدر لتلاحي الناس]

شب قدر کی علامات

(1) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿تصبح الشمس صبيحة تلك الليلة مثل الطست ليس لها شعاع حتى ترتفع﴾

”شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی۔ وہ ایلے ہوتا ہے جیسے تھالی۔“ (۱)

(2) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے پاس شب قدر کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

﴿أیکم یذکر حین طلع القمر وهو مثل شق حفنة﴾

”تم میں سے کون اسے (یعنی شب قدر کو) یاد رکھتا ہے (اس میں) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ۔“ (۲)

(3) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿ليلة القدر طلقة لا حارة ولا باردة تصبح الشمس يومها حمراء ضعيفة﴾

”شب قدر آسان اور معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس صبح کا سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہوتی ہے۔“ (۳)

(4) اسی معنی کی حدیث مسند احمد میں بھی موجود ہے۔ (۴)

شب قدر کی مخصوص دعا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

(۱) [ابو داؤد (۱۳۷۸) کتاب الصلاة: باب فی ليلة القدر، مسلم (۷۶۲) کتاب صلاة المسافرين وقصرها:

باب الترغیب فی قیام رمضان وهو التراویح، ترمذی (۳۳۵۱) نسائی (۷۹۳) وفی السنن الكبرى

(۱۱۶۹۰/۶) تحفة الأشراف (۱۸)]

(۲) [مسلم (۱۱۷۰) کتاب الصیام: باب فضل ليلة القدر والحث علی طلبها و بیان محلها وإرجاء أوقات

طلبها، تحفة الأشراف (۱۳۴۵۱)]

(۳) [حسن: مسند بزار (۴۸۶/۶)۔ فی کشف الاستار مسند طیب السی (۳۴۹) ابن خزیمہ (۲۳۱/۳) شیخ سلیم

بلالی نے اسے حسن کہا ہے۔] صفة صوم النبی (ص ۹۰)]

(۴) [احمد (۳۲۴/۵) امام بیہقی نے اس کے راویوں کو ثقہ کہا ہے۔ [مجمع الزوائد (۱۷۸/۳)] مزید دیکھیے: عبد اللہ بن

احمد فی زوائده (۹۸/۵) طبرانی کبیر (۱۹۶۲) بزار (۱۰۳۱) ابن ابی شیبہ (۹۵۳۸) ابن خزیمہ

(۲۱۹۰)]

﴿ قلت يا رسول الله! أُرَبَّتْ إن علمت أي ليلة ليلة القدر ما أقول فيها قال: قولی فيها اللهم

إنك عفو كريم تحب العفو فاعف عنا ﴾

”میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ یہ شب قدر ہے تو میں کیا پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھو ”اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفْوٌ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا“ یعنی اے اللہ تعالیٰ! تو بہت معاف کرنے والا ہے، معاف کرنا تجھے پسند ہے۔ پس تو مجھے معاف فرما دے۔“ (۱)

قدر کی رات زمین میں فرشتوں کی کثرت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

﴿ إن الملائكة تلك الليلة في الأرض أكثر من عدد الحصى ﴾

”بلاشبہ اس (قدر کی رات) زمین میں فرشتوں کی تعداد نکل کر یوں کی تعداد سے بھی زیادہ ہوتی ہے۔“ (۲)



(۱) [صحیح: صحیح ابن ماجہ (۳۱۰۵) کتاب الدعاء: باب الدعاء بالعفو والعافية، ترمذی (۳۵۱۳) کتاب

الدعوات: باب فی فضل سؤال العافية والمعافاة، ابن ماجہ (۳۸۵۰) نسائی فی الکبریٰ (۲۱۸/۶) أحمد

(۱۷۱/۶) المشكاة (۲۰۹۱)]

(۲) [حسن: الصحیحة (۲۲۰۵) رواه احمد والطیالسی وابن خزيمة]

فضائل قرآن کا بیان

باب فضائل القرآن

قرآن کے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کا اجر

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿من قرأ حرفاً من كتاب الله فله به حسنة والحسنة بعشر أمثالها لا أقول الم حرف ولكن

الف حرف ولام حرف وميم حرف﴾

”جس نے قرآن کے ایک حرف کی تلاوت کی اسے اس کے بدلے میں ایک نیکی ملے گی اور ایک نیکی

کا ثواب دس گنا ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ”الم“ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، لام دوسرا حرف اور ميم

تیسرا حرف ہے۔“ (۱)

قرآن اپنے پڑھنے والوں کی روز قیامت سفارش کرے گا

(1) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿اقرأوا القرآن فإنه يأتي يوم القيامة شفيعاً لأصحابه﴾

”قرآن پڑھا کر لو کیونکہ قرآن روز قیامت ان لوگوں کی سفارش کرے گا جو اس کی تلاوت کرتے رہے۔“ (۲)

(2) حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿الصيام والقرآن يشفعان للعبد، يقول الصيام أرى رباً إنى منعته الطعام والشهوات بالنهار

فشفعنى فيه ويقول القرآن منعته النوم بالليل فشفعنى فيه، فيشفعان﴾

”روزہ اور قرآن مومن بندے کی سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا، اے میرے پروردگار! میں نے اس کو

دن بھر کھانے پینے اور شہوت رانی سے روک رکھا، اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن

کہے گا کہ رات کو میں نے اسے نیند سے روک رکھا، اس لیے اس کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔ پھر دونوں

کی سفارش قبول کر لی جائے گی۔“ (۳)

(۱) [صحیح: الصحيحة (۶۶۰) صحیح ترمذی (۲۹۱۰) کتاب فضائل القرآن: باب ما جاء فيمن

قرأ حرفاً من القرآن ما له من الأجر]

(۲) [مسلم (۸۰۴) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة القرآن]

(۳) [حسن صحیح: صحيح الترغيب (۹۸۴) کتاب الصوم: باب الترغيب في الصوم مطلقاً وما جاء في

فضله وفضل دعاء الصائم، هداية الرواة (۳۱۳/۲) تمام المنة (ص/۳۹۴) احمد (۱۷۴/۲) حاكم

(۵۵۴/۱) امام حاکم نے اسے مسلم کی شرط صحیح کہا ہے۔]

تلاوتِ قرآن سننے کے لیے آسمان سے فرشتے نازل ہوتے ہیں

حضرت اُسید بن حنیف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

﴿بینما هو یقرأ من اللیل سورۃ البقرۃ وفرسہ مربوطۃ عنده إذ جالت الفرس فسکت فسکت فقرأ فجالت فسکت فسکت ثم قرأ فجالت الفرس فانصرف وکان ابنہ یحییٰ قریباً منها فأشفق أن نصیبه ولما أخره رفع رأسه إلى السماء فإذا مثل الظلۃ فیها أمثال المصابیح فلما أصبح حدث النبی ﷺ فقال: اقرأ یا بن حنظیر! اقرأ یا بن حنظیر! قال: فأشفقت یا رسول الله أن تطأ یحییٰ وکان منها قریباً فانصرفت إلیه ورفعت رأسی إلى السماء فإذا مثل الظلۃ فیها أمثال المصابیح فخرجت حتی لا أراها، قال: وتدری ما ذاك؟ قال: لا، قال: تلك الملائکة دنت لصوتک ولو قرأت لأصبحت ینظر الناس إلیها لا تتواری منهم﴾

”ایک دفعہ وہ رات کے وقت سورہ بقرہ کی تلاوت کر رہے تھے اور ان کا گھوڑا ان کے قریب بندھا ہوا تھا۔ اچانک گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو دوبارہ گھوڑا کودنے لگا۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو گھوڑا بھی رک گیا۔ پھر انہوں نے تلاوت شروع کی تو گھوڑا کودنے لگا چنانچہ حضرت اُسید رضی اللہ عنہ نفل نماز سے فارغ ہوئے اور ان کا بیٹا یحییٰ گھوڑے کے قریب تھا۔ وہ خوفزدہ ہو گیا کہ (گھوڑے کے کودنے کی وجہ سے) بچے کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ جب انہوں نے بچے کو گھوڑے سے دور ہٹا دیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سرا اٹھایا تو وہاں سا سب انہوں نے جبرائیل سے دکھائی دے رہے تھے۔

جب صبح ہوئی تو انہوں نے یہ واقعہ نبی کریم ﷺ کو سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے حنیف! تم پڑھتے رہتے۔ اس نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں گھوڑا یحییٰ کو نہ روند ڈالے اور وہ بالکل اس کے قریب تھا۔ چنانچہ میں اس کی طرف گیا اور میں نے آسمان کی جانب سرا اٹھایا تو وہاں سا سب انہوں نے جبرائیل سے دکھائی دے رہی تھیں۔ جب میں گھر سے باہر نکلا تو پھر مجھے وہ روشنیاں نظر نہ آئیں۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا، تجھے معلوم ہے یہ روشنیاں کیا تھیں؟ انہوں نے کہا نہیں۔ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: وہ فرشتے تھے جو تیری تلاوت سننے کے لیے اترے تھے اور اگر تم اپنی تلاوت جاری رکھتے تو صبح ہونے پر لوگ بھی نہیں دیکھتے اور وہ لوگوں سے کچھ نہ چھپتے۔“ (۱)

(۱) [بخاری (۵۰۱۸) کتاب فضائل القرآن: باب نزول السکینۃ والملائکۃ عند قراءۃ القرآن، نسائی فی

صاحب قرآن کے حق میں رشک جائز ہے

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ لا حسد إلا على اثنين : رجل آتاه الله القرآن فهو يقوم به آناء الليل وآناء النهار ، ورجل

آتاه الله مالا فهو ينفق منه آناء الليل وآناء النهار ﴾

”رشک صرف دو انسانوں کے حق میں جائز ہے۔ ایک وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا ہے اور وہ رات اور دن کے اوقات میں قیام میں اس کی تلاوت کرتا رہتا ہے۔ اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے مال عطا کیا ہے اور وہ اس سے دن اور رات کے اوقات میں خرچ کرتا رہتا ہے۔“ (۱)

قرآن کا حافظ و ماہر معزز فرشتوں کے ساتھ ہوگا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

﴿ الماهر بالقرآن مع السفرة الكرام البررة والذي يقرأ القرآن ويتتعتع فيه وهو عليه شاق له أجران ﴾

”قرآن پاک کا ماہر شخص معزز لکھنے والے اطاعت گزار فرشتوں کے ساتھ ہوگا۔ اور جو شخص قرآن پاک

انگ انگ کر پڑھتا ہے اور اس پر تلاوت کرنا مشکل ہوتا ہے تو اس کے لیے دُہرا اجر ہے۔“

صحیح بخاری کی روایت میں ہے کہ

﴿ مثل الذي يقرأ القرآن وهو حافظ له ﴾

”اس شخص کی مثال جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور وہ اس کا حافظ ہے۔“ (۲)

حافظ قرآن جنت میں بلند درجے پر فائز ہوگا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

﴿ يقال لصاحب القرآن : اقرأ وارتق ورتل كما كنت ترتل في الدنيا فإن منزلتك عند

آخر آية تقرأها ﴾

”صاحب قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے جاؤ اور جنت کے درجات میں بلند ہوتے

(۱) [بخاری (۷۵۲۹) کتاب التوحيد باب قول النبي ﷺ رجل آتاه الله القرآن ، مسلم (۸۱۵) ترمذی۔

(۱۹۳۶) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۷۲)]

(۲) [مسلم (۷۹۸) کتاب صلاة المسافرين وقصرها : باب فضل الماهر في القرآن والذي يتتعتع فيه ؛

بخاری (۴۹۳۷) کتاب تفسیر القرآن : باب سورة عبس ، ترمذی (۲۹۰۴) نسائی فی السنن الكبرى

، [(۸۰۴۷)]

جاؤ۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے جاؤ جیسے آہستہ آہستہ دنیا میں کیا کرتے تھے۔ تمہارا مقام وہ ہے جہاں تم اپنی آخری آیت کی تلاوت کرو گے۔“ (۱)

قرآن سیکھنے اور سکھانے والا شخص سب سے بہتر ہے

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ﴾

”تم میں وہ شخص سب سے بہتر ہے جو قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔“ (۲)

قرآن قوموں کے عروج و زوال کا ذریعہ ہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَرْفَعُ بِهَذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَيَضَعُ بِهِ الْآخَرِينَ﴾

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن) کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلند فرماتا ہے اور کچھ لوگوں کو اس کے ذریعے

ذلیل کر دیتا ہے۔“ (۳)

قرآن کی مختلف سورتوں اور آیات کی فضیلت

(۱) سورۃ فاتحہ قرآن کی سب سے عظیم سورت ہے۔ (۴)

(۲) ایک حدیث میں سورۃ فاتحہ کو ایسا نور کہا گیا ہے جو پہلے کسی نبی کو نہیں عطا کیا گیا۔ (۵)

(۱) [حسن: الصحیحۃ (۲۲۴۰) ہدایۃ الرواۃ (۳۷۲/۲) ابو داؤد (۱۴۶۴) کتاب الصلاۃ: باب استحباب

الترتیل فی القراءۃ، ترمذی (۲۹۱۴) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۵۶)]

(۲) بخاری (۵۰۲۷) کتاب فضائل القرآن: باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ، ابو داؤد (۱۴۵۲) ترمذی

(۲۹۰۷) نسائی فی السنن الکبریٰ (۸۰۳۷) دارمی (۴۳۷/۲) ابن ماجہ (۲۱۲) عبد الرزاق (۵۹۹۵)

طیالسی (۷۳) ابن حبان (۱۱۸) احمد (۵۷/۱)]

(۳) [مسلم (۸۱۷) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا: باب فضل من یقوم بالقرآن ویعلمہ وفضل من تعلم حکمہ،

ابن ماجہ (۲۱۸)]

(۴) [بخاری (۴۴۷۴) کتاب تفسیر القرآن: باب وسمیت أم الكتاب، ابو داؤد (۱۴۵۸) نسائی (۱۳۹/۲)

ابن ماجہ (۳۷۸۵)]

(۵) [مسلم (۸۰۶) کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا: باب فضل الفاتحہ وخواتیم سورۃ البقرۃ، نسائی فی

السنن الکبریٰ (۸۰۱۴/۵) وفی عمل الیوم واللیلۃ (۷۲۷) طبرانی کبیر (۱۲۲۵۵) ابن حبان (۷۷۸)

بغوی فی شرح السنۃ (۱۲۰۰)]

- (3) جس گھر میں سورہ بقرہ تلاوت کی جاتی ہے شیطان اس گھر سے بھاگ جاتا ہے۔ (۱)
- (4) جو ہر نماز کے بعد آیت الکرسی کی تلاوت کرتا ہے اسے جنت میں داخلے سے صرف موت نے روک رکھا ہے۔ (۲)
- (5) سوتے وقت آیت الکرسی کی تلاوت کرنے والے پر ساری رات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک محافظ مقرر رہتا ہے اور ساری رات شیطان اس کے قریب نہیں آسکتا۔ (۳)
- (6) ایک حدیث میں آیت الکرسی کو قرآن کی سب سے عظیم آیت قرار دیا گیا ہے۔ (۴)
- (7) جو شخص رات کے وقت سورہ بقرہ کی آخری دو آیات تلاوت کرے گا تو یہ اسے (ہر قسم کے نقصان، شیطان اور تمام آفات سے بچاؤ کے لیے) کافی ہو جائیں گی۔ (۵)
- (8) جو سورہ کہف کی ابتدائی سول آیات حفظ کرے گا وہ دجال کے قتل سے بچا لیا جائے گا۔ (۶)
- (9) جو شخص سورہ الملک کی تلاوت کرتا رہا تو یہ سورت اس کے حق میں سفارش کرے گی حتیٰ کہ اسے بخش دیا جائے گا۔ (۷)

- (۱) [مسلم (۷۸۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب استحباب صلاة النافلة في بيته وجوازها في المسجد، ترمذی (۲۸۷۷) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۱۵۵) وفي عمل اليوم والليلة (۹۷۱) ابن حبان (۸۷۳) شرح السنه للبخاری (۱۱۹۲)]
- (۲) [صحیح: الصحيحه (۹۷۲) (۶۹۷/۲) نسائی (۳۰/۶) (۹۹۲۸) طبرانی کبیر (۱۳۴/۸) مجمع الزوائد (۱۴۸/۲)]
- (۳) [بخاری (۳۲۷۵) (۲۳۱۱) کتاب بدء الخلق: باب صفة إبليس وجنوده، نسائی فی السنن الكبرى (۱۰۷۹۵)]
- (۴) [مسلم (۸۱۰) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۱۴۶۰) تحفة الأشراف (۳۸)]
- (۵) [مسلم (۸۰۷) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل الفاتحة وخواتيم سورة البقرة والحث على قراءة الآيتين من آخر البقرة، بخاری (۴۰۰۸) ابو داود (۱۳۹۷) ترمذی (۲۸۸۱) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۰۳/۵) ابن ماجه (۱۳۶۸) دارمی (۱۴۸۷) ابن حبان (۷۸۱) شرح السنه للبخاری (۱۱۹۹) احمد (۱۷۰۶۷)]
- (۶) [مسلم (۸۰۹) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، ابو داود (۴۳۲۳) ترمذی (۲۸۸۶) نسائی فی السنن الكبرى (۸۰۲۵) وفي عمل اليوم والليلة (۹۵۵) ابن حبان (۷۸۵) شرح السنه (۱۲۰۴)]
- (۷) [حسن: هداية الرواة (۳۸۰/۲) ابو داود (۱۴۰۰) کتاب الصلاة: باب في عدد الآي، ترمذی (۲۸۹۱) نسائی (۷۱۰) ابن ماجه (۳۷۸/۶) حاکم (۴۹۸/۴) ابن حبان (۱۷۶۶) امام ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔]

- (10) سورة الاخلاص اجر وثواب میں ایک تہائی قرآن کے برابر ہے۔ (۱)
- (11) ایک آدمی کو سورة الاخلاص سے بہت محبت تھی اور اس محبت کی وجہ سے وہ اس سورت کو ہر نماز کی قراءت کے اختتام پر پڑھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اس سورت سے محبت کی وجہ سے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ (۲)
- (12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (شیطان سے پناہ مانگنے کے لیے) سورة الفلق اور سورة الناس جیسی قرآن میں اور کوئی آیات نہیں۔ (۳)

□ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ماہ رمضان میں کثرت کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی مندرجہ بالا فضائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے چاہیے کہ ہم اس مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ ضرور مکمل قرآن کی تلاوت کریں؛ جس قدر ہو سکے قرآنی آیات اور سورتوں کو حفظ کرنے کی کوشش کریں نیز اس کے معانی و مفہیم کو سمجھنے کے لیے بھی وقت نکالیں تاکہ نزول قرآن کا مقصد بھی پورا ہو سکے۔



- (۱) [مسلم (۸۱۱) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة قل هو الله أحد، نسائی فی السنن الکبری (۱۰۴۳۷/۶) وفي عمل اليوم والليلة (۷۰۶) دارمی (۳۴۳۱)]
- (۲) [بخاری تعلقاً (۷۷۴) کتاب الأذان: باب الجهر بقراءة صلاة الفجر، ترمذی (۲۹۰۱) نسائی فی السنن الکبری (۱۰۶۵۱/۱) ابن حبان (۷۹۳)]
- (۳) [مسلم (۸۱۴) کتاب صلاة المسافرين وقصرها: باب فضل قراءة الموعودتين، ترمذی (۲۹۰۲) نسائی (۹۵۲) وفي السنن الکبری (۸۰۳۰/۱۵) بیہقی (۳۹۴/۲) دارمی (۳۴۴۱)]

متفرق مسائل کا بیان

باب المسائل المتفرقة

صدقۃ الفطر کے مسائل

- صدقۃ فطر سے مراد ماہ رمضان کے اختتام پر نماز عید سے پہلے فطرانہ ادا کرنا ہے۔
- اس صدقۃ کو رسول اللہ ﷺ نے فرض قرار دیا ہے۔
- صدقۃ فطر کا مقصد خود کو دوران روزہ کیے ہوئے گناہوں سے پاک کرنا ہے۔
- صدقۃ فطر صرف مسلمانوں کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔
- صدقۃ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور جدید وزن کے مطابق ایک صاع اڑھائی کلوگرام کے قریب ہوتا ہے۔
- صدقۃ فطر میں افضل یہ ہے کہ گندم چاول، جو، کھجور، مٹی، پنیر یا جوجناس بھی بطور خوراک زیر استعمال ہوں ان سے صدقۃ ادا کیا جائے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مذکورہ اجناس کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔
- گھر کے سرپرست کو چاہیے کہ اپنے تمام اہل و عیال اور غلاموں کی طرف سے صدقۃ ادا کرے۔
- صدقۃ فطر کی قبولیت کے لیے ضروری ہے کہ اسے نماز عید سے پہلے ادا کر کیا جائے۔
- عید سے ایک دو روز قبل بھی صدقۃ فطر ادا کیا جاسکتا ہے۔
- جس کے پاس ایک دن و رات کے لیے اپنی خوراک سے زیادہ اتنا نہ ہو اس پر صدقۃ فطر واجب نہیں۔
- صدقۃ فطر کے مستحق صرف مساکین ہیں۔

مندرجہ بالا تمام مسائل کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث : کتاب الزکاة :

باب صدقۃ الفطر“ یا ”مسائل زکوٰۃ کی کتاب“ کا مطالعہ کیجیے۔

عیدین کے مسائل

- عید کے دن غسل کرنا مستحب ہے۔
- عیدین کے لیے عمدہ لباس پہننا چاہیے۔
- نماز عید الفطر سے پہلے کچھ کھانا اور نماز عید الاضحیٰ سے پہلے کچھ نہ کھانا مستحب ہے۔
- نماز عید کے لیے پیدل چل کر جانا چاہیے۔
- نماز عیدین ہر مکلف شخص پر واجب ہے۔

- نماز عیدین کے لیے عورتوں کو بھی عید گاہ لے جانا چاہیے خواہ وہ ایام ماہواری میں ہی کیوں نہ ہوں۔
- خواتین کو چاہیے کہ عید گاہ کی طرف باپردہ ہو کر نکلیں اور خوشبو مت لگائیں۔
- بچوں کو بھی عید گاہ لے جانا درست ہے۔
- عید گاہ کی طرف جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- عید الفطر میں شوال کا چاند دیکھنے کے بعد سے نماز عید الفطر کی ادائیگی تک تکبیریں کہنی چاہئیں اور عید الاضحیٰ میں 9 ذوالحجہ سے لے کر 13 ذوالحجہ کی شام تک تکبیریں کہنی چاہئیں۔
- خواتین بھی مردوں کے ساتھ تکبیرات کہنے میں شریک ہو سکتی ہیں۔
- نماز عیدین مسجد میں نہیں بلکہ علاقے سے باہر کھلے میدان میں ادا کرنی چاہیے۔
- کسی عذر کی وجہ سے مسجد میں بھی نماز عید کی ادائیگی درست ہے۔
- نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب سے لے کر آفتاب ڈھلنے تک ہے۔
- اگر ذوال آفتاب کے بعد عید کا علم ہو تو نماز عید کے لیے اگلے روز عید گاہ جانا چاہیے۔
- نماز عید الاضحیٰ قدرے جلد اور نماز عید الفطر کچھ دیر سے ادا کرنا مستنون ہے۔
- نماز عیدین کے لیے نواذان کہی جائے اور نواقامت۔
- نماز عید سے پہلے یا بعد میں کوئی نفل نماز نہیں۔
- عید گاہ سے فارغ ہونے کے بعد گھر جا کر دو رکعتیں پڑھی جاسکتی ہیں۔
- عید گاہ میں امام کے سامنے سترہ رکھنا مستنون ہے۔
- نماز عید کی دو رکعتیں ہیں۔
- نبی کریم ﷺ عیدین میں ”سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى“ اور ”هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْعَاشِيَةِ“ کی قراءت کرتے تھے۔
- پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں کہی جائیں گی۔
- عیدین کی تکبیروں میں رفع الیدین کرنا کسی صحیح حدیث و اثر سے ثابت نہیں۔
- امام پہلے نماز عید پڑھائے اور پھر خطبہ دے۔
- نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہے۔
- خطبہ عید کے لیے منبر مشروع نہیں۔
- اگر ایک شخص نماز عید پڑھائے اور دوسرا خطبہ دے تو یہ بھی مکلفیت کر جاتا ہے۔

- صحابہ کرام عید کے دن جب ملتے تو ایک دوسرے کو یہ کلمات کہتے ”تَقَبَّلَ اللَّهُ مِنَّا وَمِنْكَ“۔
- عید گاہ سے واپسی پر راستہ تبدیل کرنا منسوخ ہے۔
- عید اگر جمعہ کے روز آجائے تو نماز عید تو معمول کے مطابق ہی ادا کی جائے گی البتہ جمعہ میں اختیار ہوگا یعنی اگر کوئی چاہے تو مسجد میں حاضر ہو کر جمعہ پڑھے اور اگر چاہے تو نہ پڑھے لیکن یہ یاد رہے کہ جمعہ نہ پڑھنے والے پر نماز ظہر کی اکیلے یا باجماعت ادا کیگی بہر صورت ضروری ہے۔
- عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اور ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔
- مندرجہ بالا تمام مسائل عیدین کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث : کتاب الصلاة : باب صلاة العیدین“ یا ”پانچ اہم دینی مسائل“ کا مطالعہ کیجیے۔

قربانی کے مسائل

- نماز عید الاضحیٰ کے بعد ہر صاحب استطاعت مسلمان پر قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔
- اگر کوئی شخص نذر کے ذریعے اپنے اوپر قربانی واجب کر لے تو اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔
- اسی طرح حج تمتع یا حج قرآن کرنے والوں کے لیے بھی قربانی کرنا واجب ہے۔
- اگر کوئی قربانی کی طاقت ہی نہ رکھتا ہو تو یقیناً اسے قربانی نہ کرنے سے کوئی گناہ نہیں ہوگا۔
- قربانی صرف رضائے الہی کے لیے کرنی چاہیے۔
- قربانی کی قبولیت کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ پاکیزہ مال سے ہو اور منسوخ طریقے کے مطابق ہو۔
- قربانی کے جانور یہ ہیں: اونٹ، گائے، بھیر اور بکری۔
- کوئی مجبوری نہ ہو تو دوہندا جانور قربانی کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے۔
- رسول اللہ ﷺ سینگ والا موٹا تازہ مینڈھا زخ کرتے جس کی آنکھیں مندا اور ناٹکیں سیاہ ہوتیں۔
- خاصی جانور کی قربانی جائز ہے۔
- بھینس کی قربانی سے بچنا ہی بہتر ہے۔
- چار جانور قربانی میں جائز نہیں: واضح طور پر آنکھ کا کانا، ایسا بیمار جس کی بیماری واضح ہو، لنگڑا، جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو، اور ایسا کتور جس میں چربی نہ ہو۔
- حاملہ جانور کی قربانی جائز و درست ہے۔
- قربانی کا ارادہ رکھنے والا ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد اپنے بال اور ناخن کاٹنے سے رک جائے۔

- قربانی کا وقت نماز عید کے بعد ہے، جس نے نماز عید سے پہلے قربانی کی اس کی قربانی قبول نہیں ہوگی۔
- عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین دن یعنی تیرہ (13) ذوالحجہ کی شام تک قربانی کی جاسکتی ہے۔
- قربانی کے لیے چھری خوب تیز ہونی چاہیے۔
- قربانی کے جانور کو قبلہ رخ لٹانا چاہیے۔
- اونٹ کو ذبح نہیں بلکہ نحر کرنا چاہیے۔

- چھری چلانے سے پہلے یہ دعا پڑھیں: بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ۔
- ہر خون بہا دینے والی چیز سے ذبح کرنا جائز ہے سوائے دانت اور ناخن کے۔
- جانور خود ذبح کرنا چاہیے لیکن اگر کوئی ایسا نہ کر سکتا ہو تو قصائی سے ذبح کرنا بھی درست ہے۔
- اگر عورت کو جانور ذبح کرنے کا طریقہ آتا ہو تو اس کے لیے جانور ذبح کرنا جائز ہے۔
- مکمل اہل و عیال کی طرف سے ایک بکری کفایت کر جاتی ہے۔
- اونٹ کی قربانی میں دس افراد جبکہ گائے کی قربانی میں سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
- قربانی کا گوشت خود کھانا، اقرباء کو کھلانا، مساکین میں تقسیم کرنا اور ذخیرہ کرنا سب طرح جائز ہے۔
- غیر مسلم اگر مستحق ہو تو اسے بھی قربانی کا گوشت دیا جاسکتا ہے۔
- قربانی کی کھانوں کا بھی وہی مصرف ہے جو قربانی کے گوشت کا ہے۔
- نہ تو قربانی کا گوشت فروخت کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس کی کھال۔

مندرجہ بالا تمام مسائل قربانی کی تفصیل کے لیے راقم الحروف کی کتاب ”فقہ الحدیث: کتاب الأضحیة: باب أحكام الأضحیة“ یا ”پانچ اہم دینی مسائل“ کا مطالعہ کیجیے۔

”الحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات حمدا كثيرا طيبا مباركا على أن وفق هذا العاجز تصنيف كتاب الصيام وأسائله المزيد من العلم والعمل والفضل والتوفيق وأن يجعل هذا الكتاب سبب نجاتي ووسيلة دخولي في جنات النعيم مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين“

[بقلم: حافظ عمران ایوب لاہوری]

سلسلہ

فقہی

اسلامی طرز زندگی سے متعلق فقہی احکام و مسائل

تالیف: شیخ، حافظ عمران ایب لاجپوری، تفتین ادارہ، مکتبۃ المدینہ، لاہور

☆ یہ سلسلہ (فقہ الحدیث) حدیث کی فقہیہ کا ذخیرہ ہے۔

☆ یہ کتب حدیث سے ماخوذ احکام و مسائل پر مشتمل ہیں۔ جن میں ہر عنوان سے متعلق تقریباً تمام مسائل اور وہاں کو نکجا کر دیا گیا ہے اور مسائل میں تائید کے لیے احادیث اور دیگر کبار علماء کے مذاہب بھی نقل کیے گئے ہیں۔

☆ اختلافی مسائل میں راجح و برحق مؤلف کی وضاحت کی گئی ہے۔

☆ تمام آیات و احادیث اور اقوال و فتاویٰ جات کو باحوال نقل کیا گیا ہے۔

مطبوعہ:

4- کتاب الطہارۃ (طہارت کی کتاب)
5- کتاب الصلاة (نماز کی کتاب)

زیر طبع ہے:

1- کتاب الایمان (ایمان کی کتاب)
2- کتاب التوحید (توحید کی کتاب)
3- کتاب السنۃ (سنت کی کتاب)
4- کتاب الزکوٰۃ (زکوٰۃ کی کتاب)
5- کتاب الصیام (صیام کی کتاب)
6- کتاب الحج (حج کی کتاب)
7- کتاب الجنائز (جنازے کی کتاب)
8- کتاب البیوع (تجارت کی کتاب)

☆ ہر حدیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔

☆ ہر حدیث پر علامہ ناصر الدین البانی کی تحقیق لکھی گئی ہے۔

☆ اس قسم کی کتب اگرچہ مارکیٹ میں پہلے سے بھرپور ہیں مگر سلسلہ فقہ الحدیث میں ان کتب کی مزید ضروریات کی تکمیل کر دی گئی ہے اور علامہ البانی اور دیگر بڑے بڑے محققین کے تحقیقی مواد نے اس سلسلہ کی اہمیت و اقداریت دو چہرہ کر دی ہے۔

الکتاب انٹرنیشنل

جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

پانچ اہم دینی مسائل

عشرہ ذوالحجہ عیدین ترویجی



تالیف: سائڈ عمران ایوب لکھنؤی
اور نومولود بچے سے متعلقہ مسائل کا تحقیقی جائزہ
کتاب دست اور صحیح احادیث کی روشنی میں من خزانہ تحقیق

- ☆ یہ کتاب اُن پانچ اہم دینی مسائل کا مجموعہ ہے جن سے ہر مسلمان کو واسطہ پڑتا ہے۔
- ☆ عشرہ ذوالحجہ عیدین قربانی، تیقہ اور نومولود سے متعلقہ مسائل کا تعلق یقیناً ہر مسلمان سے ہے۔
- ☆ اس کتاب میں مذکورہ پانچوں مسائل کو با تفصیل ذکر کیا گیا ہے۔ دلائل کے لیے کتاب دست اور صحیح احادیث کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو مکمل خزانہ تحقیق کے ساتھ مزین کیا گیا ہے۔
- ☆ مسائل میں مزید تائیدی غرض سے عرب و عجم کے علماء کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔
- ☆ قارئین کے مزید استفادے کے لیے کتاب کے آخر میں پروفیسر ڈاکٹر شفیق الرحمن کیلانی حفظہ اللہ کا ایک تحقیقی مقالہ بعنوان ”ذبح کا اسلامی طریقہ“ بھی درج کیا گیا ہے۔ جس میں انہوں نے جدید سائنسی اور طبی بصارت کی روشنی میں غیر اسلامی ذبح کے ایسے ایسے نقصانات بیان کیے ہیں جنہیں عام آدمی محسوس ہی نہیں کرتا اور یہی یہ تفصیل آج تک کسی اور کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
- ☆ نیز یہ کتاب اگر کسی کو تھوڑی جائے گی تو اسے ہر سال عید کے موقع پر ہر مرتبہ قربانی کے وقت اور ہر بچے کی پیدائش کے موقع پر لازماً فائدہ دے گی اور اس طرح وہ ہمیشہ تھوڑے والے کو یاد رکھے گا۔
- ☆ اس قدر اہم اور معیاری کتاب ہونے کے باوجود یہ انتہائی کم قیمت پر دستیاب ہے لہذا اس سے مستفید ہونے میں دیر مت کیجئے۔
- یہ کتاب ستمبر 65ء کو پبلیشرس پرڈریر می آرڈر روڈ انفرما کرکریٹھے حاصل کریں۔

الکتاب انٹرنیشنل جامعہ تکر، نئی دہلی

اسلامی زندگی میں نئی کامیابی
 امام محمد گیلانی کی تصنیف "الذکر البینہ" کا ترجمہ عربی اور اردو میں



فقد الحیة

تعمیر و نامتلف: مولانا محمد رفیع صاحب
 ترجمہ: مولانا محمد رفیع صاحب

یہ کتاب امام شافعی کی تصنیف مسأل میں مضمون "الذکر البینہ" کی اردو زبان میں واحد شرح ہے۔ اور دو حجم جلدوں پر مشتمل ہے۔
 یہ تصنیف مسأل کا بیان ہے جو اپنے اندر اسلامی طرز زندگی سے متعلق اکثر و بیشتر تمام مسائل کو سونے ہوئے ہے۔
 کتاب وسنت کی خصوصیت کے علاوہ اثر اربعہ کے ذمہ لایا گیا ہے۔ قلم کے قدم و جدید سنی علمائے کرام کے لائق جوابات
 اور تصانیف مسأل میں درج ہوئی ہیں۔ کمال و خاصیت ہے کہ اس کا ترجمہ عربی اور اردو میں دونوں ہی میں ہو گیا ہے۔
 اس کتاب کی بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کی تمام عبارتوں میں صرف لغت و معنی کے ساتھ ساتھ عربی و اردو کی تفہیم سے مزین ہیں۔
 اس کتاب کے حلقے حصر حاضر کے چند بڑے بڑے علماء نے اس کی تائید کی ہے۔
 ☆ مہتمم جامعہ اسلامیہ: یہ کتاب جسے علم کی جانے والی ہے اس کے لئے ایک نیا عالم کا حق ہے۔
 ☆ حافظہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہ کتاب اگلا سائنس اور طب کے علاوہ تمام مسائل کو خود بخود اور ہر اس ملک کے مروجہ سنو
 کی لائبریری کی ضرورت ہے۔
 ☆ حافظہ صلی اللہ علیہ وسلم: یہ کتاب ہر اسلامی طلمات حاصل کرنے کا حلقہ رکھنے والے ماہر و کے لیے بھی ہے۔
 مفید ہے۔
 ہذا مضمون ضرورتاً: اس کتاب نے فقہ و تحقیق کی بڑی بڑی عظیم اور جہتی کتب قرآن کی ضرورت ایک حد تک ختم کر دی ہے۔
 ☆ عمرہ کی ہر ذمہ داری اور ذمہ داری پر عمل اور حساب قیمت نے اس کتاب کی خوبیوں کو چھڑا کر دیا ہے۔
 ہمارا دعویٰ ہے کہ اس کتاب کو خریدنے والا کسی لحاظ سے بھی ہرگز ایسا نہیں ہوگا کہ وہ اس کتاب کو نہ دیکھے اور نہ اسے
 مستند ہونے میں ہمت کیجئے۔
 اس کی تصنیف کتاب کی دونوں جلدیں یعنی سب سے پہلے 5000 پانچ سو روپے بڑے بڑے سنی آراء و مذاہب ذیلی ایلوٹریوں پر روانہ
 فرما کر بھیجے حاصل کریں۔

یہ کتاب اپنے ہر ترجمہ میں ایک سال یا
 ذیلی ایلوٹریوں سے طلب فرمائیں۔
الکتاب انٹرنیشنل

Rozon ki kitab

7

۱- روزہ قبل از اسلام اور دیگر اقوام پر بھی فرض تھا لیکن اُمت محمدیہ پر امتیازی خصوصیات کے ساتھ فرض کیا گیا ہے۔ عملاً بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنے والے کو اہل علم نے دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا عندیہ دیا ہے۔ وہ شخص خائب و خاسر ہوگا جو ماہ رمضان پانے کے باوجود اپنی مغفرت نہ کرا سکا۔ روزہ جہنم سے بچاؤ کے لیے ڈھال ہے۔ یہ نفس امارہ کو کچلنے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی تخلیق کا محرک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کے شکر کا ایک وسیلہ ہے۔ یہ جہاں دنیاوی صحت و تندرستی، متعدد مہلک امراض سے نجات اور روحانی تسکین کا ضامن ہے وہاں آخروی فلاح کا بھی باعث ہے۔

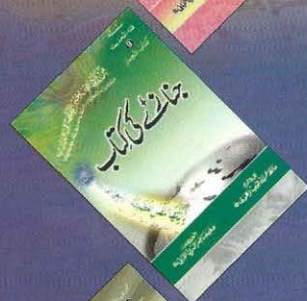
۲- تاہم یہ یاد رہے کہ فضائل و برکات روزہ کے حصول کے لیے محض بھوک پیاس برداشت کر لینا ہی کافی نہیں بلکہ شرائط و مسائل روزہ کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہے۔

۳- زیر نظر کتاب ”کتاب الصیام“ میں مصنف حافظ عمران ایوب لاہوری سلمہ اللہ نے محنت شاقہ سے تقریباً وہ تمام مسائل جمع کرنے کی سعی جمیل کی ہے جو روزے سے متعلقہ ہیں۔ ”سلسلہ فقہ الحدیث“ کی سابقہ روایت کے مطابق اس کتاب میں بھی دلائل کے لیے صحیح احادیث کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ ہر حدیث کو علامہ ناصر الدین البانیؒ کی تحقیق سے مزین کیا گیا ہے۔ شیخ البانی کے علاوہ دیگر کبار محققین کی تحقیق سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔ احادیث کی مکمل تخریج و تحقیق کی گئی ہے۔ مسائل میں ائمہ اربعہ کے علاوہ عرب و عجم کے قدیم و جدید علماء و مفتیان اور فقہائے عظام کے فتاویٰ جات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

۴- ادارہ فقہ الحدیث پبلیکیشنز نے مندرجہ ذیل یعنی خوبوں کو مد نظر رکھتے ہوئے حسن طباعت کا بھی حق ادا کیا ہے۔ یوں یہ کتاب جہاں علم و تحقیق میں شاہکار ہے وہاں اسے دیدہ و زیب و پرکشش پرنٹنگ میں بھی درجہ کمال حاصل ہے۔

پروفیسر ظفر اقبال حفظہ اللہ

شعبہ اسلامیات انجمن ترقی یونیورسٹی لاہوری



Al-Kitab International **AI** انٹرنیشنل

Jamia Nagar, New Delhi-25
Ph.: 26986973 M. 9312508762